

مباحث کلامی

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سنہری

قدس سرہ

مع اردو ترجمہ

بہار

ادارہ مجددیہ، ۵۰، ایچ، انارکلی آباد، کراچی

إِنَّ هَذِهِ بَيِّنَةٌ لِّمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا

الحمد لله که رسالت شریفه

مبوعہ کا

مصنف

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرسندی قدس سرہ

مع اردو ترجمہ

از حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف عمدۃ السلوک، عمدۃ الفقہ وغیرہ

باہتمام

۱۳۰۳ھ

ادارۃ مجددیہ - ناظم آباد ۲۲ - کراچی ۱۵

مطبوعہ: احمد آباد سہیل پرنٹرز - ناظم آباد ۲۲ - کراچی ۱۵

عرضِ ناشی

المحدث کہ اس عاجز کو امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد
 فاروقی سہروردی قریش سرہ کے رسالہ "مبدأ و معاد" مع اردو ترجمہ
 از حضرت مولانا و مرشدنا سید نواز حسین شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے شارح
 کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ اس کوشش کو قبول
 فرمائے اور مسلمانوں کے لئے نفع بخش ثابت ہو، آمین
 احقر محمد اعلیٰ قریشی عفی عنہ

ادارہ مجددیہ

۵/۲ - ایچ۔ ناظم آباد ۳ - کراچی

فہرست مضامین

۱۳۴	ایک فرض اور اس کا جواب	۱۰۵	سیرتی اللہ	۵	افتتاحیہ
۱۳۵	ایک سوال اور اس کا جواب	۵	سیر عن اللہ باللہ	۹	سہ ماہی معارف (فارسی متن)
۱۳۸	فرق بعدا جمع	۱۰۶	کلمات و ایک درجات	۹۱	داندو ترجمہ
۱۳۹	دعوت کا کامل ترین مقام	۱۰۷	لاول کا انتہائی کمال	۹۲	خطبہ
۱۴۱	سیر اسلام کا خصوصی اعتبار	۱۰۹	شاہدہ اخس و آفاق	۹۳	جذبہ و سلوک کا حصول
۱۴۲	احوال میں اگر غائب کیوں ہو جائے ہیں؟	۱۱۰	سلوک کی ابتلا و استحواء	۹۴	بیان عروج و تائید
۱۴۵	تیرت قرآنی کی لطیف تشریح	۱۱۳	مراثل سلوک	۹۷	حضرات خلائق و مشائخ
۱۴۶	کیا معرفت کے بعد کوئی لغزش	۱۱۴	نفی کل	۹۸	علم لدنی کا حصول
۱۴۹	نقصان نہ نہیں ہوتی؟	۱۱۵	ایک شبہ کا ازالہ	۹۹	بیان نزول و تائید
۱۴۹	وہد یاری تعالیٰ کے سلسلہ میں خصوصی معرفت	۱۱۶	شرجیات خوار و نقشبندیہ	۹۸	مشائخ سلاسل مختلفہ
۱۵۰	مزید وضاحت	۱۱۸	قلب پاک درجات اور	۹۹	اکابر سہروردیہ کے مقام
۱۵۱	ایک اعتراض اور اس کا جواب	۱۱۸	محض قلب بسیط	۱۰۰	کی خصوصیات
۱۵۲	دوسرا اعتراض اور اس کا جواب	۱۲۲	اس نعمت عظمیٰ کا حصول	۱۰۱	نزول بمقام جذبہ
۱۵۳	خدا کی ذات مظاہرہ و رویت	۱۲۳	روح کا مقام	۱۰۲	قطب اللہ شاہ دادور
۱۵۴	ہم خیال میں نہیں آسکتی	۱۲۵	روح کا نزول	۱۰۳	اس کا فیض عام
۱۵۵	مزید توضیح	۱۲۶	روح کا عروج	۱۰۴	قطب انارشارک انکار کا خیر
۱۵۶	اطلاق محض	۱۲۶	سید عوارف ارشاد پر بحث	۱۰۵	قطب انارشارک اخلاص
۱۵۷	فرشتوں پر انسان کی فضیلت	۱۲۷	ایک اعتراض اور اس کا جواب	۱۰۶	مقام تکمیل
۱۵۸	دیوار اللہ فوق البشر میں	۱۲۸	اعقل معارف	۱۰۷	نسبت نقشبندیہ

۲۰۵	حقیقت کعبہ کے مقام میں	۱۸۰	علم ظاہر عظیم باطن کی برتری	۱۵۸	علوم امکانی اور محال دونوں
۲۰۶	حقیقت محمدی کا عروج	۱۸۱	اور آداب پیر استاد	۱۵۹	ایک جگہ جن نہیں ہو سکتے
۲۰۷	کلمہ طیبہ کی فضیلت	۱۸۲	لطائف ست کے مراتب	۱۶۰	علم الاشیاء کی وابستگی نفس کا
۲۰۸	معدن میں رکھنی کشف	۱۸۳	موت پہلے موت کا مطلب	۱۶۱	باعث نہیں
۲۰۹	تقلید و اتباع کی فضیلت	۱۸۴	کلام الہی	۱۶۲	اطمینان نفس کے بعد
۲۱۰	تجلی ذاتی اعتباری اشیا میں	۱۸۵	دارۃ امکان کی بابر ازل	۱۶۳	مقام رضا کا حصول
۲۱۱	کے درجات کا تفاوت	۱۸۶	اور ابد متحد میں	۱۶۴	قرارت خلف الامام
۲۱۲	میرا جانی کا درجہ تفسیلی	۱۸۷	معراج نبوی اور عروج اولیاء	۱۶۵	ماتریدہ کی تائید
۲۱۳	سے بلند ہے	۱۸۸	میں فرق	۱۶۶	امام عظیم کی عظمت
۲۱۴	وصول نہایت کے بعد عروج الہی	۱۸۹	تکون حقیقی صفات میں ہے	۱۶۷	حصول اجازت کمال پر
۲۱۵	مقام رضا کی برتری	۱۹۰	روح باری تعالیٰ	۱۶۸	موقوف نہیں
۲۱۶	ترغیب اتباع سنت و	۱۹۱	کشف اور فراست میں فرق	۱۶۹	شبہ کا انزال
۲۱۷	استرزاد بدعت	۱۹۲	ماتریدہ کی فضیلت	۱۷۰	یادداشت کے میں مزاج
۲۱۸	حجرات کے حالات	۱۹۳	یقین کے درجہ کا حصول	۱۷۱	دس مقامات کو طے کئے نظر
۲۱۹	دل کی برتری کی فضیلت ہونا	۱۹۴	فنا پر ارادہ	۱۷۲	نہایت النہایت تک سائی
۲۲۰	دل کی ولایت نبی کی ولایت	۱۹۵	کلام اللہ کی رہنمائی	۱۷۳	مکمل نہیں
۲۲۱	ہی کا صبر ہوتی ہے	۱۹۶	حضرت خواجہ باقی باللہ	۱۷۴	اولیاء اللہ کے ظاہر باطن کا فرق
۲۲۲	صفات باری کی تین قسمیں	۱۹۷	سے عقیدت	۱۷۵	اولیاء اللہ کی پوشیدگی کا
۲۲۳	فدا کا شل نہیں ہو سکتا	۱۹۸	شیخ کی محبت میں غلو	۱۷۶	سبب
۲۲۴	شال ہو سکتی ہے	۱۹۹	نہیں کرنا چاہئے	۱۷۷	بد اعتقادی کا نقصان
۲۲۵	تبیہ	۲۰۰	ذکر فی داشتات	۱۷۸	مشابہات کی تاویل
۲۲۶	اشارہ	۲۰۱	حقیقت قرآنی حقیقت	۱۷۹	اتباع رسول
۲۲۷	شعشعہ	۲۰۲	اور حقیقت محمدی	۱۸۰	حجت آئی صفائی کا فرق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

افتتاحیہ

حضرت حق سبحانہ جل وعلا شانہ کا بے حد و بے انتہا شکرو احسان ہے کہ اُس نے مجھ ناچیز کو امام ربانی محبوب صمدانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرمدی قدس سرہ السامی کے اس خصوصی رسالہ ”مبدأ و معاد“ کے ترجمے کی توفیق بخشی، دعا ہے کہ حضرت موصوف قدس سرہ کے بقیہ رسائل و مکتوبات شریف کے ترجمہ کرنے کی سعادت بھی عطا فرمائے، آمین۔

اس رسالہ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے اصرار و رموز کے وہ لطیف اشارات بیان فرمائے ہیں جن کو سمجھنا عوام تو عوام اخلاص خواص کے لئے بھی مشکل ہے مگر یہ کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا اپنے کسی بندہ خاص پر فضل ہو جائے اور اس کو کسی قدر علم و بصیرت بھی عطا فرمائے تو وہ کچھ سمجھ سکتا ہے، بہر حال اس رسالہ کی تصحیح و ترجمہ کرنا بہت مشکل کام تھا لیکن مجھے جناب حاجی محمد اعلیٰ صاحب ملہ اللہ تعالیٰ کے پیہم اصرار کی بنا پر اس عاجز نے اردو میں

ترجمہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و تائید سے یہ رسالہ مع اردو ترجمہ بحسن و خوبی نہایت اہتمام کے ساتھ ادارۃ مجتہدیہ ناظم آباد کراچی سے شائع کیا جا رہا ہے۔

دراصل یہ رسالہ حضرت مجتہد الف ثانی قدس سرہ کے متفرق مضامین کا مجموعہ ہے جن کو حضرت ممدوح نے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ باقی باللہ قدس کی خدمت میں سلسلہ میں حاضر ہو کر طریقہ نقشبندیہ کے حصول اور تقریباً دس سال بعد تک کے بعض کشف و حقائق کے وصول کے اظہار میں وقتاً فوقتاً تحریر یا بیان فرمایا تھا اس کے بعد حضرت ممدوح کے خلیفہ حضرت مولانا محمد صدیق کشی رحمہ اللہ نے ان مضامین کو سلسلہ میں مرتب فرمایا اور ان کو منہا کا عنوان دیکر ایک دوسرے سے ممتاز کیا جن کی مجموعی تعداد اکثر مطبوعہ نسخوں کے مطابق آکٹھ ہوتی ہے حضرت مولانا حافظ محمد ہاشم جان صاحب مجتہدی مدظلہ العالی (سٹڈ و سائیں ڈاڈا حیدر آباد) کے قلمی نسخے میں منہا ۷۱ کے درمیانی حصہ میں مزید ایک اور منہا کا عنوان درج ہے اور حضرت مولانا نور احمد مرحوم کے مطبوعہ نسخہ میں بھی بالکل اسی جگہ منہا کا اشارہ موجود ہے اس حساب سے منہا کی تعداد با آٹھ ہو جاتی ہے لیکن طاق عدد کے استجاب کا لحاظ رکھتے ہوئے دیگر مطبوعہ نسخوں کے مطابق منہا کی تعداد آٹھ ہی رکھی گئی ہے۔ کتاب کے شروع میں مبدا و معاد کا اصل فارسی متن پیش کیا گیا اور اس میں کسی حشو و زوائد کا اضافہ نہیں کیا۔ اس کے بعد مسلسل ترجمہ ہے اور مطابقت کے لئے اردو ترجمہ کے حاشیے پر فارسی متن کے صفحات

دیدئے ہیں تاکہ اگر کہیں شبہ ہو اور اصل عبارت دیکھنے کی ضرورت پیش آئے تو فوراً صفحہ نکال کر دیکھ سکیں۔ مزید وضاحت کے لئے ترجمہ میں جگہ جگہ ذیلی عنوانات دیدئے گئے ہیں۔ اشعار کا ترجمہ بھی اشعار ہی میں کر دیا گیا ہے اور بعض بزرگوں کے حالات بھی مختصر طور پر حاشی میں درج کر دیئے ہیں۔ غرض کہ عاجز نے ترجمہ کرنے میں پوری احتیاط سے کام لیا ہے اور ترجمہ کو زیادہ سے زیادہ ہل اور شگفتہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس وقت میرے سامنے مبداء معارف کے پانچ نسخے موجود ہیں جن میں ایک مخطوطہ ہے اور چار مطبوعہ۔ پہلا نسخہ جو مخطوطہ ہے حضرت مولانا حافظ محمد ہاشم جان صاحب مجددی نقشبندی مظہرِ عالی (رشد و سائیں داد) سے حاصل کیا گیا ہے، دوسرا نسخہ مطبع انصاری دہلی سنہ ۱۳۰۸ھ کا مطبوعہ ہے جو مولانا محمد عبدالحکیم صاحب حشی سے دستیاب ہوا ہے تیسرا نسخہ مطبع مجددی امرتسر سنہ ۱۳۰۳ھ کا مطبوعہ ہے جو حضرت مولانا نور احمد مرحوم کا تصحیح کردہ ہے، چہنچاہا یہ نسخہ حضرت مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی سے حاصل کیا گیا ہے، چوتھا نسخہ حکیم عبدالحمید سیفی مرحوم لاہور سنہ ۱۳۰۶ھ کا مطبوعہ ہے، اور پانچواں نسخہ ادارہ مجددیہ سودیہ لاہور سنہ ۱۳۰۵ھ کا مطبوعہ ہے جو حضرت مولانا محبوب الہی صاحب تصحیح کردہ ہے۔

ان پانچ نسخوں سے حتی الامکان استفادہ کی کوشش کی گئی ہے اور جس نسخے کا جو لفظ صحیح معلوم ہوا اس کو اصل عبارت میں درج کر دیا گیا ہے اور اختلافی الفاظ کو حاشیہ پر مع حوالہ ظاہر کر دیا گیا ہے۔ اور ان پانچوں نسخوں کے اختلاف کو چند حروف میں اس طرح واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت

مولانا حافظ محمد ہاشم جان صاحب ظل العالی والے نسخے کے الفاظ کو ش سے ظاہر کیا گیا ہے اور مطبع انصاری والے الفاظ کو ص سے اور مولانا نور احمد مرحوم والے نسخے کے الفاظ کو ت سے اور حکیم عبد المجید سیفی مرحوم والے نسخے کے الفاظ کو ج سے اور مولانا محبوب الہی صاحب والے نسخے کے الفاظ کو ہر سے واضح کیا گیا، امید ہے کہ ناظرین کرام اس سچی کو پسند فرمائیں گے۔

ان تمام خوبیوں کے پیش نظر قارئین کرام خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ارادہ کی یہ سچی سابقہ کوششوں کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتی ہے اور اس کا مقام دوسروں کے مقابلہ میں کس قدر امتیاز کا حامل ہے۔ اس کے باوجود قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اگر ہوا کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس سے مطلع فرمائیں، حق سبحانہ و تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کتاب ہذا کے قلمی و مطبوعہ نسخے ہیا کرنے والے حضرات اور ترجمہ و تصحیح و نشر و اشاعت میں معاونت کرنے والے حضرات کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دائمی سعادتوں اور ظاہری و باطنی ترقیات سے نوازے آمین۔ ادا رہ ان سب حضرات کا تیرہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔

احقر الانام

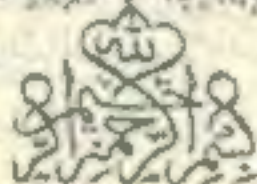
حاکم تر و ار حسین غفرلہ و عفا

وکان اللہ لہ ووالدہ

۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله الذي هدانا لهذا
ما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله
والحمد لله رب العالمين

و فضل جانی



بمدا و زدا نی

أَحْمَدُ اللَّهِ فِي الْمَبْدِ وَالْمَعَادِ وَأُصَلِّي عَلَى حَبِيبِي مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
الْأَتْجَادِ أَمَّا بَعْدُ فَهَذِهِ رِسَالَةٌ شَرِيفَةٌ مُتَضَمِّنَةٌ لِإِسَارَاتِ
لَطِيفَةٍ رَاقِيَةٍ وَأَسْرَارِيَةٍ ذَوِيَّةٍ قَائِمَةٍ لِلْإِمَامِ الْقُمَامِ مُحَمَّدٍ حُجَّةِ اللَّهِ
عَلَى الْآلَامِ قُدْرَةِ الْأَقْطَابِ وَالْأَوْتَادِ وَقَبْلَهُ الْإِبْدَالُ وَالْأَكْرَادُ
كَأَيِّفِ اسْرَارِ السَّبْعِ الْمَشَانِي الْمُجَدِّدِ الْإِلَافِ الثَّانِي الْأَوْفِيِّ
الرَّحْمَانِي الْعَارِفِ الرَّبَّانِي شَيْخِ الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ
شَيْخِنَا وَآمِنَا الشَّيْخِ أَحْمَدَ الْفَارُوقِ نَسَبًا وَاحْتِسَابًا
مَدَّ هَبَاءَ وَالثَّقَلَيْنِ فِي مَشْرِقِ الْأَنْرَالِ شَمْسُ هَذَا آيَتِهِ عَلَى
أَقْنِ الْعُلَى سَاطِعَةٌ وَالنَّاسُ فِي رِيَاضِ إِفَاضَتِهِ سَرَّادِقَةٌ
وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التَّكْلَانُ.

۱- منها چون این دوست را بهوس این راه پیدا شد
عنایت خداوندی جلّ سلطانہ اورا بهیکے از خلفائے خانوادہ
حضرات خراجاقد سے اللہ تعالیٰ اسرارہمدرسانیدہ وازاں جاطریقہ این
بزرگواران را اخذ کردہ، ملازم صحبت آن عزیز گشت۔ بہ برکت توجہ

ملہ المودتہ الذی ہم عنینا و جلا الی الاسلام و حق من الحق علی الصلوٰۃ والسلام اما بعد ہذا معارف علیہ
مقتبہ من الانعاس القدسیہ للامام الہمام قدوة الاولیاء والاخصیاء فیہ الاصل فی الاولیاء امری قاناد و الاخر

آن بزرگ، جذبۀ خود چه که از جهت سبک در صعب قومیت می خیزد،
 اورجصل گشت. و بطریق اندر ج تنه یزدانی بدایه سر بشری بشر
 شد بعد از تحقق این جذبۀ کبر و بسوی قرب رفت. و این راه را
 بتر بیت روح نیست، سر سبز غلبه گویم، الله تعالی وجهه با بنهاست
 رسانند. یعنی پستی که رت و ست. و ران، هم به بیت، ولی که
 معتر خصص محمد است. **عَلَى صَاحِبِهِ أَصْلُهُ وَالسَّلَامُ وَالْبَرَکَاتُ**
 مدد در و حاجت حضرت خواجه نقشبند قدس الله تعالی سر را
 عروج نور. و از آن جا بدستگیری روح سبب ضربت فی روق رضی الله
 تعالی عنه، فوق آن قدسیت استعد میسر شد. و در آن مقام
 که نوب آن قدسیت است. و آن قابلیت نفس است. و آن
 مقام و آن مقام احوال و ست. و آن مقام مقدم قطب محمد است
 بتر بیت روح نیست، سر سبز غلبه گویم، الله تعالی وجهه با بنهاست
 و **السَّلَامُ وَالْبَرَکَاتُ** ترفی و ترقی است و در وقت وصول تا این مقام
 نحوی امداد از روحانیت حضرت خواجه عبدالعزیز عطار که ضیفه
 حضرت خواجه نقشبند است، قدس الله تعالی اسرارهما، و قطب رشاد
 است بآن درویش رسید. نهایت عروج قطب تا این مقام است.
 و در آن خلقت تا همین مقام منتهی می شود. بعد از آن اصل خلص است یا
 منزه بظن. و آنکه افراد بوصول این دولت میسرند. بعضی از قطب را
 بواسطه مصاحبت افراد تا مقام منزه عروج می شود. ناظر اصل

ممنوع غل می گردند تا و صوب حاصل باشد با شریک علی نقی و سب
 در حق یحیی و عیسا است. درین قصه یحیی و عیسا من بسم الله
 و الله و یحیی و عیسا و این در دست و حقیقت ثابت است و بعد از
 در اصول آن مقامه قطب است از سوره یحیی و دنیا
 علیه الصلوات و تسلیما ثلث ائمه زکات و انجیث ثلث به صفت
 غیب است و این صفت به فرما صمد.

بعد از آن از غیب صمد و نوری حق شانه و عمده احسانه
 تا الی حال او گشت. و از آن به موجب حق ساخت. یک دفعه با
 باری مخرج رود و فی الواقع از آن بسم الله جدا که در مقام سابقه
 و از آن به مقامات سل زرقی. زنی فرموده باصل الاصل یک نیده
 درین مروج خبر که در مقامات اصل است. در زرقی و سب
 حضرت غوث اعظم محی الدین شیخ عبد الحاد رود قدس الله تعالی
 سر دانه قدس و بقیات تصرف از آن مقامات گدیده باصل الاصل
 و اصل گردانیدند. و از آن جامع به باز گردانیدند چه که زیر معانی
 بار می گردانیدند و این در ویش را بایه نسبت فرمود که مروج
 آنچه مخصوص بآن است. زود به زود و از خود و اصل سند خود و
 پدر به زود و از آن به زود که حدیث قوی دشمنان و خود را شنید
 بودند و سب آمد. یکس که در ویش بواسطه تخفیف تصرف
 خویش و تسب به و این نسبت است در ویش از قطع منازل سلوک

۱۴ در خودی، ف، و صلا آن را معلوم خود نداشت. و نیز این درویش
را در توفیق عبادت نافذ خصوصاً دانسته صلوٰۃ نافذ مددے پذیر
وے سب - و پذیر بزرگو را و این سعادت از شیخ خود که در سلسلہ
چشتیہ بودہ نزد حاصل شدہ بود -

۱۵ و ابضا این درویش را غلام لدنی از روی نیت حضرت خضر علی
سَلَامُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ
از مقام ننگہ بندہ بود. تا بعد از عبور زان مقام حصول ترقیات
در مقامات عالیہ اخذ علوم از حضرت خود ست. و در خود بخود از خود
می بادر غمے را محال مانده. سب تا در میان در آید -

و بصرا در و سب در و فب نزول، کہ عبارت از بہر عن قدریہ
است بمقامات مشائخ مسلک دیگر ہم عبورے واقع شد. و از ہر مقام
انصاف و انزف از رف، و مشائخ آن مقام ممد و معاون کار داشتند
و از خدا صد ہائے نسبت خویش نصیب، رزائی داشتند. و ہر مقام
اکابر چشتیہ قدس اللہ تعالیٰ سرار ہم عبورے واقع شد. و از ان مقام
خط و فر نصیب و گشت. و زان مشائخ عظام روح نیت حضرت
خوجہ قصب الہدین بیش از دیگران امداد فرمود. و انکی ایشان در ان
مقام تاپ عظیم درند و ریس آن مقام اند -

بعد از ان بمقام کار کثرت و یہ قدس اللہ تعالیٰ امر را ہم گذرے
واقع شد. این ہر دو مقام باعتبار عروج برابرند. لیکن این مقام در وقت

نزول زفوق در جانب مین سنا همراه است. و مقدم اول بجانب
 یسار آن صراط مستقیم. و این شاهراه را بهیست که بعضی از اکابر
 اقطاب ارشاد از آن راه مقام فردیت می روند و بنهایت انتهایی
 می رسند. افراد تنهار را به دیگر است. به قطبیت از این راه نمی توان گذشت
 گذشت. این مقام در میان مقدم صفت و این شاهراه واقع شده است
 کانه بزرخ است میان این دو مقام را هر دو جهت بهره و راست
 و مقام اول در جانب دیگر از آن شاهراه واقع شده است که بصفت
 مناسب کم دارد.

بعد از آن مقدم، کاربرد هر دو بهیست که شیخ شهاب الدین رومی
 طریق نزد قدس، تقدیری اسرار هم عبور واقع شده. آن مقدم تحت بنور
 تبارک است عنی مَصْدَرُهَا الْعَمُودَةُ وَالسُّدُورُ وَالْإِيجَةُ
 و مترین است بنو جانب مسیده فوق لفق. و بوفی عباد است
 رفیق آن مقام است. یعنی از آن لکان نرسیده که بعد از آن نافع
 مشغول اند، و بآن آرام دارند، نصیب از آن مقام بواسطه منسبت
 بآن مقام یافته اند. بالاصامت عبادات نافله مناسب آن مقام
 است. دیگران را از جتدیان و متبیین بواسطه مناسبت بآن
 مقام است. و آن مقدم من سرف است. آن نوریت که در مقام
 مشهود می شود در مقام دیگر که است و من سرف این مقام و سرف کما
 اتساع عظیم شان و رفیع، عددند، در اینست حسن خود افتاد تمام

دارند. پنجاه ایتان را درین مقام میسر شده است در مقامات دیگر
گرچه باغبان عروج فوق ندر میسر نیست.

بعد از آن بمقام جذبه فرود آوردند. و این مقام جامع مقامات
جذبات است. اداره است. اراا جانیه فرود آوردند. نه سب مراتب
نزول نامقام نصب است که حقیقت جامعه است. و ارشاد و تکمیل
بفرود آمدن باین مقام تحقق دارد. درین مقام فرود آوردند. پیش
از آن که درین مقام تنگس پید شود. بار عروج و فرود آمدن این زمان
اصل را نیز در رنگ ظل و گد شب. زین عروج که در مقام قلب
و فرج شد تمکین میوه است و سلام.

۲- منتهای نصب ارشاد که جامع که لایب فرود است باشد

بسیار عزیز الوجود است. و بعد از قرون بسیار و زمانه شمار این قسم
گوهری بنظهور می آید و علی ظلماتی از نور ظهور و نورانی می گردد و
نور ارشاد و هدایت او شامل تمام عام است. از محیط عرش تا مرکز فرش
هر کس را که رشد و هدایت و ایمان و معرفت حاصل می شود از راه او
می آید و از او مستفاد می گردد. بے توسط او هیچ کس باین دولت نمی رسد
مثله نور هدایت او در رنگ دیلئے محیط تمام می باشد. اگر گرفته است.
و آن دریا گویا منجمد است که اصلاً حرکت ندارد. شخصی که متوجه آن
بزرگ است و با و اخلاص دارد، یا آنکه آن بزرگ متوجه حال
طالبی شده، در وقت توجه گویا روندن در دریا طالب کشاده می شود.

داران راه بقدر توجه واحد من اول در با سیراب می گردد و در جنب
شخصی که موجه ذکر الهی است قبل نماز و آن عزیز نسبتاً موجه نیست
نه زانکار بلکه درانی ساسد همین قسم افاده آن جا هم حاصل می شود.
و سکن در صورت اولی بیسر و صورتی نامه است.

اما شخصی که مسکرت بزرگ است و آن بزرگ زود در بار است
هر چند بدکری الهی تعالی و تقدس مشغول است با از خفیت رشتد و
بدین معنی هم است. چنان که او سیر راه فضل او می گردد و به آن
عزیز موجه عدم تاده او شود و تقدس ضرر و نماید عهد پدایم از دست
مفقود است. صورت رسد است و صورت بی معنی قبل منع است. و
حاصل آنکه اخلاص و محبت با آن بردارند هر چند از توجه تذکر و ذکر الهی
تعالی شانه خالی باشند هر سال در وسطه خود در محبت نور رسد و در این
می رسد و السلام علی من تبع الهدی

۳- منها در سه که اول این درویش کس او در ذوق یافت
بود یافت و ثانی یافت سرسره ذوق یافت مفقود گشت و
ثالث یافت نیز در رنگ ذوق یافت مفقود شد و ثانی استایب
حاله الکمال و توضیحی در رجاء الودیه الحاصیه و المقام
الثالث مقام التخیل و اثر حقو به الی الخلق للذخیره و الخاله
استایب کمال فی وجهه المحدثه فقط. و در نصمه لایها الخ
السؤك و تم حصص استایب الثایبه لثالثه و تیس

يُتَجَدُّوْهُ بِاَلْمُحَرِّ دِيْعِ السُّؤْلِكِ مِنَ الْحَالَةِ النَّائِيَةِ وَالْمَسَالِكَةِ
تَصْنِيفُ أَصْلًا. وَتَكَامِلُ مُكْمِلٌ مِمَّا اخُذَتْ السَّالِكَةُ ثُمَّ
السَّالِكَةُ اخُذَتْ وَمَا يَتَوَهَّمُ فَتَسْرِي كَامِلٌ وَلَا مُكْمِلٌ أَصْلًا
فَدَا تَكْرِيْقٌ تَقْدِيْرٌ. وَلَصَلُوْهُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَيْرِ الْمَشِيْرِ
يَبْدُوْا بِأَعْيُنٍ وَآلِيَةٍ الْأَصْهَرِ

۴. منها این دروستی در او اخیره بهج اناخر بخد ميب

۱۲۵ عزیز که از طعانی یں خ نواده بزرگ بودند مشرف گشت. و طریقه

۱۲۶ این بزرگواران را مذنوده در منسبت شهر جب بهماں سال

بمخصوص نقشنده که در آن موطن اندراج نبه در بر دایه صفت مستعد

گشت. و آن عزیز فرمود که نسب نقشنده عبارت از این حضور است.

و بعد زده سال کابل و چند ماه در نصف ادن با و ذی الفعده، آن

نمائے که در مدت زبیس چندین روزهای مدامات و اوسط جلوه گر

شده بود خری رو پوش نموده محلی گشت و عین پیوست. که در مدت

۱۲۷ صورتی بود از این سم و سکه بود زبیس پیکر و سکه، لور از این سستی، سستی

ماتیه همتا. مقصوب کاری جی مکلف مند و نیز معاند این جی اسکار

نسب. من تخریه و کد تدری. وَالصُّلُوْهُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ

الْاَئِمَّةِ وَآلِهِ نِكْرَامُهُ أَصْحَابُهُ اَلْبَعْظَمِ

۵. منها و اما یحتمل رتیک تحلیثه یں دروست

روزی که در صفت یارب خود شمه بود و نظر بر خرابیهای خود نه

و منتظره در جسم حج آن مشایخ.

و این نظر غالب آمده بود بحدی که خود را به مناسبت تمام باین وضع ناچار
می یافت. در این باب حکم «مَنْ وَاصَلَ يَتِيهَ رَفَعَهُ اللَّهُ» باین دور
افتاده را از خاک مذمت برداشتنند. و این نادرست بود و در حدیث که
«عَفَرْتُ لَكَ وَلَيْتَ تَوَسَّلَ إِلَيَّ بِوَسِيَّتِي أَوْ حَبْرٍ وَاسِطَةٍ
إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ» و بکرر باین معنی روایت شده که گوی کس ریب مانند
وَلْيَحْمَدُ رَبَّهُ كُلَّ يَوْمٍ عَشْرًا وَيُحْمَدُ رَبَّهُ حِينَئِذٍ حِينَئِذٍ مَسَارِكًا وَبِهِ
مَسَارِكًا عَلَيْهِ وَكَمَا يُحِبُّ رَبُّهُ وَتَرْضَى. وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى
رَسُولِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ كَمَا يُحِبُّ رُبِّي. بعد از این یافتن این
واقعہ مامور ساختند که

اگر بارش برد بر پیر زن
باید بولے خود سُبُلَتُ تَكُنْ
إِنَّ رَبِّيَ وَاسِعٌ الْمُعْمَرَةُ.

۶. منزها سیه الی الله عبارت از سیر ما سیه است از
اسماء الہی جل شانه که مبدأ بعین مالک است. و سیر فی الله
عبادت از سیر در اسم است. ای آن یَسْتَعِیْ إِلَى حَضْرَةِ الذَّاتِ
الْأَحَدِيَّةِ الْمُجَرَّدَةِ عَنْ إِنْجِبَارٍ إِلَى الْأَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ وَالشُّيُونِ
وَالْإِغْنَاءَاتِ. و این تفسیر بر تقدیرے راست آید که مراد از اسم سیم ما سیه
مبارک الله مرتبه و خوب داشته شود که مستجمع اسماء و صفات
است. و اگر مراد از اسم سیم مبارک الله ذات بخت بوده باشد
باین سیر فی الله بمعنی مذکور داخل سیر الی الله باشد. و سیر فی الله

اصحاب این تقدیر محقق نشود. چه این سیکر در ذات بخت است و فقط بنهات نهایت مصور نیست
و بعد از رسیدن آن نقطه به توقف رجوع بعام است که معتبر بسیر
عن استر باشد است. این معرفت است که مخصوص بوالصدا بنهات نهایت
است غیر این درویش از دیدار الله هیچ کس باین معرفت حکم نه کردن
است. اللَّهُ تَجِبِي لَنَا مِنْ بَشَرٍ وَ لِحَمْدٍ يَدْرِيَتِ الْإِيمَانُ
وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ مُحَمَّدٍ وَآلِ أَهْلِ بَيْتِهِ

۷. **منها در سیر که مانع ولایت اندام متفوت اند** همه
باشند که اسعدا در حصول یک درجه از درجات و سه دارند و بعضی
دیگر اسعدا در دو درجه دارند و طبع را استعداد سه درجه است و گروهی
رفیع بنیت چهار درجه و حدیثی باشد که استعداد پنج درجه باشند و هفتم
لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ حصول درجه اولی در درجات چکانه و سه بجای افعال
است و درجه ثان منوط بجای صفات و درجه ثالث کلمات و موقوف
بجلیات ذالیه علی نقایب درجه چهارم که سه ارباب این درویش
مناسبت بدرجه ششم دارند ز درجه ششم مذکوره و فساد مناسبت
بدرجه رابعه و اعداد مناسبت بدرجه خامسه که بنای درجات
و است است. و مابیکه نزد درویش معتبر است ماورای این
درجات است. بعد از زمان صحاب کرام رضوان الله تعالی علیهم
در آن اجماع این کس ظهور یافته است که قوی کمال جذبه و سلوک است.
فرد انشاء الله تعالی این کس در حضرت مهدی ظهور خواهد یافت.

وَابْتَغُوا الْوَسِيلَةَ وَسَلَامٌ عَلَى خَيْرِ الْبَرِيَّةِ -

۸- منها واصلانِ بنیادِ التَّهَابِ را در وقتِ رجوعِ قهقری

نزولِ باسفلِ غایاتِ ست - و مصداقِ وصولِ بنیادِ التَّهَابِ همیں
نزولِ غایتِ العایة است - و چون نزولِ باین خصوصیت واقع می شود
صاحبِ رجوعِ بکلمتِ خودِ موجهِ عالمِ اسباب می گردد - نه آنکه بعضی او
موجهِ جنابِ حق است بوجوه، و بعضی دیگر موجهِ خلق، که این علامت
عدمِ وصول است بنیادِ التَّهَابِ، و ندیمِ نزولِ ست بنیادِ العایة -
غایبِ مافیَ السَّابِ، در وقتِ دایمِ نماز که معراجِ مومن ست، آنکه
اطرافِ صاحبِ رجوع را توجیهِ خاصِ بجنابِ قدسِ حلِّ سلطانه
می افتد، و ادا دایمِ نماز می البعد، بعد از فراغِ نماز باز بکلمتِ موجه
خلق می گردد - لیکن در وقتِ دایمِ فرض و سنن اطرافِ ست
موجهِ جنابِ قدس می گردد، و در وقتِ ادا دایمِ نوافل اطرافِ
این اطرافِ موجه، صرفاً حدیثِ بی مَعْنَى است و وقتِ تواند بود
که اشارتِ باین وقتِ خاص باشد که مخصوص به نماز است، و قرینه
بر تعینِ باین اشارت حدیثِ قُرْآنِ عَنَنْیَ فِی الصَّلَاةِ تَوَانِدُ بُوْد - و علاوه
باین قرینه کشفِ صحیح است و بهایمِ صریح - این معرفت از معارفِ
مخصوصه باین دوشین است - مشایخ باین حال را در جمیع بین التوحیدین
داسداند و الا فَرَّقَ بَیْنَهُمَا وَاسْتَدْرَجَ عَنْهُمَا اَسْمَ الْهُدَى وَنَدَمَ
مَنْ بَعَثَ مُصْطَفًى بَیْنَهُمَا وَاسْتَدْرَجَ عَنْهُمَا اَسْمَ الْهُدَى وَنَدَمَ

۵- منها مشایخ فرموده اند که مشاهده این الله بعد از وصول بمرتبه ولایت در انفس است. مشاهده آفانی که در سیرا لی الله داشته راه میسر شده بود خیر نیست. و آنچه بر این دوش منکسف گردانیده اند آن است که مشایخ در نفس نیردنگ مشاهده در آفاق معبر نیست. آن مشاهده متاهده حقیقی است که در آفاق بی چون و بے چگونگی است. در آینه چون گنجایش ندارد، چه آینه آفاق در آینه انفس. او سحانه در داخل عالم است. خارج. نه متصل است بعالم و نه منفصل از عالم، ظهور و بروز او تعالی نیرنه در عالم است و نه در خارج عالم، نه اتصال بعالم دارد و نه انفصال از عالم، پس از رویت اخروی را بد کیف گفته اند از حیطة عقل و و هم خارج است. در دنیا می بیند بر خواص ن خواص منکسف گردانیده اند. هر چند رویت نیست کالرویت است. این دولت عظمی است که بعد از زبان اصحاب رضوان الله تعالی علیه جمیع کم که باین دولت مستعد گشته است. هر چند بی سخن امروز مستعد می نماید و مقبول اکثری نمی گردد. اما اظهار نعمت عظمی می نماید. کوه اندیشاں قنوں کناریان. و این نسبت باین خصوصیت فردا در حضرت مهدی ظهور خواهد یافت. اِنَّهُ تَعَالَى وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰى وَاَنْتُمْ مُتَابِعَةُ الْمُصْطَفٰى صَلَوَاتُ اللهِ عَلٰی وَتَسْلِيمًا ثُمَّ عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِمْ اَجْمَعِينَ.

۱۰۔ منہا چوں طالع پیش شیخ بیدار بد کہ شیخ اور اسکے

اول اسحارہ فرماید از سر استخارہ تا ہفت استخارہ تکرار نماید بعد از
اسحارہ اگر توبہ نہ دے دریں لمب پند نہ نماز شروع در کار و نماید۔ اول اور
طریق توبہ تعلیم دہد و دو رکعت نماز و اگر در در فرماید کہ سے حصول توبہ
دریں رہ قدم زدں شود مند غست۔ تا بد کہ در حصول توبہ بقدر
چوں اکتفا نماید و تفصیل آئنا کہ و آئنا م جو کہ کند کہ ہم دریں اوان
بدرق صراند۔ اگر اور تکلیف محصل تفصیل ہو کہ کردہ شود تا حاصل
توبہ توبہ ظہر نماید و درین صورت در صحت و درود و از مطلب
بار نہ بلکہ ہو کہ ہم ہر آئنا کہ۔ دید۔ بعد از اس طریق کہ مناسب
است بعد از لمب۔ سنت بخیم نماید و ذکر کہ کہ نہ محض طیب و است تقویٰ
فرماید۔ و توجہ کار و در کار در۔ و لغت سے ہی و معنی نماید۔ و آداب و
سراستہ راہ را با و مان سازد۔ و در متاعب کہ است و سنت و توبہ و
صالحین ترغیب فرماید و در حصول مطلوب رہے اس ممانعت محال
دانند و علامت نماید کہ کثرت و وفات کہ کہ ہوئے فی لغت یکتاب و
سنت دانستہ باشد و علم کند کہ مسافر شد و جمع عبادت مضائق
آرے فرقہ ناجہ این سنت و جماعت نصیحت نماید و معلم احکام
فقہیہ ضروریہ و عمل موجب آن علم نماید کہ طہر دریں راہ
سے این دو خلیع اعتقادی و علمی میسر نیست۔ و ناگید نماید کہ در لغت
مجموعہ مستند احتیاط رنگ مرغی در۔ و ہر چه بد خورد و زہر خاہد بیاید

تناول نه نمايد تا فتویٰ شرعیّت غرادرین باب درست نکند. باجمعه
 در جمیع امور کریمه ما انکم الرّسول فخذوه و ما حکمکم عنّه فانّهم
 ۵ انصیب عین خود سازد. حال طایبان اند و امر قالی نیست، یا از بل
 کشف و معرفت اند یا از باب جهل و حیرت. اما بعد از طی منازل و دفع
 ۱۰ حجب هر دو طائفه و اصل اند و نفس وصول مرتبه نیست یکے
 برد گیرد، چنانکه در شخص بعد از طی منازل بعد از یکجه می رسند
 کے منازل راه را نماشا کرده رفت و تفصیل هر کدام از منازل را بقدر
 استعداد خود دانسته رسید. و دیگر کے از منازل راه چشم دوخته رفت و
 ۱۵ بتفصیل اطلاع نیافته بکجه رسید. هر دو شخص در نفس وصول بکجه
 مساوی اند، هیچ کدام راز و دانی نیست درین وصول برد گیرد،
 اگر چه در معرفت منازل راه متفاوت افشاده اند و بعد از رسیدن
 بمطلوب هر دو راجع لازم است یکان لمعرفه فی ذات الله تعالی
 ۲۰ جمل و عن المعرفه. مانند است که قطع منازل سلوک بدین
 از طی مقامات عشره است. و طی مقامات عشره موطا باین تجلیا سب
 ثلثه است تجلی افعال و تجلی صفات و تجلی ذات. و این مقامات
 غیر از مقام رضا همه وابسته تجلی افعال و تجلی صفات اند، و مقام رضا
 موطا بتجلی ذات است، تعالی و تقدّس، و محبت دانی که مستلزم
 مساوات ایلام محبوب است با انعام او نیست بمحب. پس لا جرم
 ۲۵ رضا محقق شود و کراست بر خیزد. و همچنین لمورغ این جمیع مقامات،

بحد تکمل، در وقت حصول تجلی ذاتی است که فنا کے اتم و البتہ بآفت است۔

اما حصول نفس مقامات تسعة در تجلی افعال و تجلی صفات است۔

مثلاً ہر گاہ قدرت اور اسمی نہ رخود و بر جمیع اشیا مشاہدہ نماید، بے اختیار

بنوبہ و انابت رجوع کند، و خافت و ترسان، شد، و در عتیبہ خود سازد،

در ہندو ساریت او صبر پیش گیرد، و بے طاقتی بگذارد۔ و چون مولائے نعم

اور ادا داند، و اعطا و منع زد و تناسد، بچند، ناچار در مقام شکر آید، و در

توکل قدیم راسخ بند۔ و چون عطوفت و مہربانی مجلی شود در مقام رجا

در آید، و چون عظمت و کہ یائی و مشاہدہ نماید، و دنیا کے دئی در نظرو

خود و بے اعتنا در آید، ناچار بے رشتی در دنیا پیدا شود، و فقر اختیار

کند، و زہر دین خود گیرد۔ اما نماید نسبت کہ حصول این مقامات

بتفصل و ترتیب مخصوص بسالک مجذوب است۔ و مجذوب سالک را

طے این مقامات بر سبیل اجمال است۔ چہ اور غنایت ازلی رفتا و بخت

ساختہ است کہ بتفصیل بہت نفی و اندر پرداخت۔ در ضمن آن محبت زبدہ

این مقامات، و خلاصہ این منازل، بروجہ اتم اور احاصل است۔ کہ

صاحب تفصیل را بسر نشدہ است۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی۔

۱۱۔ منہا طالب رہا کہ ہمام در نفی آہستہ باطلہ

آفاقی و انفسی نماید، و در جانب اثبات معبود حق، ہر چہ در حوصلہ

فہم و دہم اور آید، آتر نیز در تحت نفی داخل سازد، و اکتفا بوجودیت

آن نماید۔ اگر چہ وجود رہم در آن موطن گنجائش نیست۔ ماورائے

وجودیاد بر طبقہ علم کے اہل سنت زب گھنہ مدکہ وجود واجب تعالیٰ
 زائد است بر ذات او سبحانہ۔ وجود را معین ذات گھنہ وورے
 وجود، مرد بگر جناب ناکرین، ز فصورہ صرست۔ ذل استبہ
 علاء اند ذلکہ قوی عینہ تو جودیت تہ میبٹ نوذوذہ اس دروش
 را چوں ز عالم وجود لائند ز اندر نہ چند گاہ کہ معلوب حال بود
 خود را از روئے علم بقندی از اہل اسلام می نمود۔ با بجمہ مر حسہ
 در حوصلہ ممکن در ہر طریق اولی ممکن شائد فہمخازہ مر ذلکہ
 تخیل یحییٰ اللہ یملکہ الایا تخیل عن معرقیہ۔ کسان کنندہ
 ازین فنی سدو بقا ناستہ ممکن و جب گرد۔ چہ آب محال است و
 منلزم قسب حدیق۔ س حین ممکن و جب نرودنی ر ہر از ادراک
 و جب تعالیٰ قسب ممکن نہ است

غنا سکار کس سودد مہ ز جس کا ہی ایہیہ مادہ است مشام
 بلند ہمتی ہمیں صوہ طیف را می جوہر کبریا رویدہ است و اسح
 نام و شان از وہد سودد جسٹ ہستہ کہ مصیبت می خوبند کہ اس
 عین خود یابند و قرب و معیت پدید آید و

آیات نہ میں مستند۔ رب و السلام
 ۱۲۔ منہا حضرت خود نفسند و جس نہ تعالیٰ سترہ
 الاعدس فرمودہ۔ مذکہ ہر یک زمنا کجا را در جہت است و آئینہ
 مر مشل جہت۔ کہ اس کلمہ قدسیہ را میں زبان ہیچ یکے ز قلم نہ

پس خانواده بزرگ بیان کرده است، بلکه شایسته و مرتب در آن
باب سخن نرفته. این حقیر فصل بعضی از چه رسیده که در سرچ آن
قدم نماید و در کشف آن زیور کند بدو. چون حضرت حق سبحانه و
تعالی بحسن فضل خوشتر از این معیار بر این عصر رسیده و حقیقت
آن کما سعی و نمود، بحدی که این نیکوگون به بیان بسیار
در ملک تحریر کنند و بزرگ ترین درجه نرسیده. حدیثی که
نواره شده در آن است نموده آمد و در آنست که
يُتَعَدُّهُ لِعِصْمَةٍ وَآيَاتٍ مِّنْهُ

پس نسبت که در آیه شریف است که در آنست
مِنَ الرُّوحِ وَنَفْسٍ وَنَزَّاتٍ وَجِبِّهِ رُوحٌ رَّحِيمٌ در سه مرتبه
از سه مرتبه در روایت و معنی است که در آنست که
می گردد و علوم و معارف آن هر دو تا هم که در آنست که
فایده می شود که در آنست که در آنست که در آنست که
در آنست که در آنست که در آنست که در آنست که
نسبت به این می شود. حال آنکه در آنست که در آنست که
مستند گردانیده اند که در آنست که در آنست که در آنست که
بطاقت است در آنست که در آنست که در آنست که در آنست که
و تیر و حق و ای که از آنست که در آنست که در آنست که
پس سیر به اینست که در آنست که در آنست که در آنست که
در آنست که در آنست که در آنست که در آنست که

قلب۔ ویسیر البطن بطون کن می رسند، وعلوم و معارف ایں
ہر شمش لطیفہ در مقام قلب مکشوف می گردند، اما غنوی کہ مناسب
مقام قلب اند۔ ایں است یٰٰنِ کَلَمُ قَدْسِیہ حضرت خواجہ قدس اللہ
تعالی سرور۔ ین حقیر یادیں مقام برکت ایں بندہ گواراں مزید بر مزید
است، و تدقیق بعد تحقیق و کلمہ کریمہ و مَدَنِیَّةُ رَبِّکَ حَدِیثُ
رہزے از اں مزید و اشارتے از اں تدقیق می نماید۔ وَ مَدَنُ سُبْحَانَهُ
الْعِظْمَةُ وَ التَّوْحِيدُ

بدانکه قلبی قلب نیز متضمن لطافت است بر قیاس قلب.
سیکن در قلب قلب واسطه یکی دایره و دیگر دو لطیفه است
شده مذکوره بطریق جزئی ظاهر می شوند لطیفه نفس و لطیفه احق.
اولی که العارفین صفت میدادند در مرتبه اول که آنکه لا یظهر
فیما یحقق ابصار و تدان الخ کما فی القلب میدادند در مرتبه دوم که
الا آنکه لا یظهر فیما یسرر بعد مع ظهور نفس و الروح فیرو
فی مرتبه اولی که لا یظهر فیما یسرر و خفیة انصافه فی الاقل
معرض و تبیک صورت را ایضا در مرتبه اولی که لا یظهر

وَمِمَّا يَنْتَبِهُ أَنْ تُحْتَمِ هَهُنَا مِنْ تَعْمُرِ الْمَعْرِفِ الْعَالِيَةِ
يُسَوِّدُ بِلَيْسَ مَا هُوَ كَمَا لَيْسَ بِهِيَ وَنَدَى تَعَالَى قَدْ تَوَضَّعَ
النَّوْشُ أَنْ تَحْتَمِ مَا تَحْتَمِ فِي الْعَالَمِ يُكْثِرُ تَقْصِلاً فَهُوَ طَاهِرٌ
فِي الْعَالَمِ الصَّغِيرِ أَجْمَلًا وَتَعْنِي بِالْعَالَمِ الصَّغِيرِ الْإِنْسَانَ فَإِذَا

صِقَرِ الْعَالَمِ الصَّغِيرِ وَتَوَرَّطَ فِيهِ بِطَرَفِيهِ أَيْدِي بَيْتِهِ جَمْعُهُ مَا
فِي الْعَالَمِ الْكَبِيرِ تَقْصُودُ بِلَا تَهْ يَنْصِفُ لَيْلَةً وَالتَّوَرَّطُ قَدْ اسْتَعْمَلَ
وَعَادَةُ فَزَالَ حُكْمُ صِغَرِهِ وَتَوَرَّطَ فِيهِ فِي الْقَرِيبِ تَرَى يَسْمُوهُ
مَعَ الْعَالَمِ الصَّغِيرِ كَيْسِيَّةَ الْعَالَمِ الصَّغِيرِ مَعَ الْعَالَمِ الْكَبِيرِ مِنْ
الْإِحْتِمَالِ وَالتَّقْصِيدِ - فَإِنْ دُعِيَ الْعَالَمُ الْأَصْغَرُ بِدَرْجَتِهِ هُوَ عِلْمُهُ
الْعِلْمُ وَدَرْجَتُهُ الْخَلْقُ الْقَارِيَةُ عَلَى صِفَتِهِ جِلْدُهُ أَيْدِي بَيْتِهِ
وَمَا مَاتَ فِي الْعَالَمِ الْأَصْغَرِ فَهُوَ يَنْدُ وَهَذَا الْعَالَمُ فِي قَلْبِ
الْقَلْبِ بِالنَّبَرِ إِلَى الْقَلْبِ مِنَ الْإِحْتِمَالِ وَاللَّهُ يَعْمَلُ وَطَرَفِيهِ
التَّقْصِيلُ فِيهِ بَعْدَ أَنْ كَانَ مُخْتَلِفًا سَبَبِ التَّقْصِيدِ وَاسْتَوْرَانِيَّةَ
وَعَلَى هَذَا الْيَقَاسِ الْقَلْبُ يَرَى فِي الْمَرْبَةِ الْبَاسِيَّةِ وَالْقَلْبُ
الَّذِي فِي الْمَرْبَةِ الْبَاسِيَّةِ الْبَاسِيَّةِ فِي الْإِحْتِمَالِ وَالْقَلْبُ وَالْقَلْبُ
الَّذِي فِي الْمَرْبَةِ الْبَاسِيَّةِ الْبَاسِيَّةِ الْبَاسِيَّةِ وَاسْتَوْرَانِيَّةَ
وَكُلُّ الْقَلْبِ الَّذِي فِي الْمَرْبَةِ الْبَاسِيَّةِ الْبَاسِيَّةِ الْبَاسِيَّةِ
عَدَمُ إغْتَارِيَّتِي وَتَوَرَّطَ فِيهِ بَعْدَ التَّقْصِيدِ الْبَاسِيَّةِ الْبَاسِيَّةِ
فِي جَمْعِ الْعَوَالِمِ مِنَ الْعَالَمِ الْكَبِيرِ وَالصَّغِيرِ وَالْأَصْغَرِ وَمَا بَعْدَ هَذَا
مِنَ الْعَوَالِمِ الْكَمَا قَرَأَ - فَهُوَ الصَّبِيُّ الْأَوْسَعُ - بَيْسُطًا أَلْبَسًا وَالْأَقْلُ
الْأَكْثَرُ مَا خَلَقَ شَيْءٌ مِنَ الْأَشْيَاءِ بِهَذِهِ الصِّفَةِ وَمَا وَجِدَ أَحَدًا
أَسَدُ مُنَاسِبَةٍ بِصَانِعِهِ تَعَالَى وَبَعْدَ أَنْ مَرَّ بِهَذِهِ السَّطْحَةِ الْبَاسِيَّةِ
فَلَا جَرَمَ يَطْهَرُ فِيهِ مِنْ تَجَاوُزِ أَيَابِ صَدِيقِهِ تَحَاوُزًا مَا لَا يَطْهَرُ

فِي مَدِيدٍ مِنْ مَنِيهِ وَيُنَادِي عَنَى فِي الْحَدِيثِ لَا يَسْعَى أَرْضِي وَلَا
 سَمَاءِي وَيُنَادِي سَعْدِي قَسْتُ عَمْدِي مَوْدِي وَنَعَامِي أَكْبَرُ مَدِيدٍ كَانِ
 أَوْسَعُ الْمَنَاسِكِ مَوْدِي لَا تَزِيدُ كَرَمِي وَتَقْصِبُ كَأَمْسِي لَهُ
 مَعْمَرٌ كَثْرَةُ مَدِيدٍ أَشَدُّ وَلَا تَقْصِبُ مَدِيدِي وَأَسَدٌ خَيْرٌ يَمِينِي سَدِ
 هُوَ الصَّبِيُّ الْأَوْسَعُ وَالْيَمِينُ الْكَاسِطُ وَالْأَسَدُ الْأَكْبَرُ كَمَا لَا يَحْقُقُ
 قَادِ مَعْمَرٍ الْعَرِيفُ الْأَخْبَرُ مَعْرِفَةُ وَأَنَا مَسْرُورٌ هُوَ الْمَقَامُ
 الْغَيْرُ مَزْمُودٌ وَشَرَفُ رُسُلِي سَيُشْرَرُ لَيْتَ الْعَرِيفُ وَلَيْتَ
 لَيْتُوا سَعْدِي وَأَسَدِي مَوْدِي يَمِينِي وَهُوَ الْحَقُّ بِالْوَلَايَةِ
 الْمُحَمَّدِيَّةِ وَالْمَشْرِفُ بِأَمْرِ مَوْدِي مُصْطَفَى عَلَى صَاحِبِيهَا
 النَّبِيُّ وَالسَّادُّ وَالْحَقُّ

وَرَأَيْتُ وَأَنَا سَدُّ فَكُنْتُ رَأَيْتُ نَحْبَ دَائِرِي
 وَلَا يَتِي وَأَنَا كَرَمِي وَأَخْبَرُ مَدِيدِي وَأَنَا مَدِيدِي
 نَحْبُ الْوَلَايَةِ يَمِينِي مَوْدِي مَتَابِ رُسُلِي سَيُشْرَرُ
 يَهْدِي مَدِيدِي وَأَسَدِي لَيْسَ دَائِرِي وَأَنَا مَدِيدِي
 فَخْصُوصَةً بِأَخْبَرِ الْمَزِيدِي وَنَحْبُ يَمِينِي مِنْ هَذَا الْكَمَالِ
 يَصْنَعُ هَذَا هُوَ يَهْدِي لَيْسَ لَيْسَ لَيْسَ لَيْسَ لَيْسَ
 هَذَا الْكَمَالُ وَلَا أَلْزَمُ مَدِيدِي وَأَنَا مَدِيدِي وَأَنَا مَدِيدِي
 الْعَرِيفُ الْأَخْبَرُ وَنَحْبُ يَمِينِي مَدِيدِي وَأَنَا مَدِيدِي
 مَدِيدِي وَهُوَ يَمِينِي مَدِيدِي وَأَنَا مَدِيدِي وَنَحْبُ يَمِينِي

سَيُوجَدُ عَلَى هَذِهِ النِّسْبَةِ الشَّرُّ بَعِيدٌ مِنْ هَذِهِ الزَّمَرَةِ نَحْوُ الْوَلَدِ
فَصَلَّى اللَّهُ يُونُسَ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَابْنَهُ دَاوُدَ وَالْفَصْلُ الْعَظِيمُ
وَحُصُولُ هَذِهِ الدَّوْلَةِ لِقَصْوَى مُنَوَّرٍ بِرِئَاسَةِ طَرِيقِ
الشُّوْكِ وَالْحَذَرِ بِقَصْدِ تَرْبِيَةٍ بَعْدَ مَرَاتَمٍ وَلَا تَكُنْ لِي سَقَامُ
الْفَنَاءِ الْآخِرُ وَالْأَوَّلُ الْأَكْمَلُ دَرَجَاتٍ وَدَرَجَاتٍ وَهِيَ الْأَسْمَى
إِلَّا بِمَالٍ مُتَابِعَةٍ سَيِّدٍ مُرْسِلِينَ وَخَرِيبٍ رَبِّ الْعَالَمِينَ عَدِيدِهِ
وَعَلَى إِلَهٍ مِنَ الصُّلُوبِ الْفَصْلُ الْوَاحِدُ مِنَ الشَّيْءِ الْوَاحِدِ أَكْمَلُهَا
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَنَا مِنْ مُتَابِعِيهِ وَالْمَشْرُوفُ مِنَ اللَّهِ مُنْجَاهُ
كَمَالُ مُتَابِعِيهِ وَالْأَتَاتُ عَلَيْهِ وَالْأَسْمَى عَلَى سِرِّيهِ وَبَرَكَةُ
اللَّهِ عَلَيْهِ قَالَ أَمْسَ وَهَذِهِ الْمَقَارِفُ مِنَ الْأَشْرَارِ الْوَاحِدِ
الرُّمُوزِ الْحَقِيقَةِ مَا تَكَلَّمَ بِهِ أَحَدٌ مِنْ الْأَكْبَرِ وَالْأَوَّلِ وَالْآخِرِ
وَاحِدٌ مِنَ أَعْلَى الْأَصْفِيَاءِ وَبَرَكَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ هَذَا الْحَدِيثُ
الْأَشْرَارِ وَالْأَسْمَى بِصَدْرِهِ جَدِيدٌ عَلَيْهِ وَعَلَى إِلَهِ الدُّنْيَا
السُّلْطَانِ وَالْأَعْمَاقِ فِي الْيَوْمِ الْوَاحِدِ

المراد منه برادر مرزبان بناید وای واحد است

لَيْسَ قَوْلُهُ عَلَى مُعْتَدٍ سَوَاءً وَلَا مُسْتَبِطٍ يَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ
وَعَلَى مَا يُرِيدُ. وَاللَّهُ تَحْصُرُ بِرَحْمَتِهِ مِنْ شَاءَ وَاللَّهُ دَاوُدَ الْعَظِيمُ
الْعَظِيمُ. وَصَوَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِ الْخَلْقِ وَابْنِهِ وَبَارَكَ اللَّهُ
وَعَلَى جَمِيعِ الْأَسْمَاءِ وَأَمْرُ سَلِيمٍ وَعَلَى لَدَائِكَ مُقَرَّرِينَ وَعَلَى

نزول بود با کمال بر ندرت برزخیت یعنی خود مید و نهام در رجوع
 به بر است خواهد یافت، و چون قلب از عالم ادواح صفت نیز در برزخیت
 برض خود بر نمود، و نفس مطمئنه که رنگی از عالم مرن و صفا و برزخ است
 میان قدس و برن به تمام نجایا صفت خود بر نمود، و بدن عنصری که مرکب
 از عناصر اربعه است به عالم کون و مکان مستقر از خود بر یافت
 و بطاعت و عبادت خود بر ریاضت بعد از سرکشی و محو یافت
 و معن خود فی الجمله مشوب لطایف عبادت خواهد بود، مثلا جزو ناری که
 بالذات سرکش و محو یافت طلب است در رنگ آب پس بعین ندانے
 آن حیرت زده خواهد بر آورد، و نفس مطمئنه که از سرکشی باز مانده است
 چه از حق حل سلطان راضی گشت، و حق سخاوت از دایره مرضی گشت، و سرکشی
 از راضی و مرضی متصور نیست - گر سرکشی است از دایره است - باز که
 سید بن طاووس رحمه الله علیه را از السوالت و التثبیت آثار و آثارها
 تعبیر بسیار از سرکشی می بینیم فرموده باشد که نسبت از آن جزو قابی
 است - و آنکه فرموده اند انما السوء شغل المؤمنین و الشیطان
 آفاتی است که فرزند او صفت غیبه و سده و مرد ایر جا
 شیطان انفسی است، هر چه صولت این سلطان نیز گشته است و از
 نرد باز برده - که از تذبذب که استغاثت غیر از دایره
 سینه ای از نفسی که رود که خود رنگ است

و یا مراد از شیطان انفسی است و سلام آن مسلم انتقانی سرکشی

در برزخیت است از عالم ادواح صفت

در برزخیت است از عالم ادواح صفت

و بگویند: وجود است. مگر اگر کمال است تو بدو مکتب نصب نمود
 و جاری است. و مگر عجب و وجود تیر که در آن خسته نباشد همه می دانند
 و مگر در آن راه که نیز مقربین بجهت مستنیران پس است این همه شایسته
 مرتبتی است و پس بفرمانی که می آید از پیشه الهی و ترقی و دست
 چه بعد از حصول این امور که بنده این نفس در راه بجهت رسیدن است
 آن قدر زیادت و پستی و تنهایی و تنهایی و سعادت و سستی و پستی که موجب
 تزیینات بیهوشی می گردد و چون بدین عصری در مغرب خود استغفار
 یافت، بعد از مغرب رفت بطایفه سته و غروب آنها در عالم مریضه آینه
 حلقه آنها در عالم همی بدن خود بداند و کار تمام آنها خواهد کرد.
 بعد از این اگر آنها است بر نفس مضطرب است. و حلقه حقیقت
 جامعه فیه است، و آنچه در حدیث نبوی صلی الله علیه و آله و سلم
 آمده است: «مَنْ أَحْلَصَ قَلْبَهُ لِرَبِّهِ تَزَوَّدَ لَهُ مِنْ رِزْقٍ يُرَى» به ترجمه
 الحکمته من قلبه عن لیسانه «مرد درون قلب خود سستی نه اعلم»
 همی مضطرب است. و در احادیث دیگر این مرد سعادت است، که
 قَالَ قَلْبُهُ حَسْبُهُ وَاسْتَلَامَ لَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَنْ قَلْبِهِ عَرُوضِ
 عین بر مضطرب است و بر حقیقت جامعه که و کلین زغن بر آمده است
 و در احادیث دیگر آمده از تعقیب قلب که قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 وَالسَّلَامُ لِقَلْبِ الْمُؤْمِنِ يَنْبَغُ أَنْ يَصْغَرَ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ ثُمَّ
 وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ يَرْتَدُّ فِي أَرْضِهِ فَلَا يَمُوتُ

وَفِي غَدَاةٍ صَوَّوْهُ وَسَلَّمَهُ لَكَ فَقَبِلْتَ بِطَوْبٍ شَدِيدٍ طَائِفَتَ الْبُحْرَانِ
 وَالْقَبِيلَةِ وَعَدَمَهُ لَكَ بِرَيْسِهِ بِقَدْرٍ مُصْعَقٍ بِرَافِعِهِ بِخِصْفِهِ
 لَا تَقْبَلُ لَهُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُتَكَبِّرٍ رَايَ نَحْيَ عَلَى إِصْبَعِهِ أَنْ
 وَتُجْعَلَ عَلَى يَدَيْهِ وَعَدَمُهُ لَكَ بِطَوْبٍ شَدِيدٍ طَائِفَتَ الْبُحْرَانِ
 بِقَدْرٍ مُصْعَقٍ بِرَافِعِهِ بِخِصْفِهِ بِطَوْبٍ شَدِيدٍ طَائِفَتَ الْبُحْرَانِ
 مُصْعَقٍ بِرَافِعِهِ بِخِصْفِهِ بِطَوْبٍ شَدِيدٍ طَائِفَتَ الْبُحْرَانِ
 بِقَدْرٍ مُصْعَقٍ بِرَافِعِهِ بِخِصْفِهِ بِطَوْبٍ شَدِيدٍ طَائِفَتَ الْبُحْرَانِ
 النَّفْسِ الْمُطْمَئِنَّةِ أَيْ غَرَجَتْ فِي مَقَامِ الْقَبْرِ قَالَتْ اسْتَوْتَابِ أَعْمَى
 وَاسْتَقْبَلْتَنِي بِرُوحِكَ عَيْدِي بِسَقِينِ مُطْمَئِنَّةٍ وَهُوَ كَمَا
 بَرَى مُخَالَفَ الْوَحْدَانِيَّةِ مَا بَوَّزَهُ وَوَضَعَهُ لَعْنَةُ رُوحٍ مِنْ هَذَا
 الْهَامِ الَّذِي أَخَذَ سَنَمُوعَةَ نَعْمَةً لَمْ يَكُنْ هُوَ عَيْدُهُ وَلَا رَحْمَةُ
 صِدْقٍ مَا أَخَذَ رَيْبَهُ وَهُوَ يَنْشَقُّ وَهُوَ يَنْشَقُّ بِأَخْبَارِ الْبُحْرَانِ
 التَّوْبَةِ عَلَى صَارِحِهِ لَصْنُوهُ وَالسَّلَامُ وَالْبَحْثُ وَلَقَدْ تَعْلَمُ
 أَنَّ مَا أَخَذَ رَيْبَهُ مِنْ جَلَاةِ الْمُصْعَقِ وَقَدْ دُرِيَ الْهَامِ عَلَيْهَا وَ
 صِيْرُورَتُهَا صَارِحَ أَحْوَالٍ وَتَوْبِيَّاتٍ مَتَابَرٍ عَلَى الْمُعْصِيَةِ
 الْجَاهِلِينَ الْفَاصِلِينَ عَنْ حَقِيقَةِ الْأَمْرِ وَلَقَدْ عَيْدُهُمْ قَمَادًا
 يَقُولُونَ فِي الْأَحْيَاءِ التَّوْبِيَّةَ عَلَيْهِ وَعَلَى إِلَهِ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامُ
 حَبْتُ قَالَ إِنَّ فِي جَدِّي أَدَمَ لَمْصَعَةٍ إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ
 الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ

جَعَلَ صَلَاتُهُ نَعْلًا عَلَى عِلْدِهِ وَبِهِ وَسْطُهُ مُصْغَعًا عَلَى قَلْبِهِ عَنْ
سَبِيلِ الْمَلَاعَةِ وَبَادَ صَلَاحَ حُسْنِهِ وَشَدَّ رَهَ بَصَلًا جَهَادًا
فَدَاهَا بِقَتْلِهِ رَهْدِهِ الْمُصْغَعَةِ مَتَوَرِّعًا عَلَى الْحَبِيبِ وَانْ
رَهْدًا كَاتَ عَلَى سَبِيلِ الْبَشَرَةِ وَجَدَّ

وَأَعْلَفَ رُؤُوسَ تَقَاتَرِ الْحُسْنِ نَتَوَبَ الْبَرِّ مَوْ
وَنَ تَقَاتَرِ وَحَدَّ لَعَابُ الْوَالِدِ وَخَدَّ لَعَابُ الْوَالِدِ
وَهَ مَا جَرَّ مَنَ وَنَ تَقَاتَرِ مَقَدَّ مَنَ تَقَاتَرِ مَقَدَّ
لَيْزُومَ تَقَاتَرِ مَعَهُ حُسْنِ حُسْنِ حُسْنِ حُسْنِ حُسْنِ
الرُّؤُوسَ كَمَا تَقَاتَرِ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ
فِي الْحُسْنِ وَوَلَا رِيكَ تَقَاتَرِ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ
وَتَقَاتَرِ

وَهَذَا الْحَدُّ تَقَاتَرِ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ
مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ
مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ
يَلْمُكَ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ

فِي قُلُوبِ الْبَشَرَةِ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ
هَذَا الْحَدُّ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ
الْبَشَرَةِ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ

فَقَدْ تَقَاتَرِ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ مَقَدَّ

إِنَّمَا لَمْ يَسْكُنُوا يَكْسِفُ الْكَوْكَبَاتِ رُؤُوسِهِمْ وَكُنُفُهُمْ إِلَى الْأَحْمَالِ
 أَمْ يَسْتَبَاحُونَ شَوْءَ فَتَاهِدِ الْعَوَامِ وَدَوْدِيَّةٍ عَنِ الصَّلَاةِ فَإِنَّ
 الْأُمْلَاءَ رُؤُوسَهُمْ بِسَبْطِ صُورَةٍ تَكْرُرُ فِي حُجُومِهِمْ وَالْفَرْقِ
 دَفْعًا لَا يَنْفَعُهُمْ سَبْطُهُمْ لَا تَرَى لِعُتُوبٍ مِنْ تَعْتَبُهُمْ وَأَوْصِيَتْهُ
 فِي الْأَعْمَالِ مَنْ فِي يَدِ كَارِ عَمَلٍ بِسَبْطِهِ وَكَسَفَ عَنْ حَفِيفِهِ
 فِدَايَتَهُمْ مَا لَا يَبْرَأُونَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ وَأَعَدَّ لَصَبِّهِمْ إِمَّا
 بِسَبْطِهِمْ وَكَسَفَ عَنْ تَعْصِي خَوَاصِهِمْ رَأْسَهُمْ دَاخِرَ بِلَدِهِ الصَّاحِبِ
 وَتَشْهَدُ الصَّاحِبِ لِحُجُومِهِمْ أَيْ تَشْهَدُ لَهُمْ وَدَوْدِيَّةٍ وَصَدْرَ وَحَفِيفِهِ
 عَنْهُمْ سَبْطُهُمْ وَاسْتَدْرَكَ إِلَيْهِ يُكَرِّمُهُمْ إِنْ رَأَوْهُ سَبْطُهُمْ مَا يَعْجَبُ
 عَنْ الْمَدَائِنِ فَاتَّهَمَهُ

وَيْتَهُ تَتَّبِعِي أَنْ تَعْلَمَ أَنَّ تَحْسَنَ لَهُ الشَّعَادَ مِنْ أَسْرُوحِ
 تَكْرَارٍ رَاحَتِهِ فِي رُؤُوسِهِ تَحْسَنَ تَحْسَنَ مِنْ تَحْسَنَ تَوَالِدِ تَطْلُفِ
 حَسَنَ صَدْرِهِ تَحْسَنَ تَحْسَنَ مِنْ تَحْسَنَ تَحْسَنَ مِنْ تَحْسَنَ تَحْسَنَ مِنْ تَحْسَنَ
 يَكْفَعَالِي تَحْسَنَ تَحْسَنَ تَحْسَنَ تَحْسَنَ تَحْسَنَ تَحْسَنَ تَحْسَنَ تَحْسَنَ

و چون نفس مطمئنه رو در پیش رو شود چنانکه ماه گذشت ،
 عقل کائنات او در عالم اجساد کجاست و شش و عقل معاد نام
 یافت . بر زمین فکر و درین وجه برین ترست مفسور گشت ،
 و از ندرت معیشت و رخ ندر و تابان دست شد بواسطه نور که
 و از غلط فرمود ندر بر درین مرتبه کما ، بت عقل است .

ناقصه این جا اعتراض نکند که نه این مراتب که در مرتبه عقل
می باشد که در میان معاش و معد محقق شود، که در مبدأ و نبش او
غیر حق سبحان و تعالی هیچ نباشد چه در وجه آخرت.

گویم که این میان در تناسل را در حال شده و در مرتبه
فناقی اند، و این میان بمزاج و در منجوز است. بی جبر و جوع هم است
بعد از حصول چهل دعو و در سب بعد از کسی جمع، و حصول اسد م
خفیه است بعد از طایفه که در م جمیع است و در اسف
کثیر السف که در عقل مراتب بعد از یک کراهه در و در سب عقل را
از این مختصر است و از این ناد نیست بهیچ عقل را یک سب
در تاج و عقل و در سب می توان دانست. کشف صحیح و این هم صریح
در کار است، که مقبوس را در مسئله نبوت است. و در مسئله
تعالی و تسمیه که علی جمیع الالهیه و من سبب غیبه و انوارهم
جذب الله خصوصاً.

اگر پرسند که در عبارت متنازع واقع شده است که "عقل
ترجمان روح است" معنی آن چه باشد.

گویم که علوم و معارف که جمیع روحانی از مبدأ و فیاض فائض
می شود، قلب که در عالم روح است اخذی کند ترجمان آن عقل است،
که آن را هر دو شخص ساخته شایان فهم گرفتار این عالم خلق می سازد،
که اگر از ترجمانی نه کند فهمیدن آن متعسر است بلکه متعذر. و چون

مصدقہ قلب خبیثہ خبیثیت جائعہ قلب است حکیم اصل پیدا کرده است،
و واقعی و نیز متقی روحانی نشند و محتاج بہ رحمت تبارک است

بیدار نیست کہ در بے عقلی معذمی تبارک کہ باعث شوق بہ مجاورت
عقل مطہنہ می گردد، بکہ اور ہماں تبارک می رسد، غالب رہتی و حالی
می گردد، و این میان مغض و تندر نہ بمصعہ فسقہ قرار می یابد، رات
بنا در روز، بر اثری لیسہ در نہ وقت و جہاں قلب خود چنان
خود گردد۔ در وقت عفت و معذرت و تبارک، جزو تبارک کہ
در بے "باحت و عفت" رہد، در نہ می رسد، و تبارک می رسد،
و تبارک معذرت است، معذرت می رسد، و تبارک معذرت است، و تبارک
اروسہ را اہل گردانند، ہماں عقلی عقل مطہنہ می رسد و تبارک
مستحق می سازد پس در تبارک خبیثہ قلب معذرت تبارک و تبارک
مستحق عقل مطہنہ جزو تبارک گشت و

نہ در میں وجود میں آنکہ کبہ کے عشق

و جزو ہوی نہایت بروح دارد ہذا در وقت وصول سالک و عروج
آن مقام ہو بگاہ، شد کہ ہمیں ہو بہ عنوان حقانیت بداند۔ و گرفتار آن
بماند، جایہ در مقام روح ہمیں بہود دست می دہد و گرفتار می ماند
بعض اہل متبحر گف اند کہ سی سال روح رہد، آن رسیدم، و چون ازاں
مقام گذرا پس در حق، ترا ظل جدا شد، و این جزو ہوائی واسطہ متناہست
بہام روحی در س قلب و ہم مقام روح می گردد، و در بعض امور حکم روح

پیدامی کند و جزو آبی مناسب بکفایت جامع فلیه درده و بهیض فضل و
 کیمیا شامی رسد و خفته برین امواج شقی میجی " بزرگسبانه
 بسنغه قلبیه است، و جزو ارضی جزو عظمی قالب است بعد از
 نظیر از لوبه دماغ و خست که از عصب دماغ و بهیض که در قلب
 درین قالب اومی گردد، و بهیض در قلب تکمیل و پیدامی کند و در قلب
 آن می گردد، و درین بواسطه بهیض است، و بهیض در قلب فی
 الحقیقت جزای اوست و بهیض در قلب می گردد و بهیض در قلب
 او مرکز عالم درین دشت معانیست و بهیض در قلب می گردد و بهیض
 در قلب و درین متعلق است، و بهیض در قلب می گردد و بهیض در قلب
 بهیض است که رجوع به پدید درده

بدان که روح با امواج و توجع خود در حیطه روح و معانی خود
 رسیده بود، اما چون هنوز ترسید و لب درین دشت توجع مایل
 عالم در کار بود، و چون معانی و امواج روح بهیض در قلب می گردد و بهیض
 حقیقی و قلب و نفس و عقل متوجه بهیض درین حیطه و توجع بهیض در قلب
 گشت، و بهیض درین قلب اعراض نمود، و قلب بهیض در قلب خود متوجه
 مقام نمود و بهیض درین روح بهیض درین معانی بهیض درین معانی
 است، و بهیض درین معانی بهیض درین معانی بهیض درین معانی
 طاعت و بندگی رخ است. این است معانی و توجع بهیض در قلب
 شمیمانه الموفقین بیدار است

می نماید این آن غفلت است که بهوت در دماغ فصل می گردد نذر
غیر رعیت نه ضرر است، آن آن غفلت است که سبب آن غفلت زیاد
رابطه بر آن غفلت می گردد، آن آن غفلت است که
صدیق که حتی امت توئی غفلت در دماغ می نماید و اگر می فرماید
آن غفلت است که سبب آن غفلت است که حضور کعبه و آدم
و ست، این آن غفلت است که وصول مقدمه وصول و سبب،
این آن غفلت است که صورت سر است و کعبه و رفع،
این آن غفلت است که خوش روحام مشبه می سازد و قباب
کما لایست این می گردد و

گر بنویسم شرح این بے حد نمود
اشیاء بدت علی اکبر و سطره سید من نور اهدیه اسلام
علی من استقامت و سطره سید من نور اهدیه اسلام
اصوات و سطره سید من نور اهدیه اسلام

۱۴۰. منتهی الحسین رب حانیت می سطره و سلم
در میان سائر سطره و سطره و سطره و سطره و سطره
است، و این دولت رفوای جمیع مذات است مخصوص، و کمال
تابعان و در این مقام قاع صلب است گفته نشود که برین
تقدیر لازم می آید که مگر این است فصل باشد بر این و این
خلافت معقداً است و جماعت است، رضوی مدنی علیهم اجمعین.

نه مانند اصفیاج بغیر از من نیاید و در تبت عینیت وجود ذات را
 جل سلف - محتاج مادته متطاوئه مردم، و مخافت گردد، بسم مرجع
 اهل سنت و جماعت را چه این بزرگو را بنوعیت وجود حق نیستند
 وجود را ندیده اند و پوشیده است که حکم را در حق وجود مستلزم خلق
 واجب است تعالی و تقدس بجز آن وجود ندارد و تعالی و تقدس
 موجود است و آنرا در خود او گویند و از وجود حق نام نگیریم .
 هم چنین میگویند این در سبب می گردد و هم در حق صاحب که
 حق ذات دانند و انکسار می خود و فرق واضح است در میان آنکه
 واجب بر تعالی بذات خود موجود نیست و بعد از خود در حق نام او و
 در حق نام او خود موجود نیست و در وجود را بنوعیت ذات ارباب کردن .
 خداوند تعالی میفرماید: *لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَ أَيْدِيهِمْ وَلَا يُحِيطُ بِشَيْءٍ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ*

۱۹- هتیهما از خصایص حب و جد است تعالی و احدی
 که در باب خود موجود بود و بعد از خود وجودیت وجود محتاج نبود - برابر است
 که وجود را بنوعیت ذات بگیریم یا در بذات بگیریم و تقدیر عینیت و تبادلی
 متحد و لازم است و چون ضرب حق بی و تعالی در سنت بر آن
 باری شده است که هر چه در مرتبه و جوب است نمونه آن در هر مرتبه
 امکان ظاهر سازد و بیل: *أَحَدًا أَوْ كَثِيرًا* - نموذجین خاصه در
 عالم امکان وجود را ساخته است که وجود هر چند موجود نیست و از

نه بر تقدیر عینیت احتیاج به آن متطلوب و غایت محمد دلی است در تقدیر احوالات اعیان و انوار

اگر گویند که چون واجب از چوبی معنی و قدس مداد خود موجود
باشد پس واجب از معنی موجود گشتن کند امر معنی را به معنی موجود
مقتضی است. **وَالْوُجُودُ هَبْ وَكَأَنَّكَ تَقْرَهُ أَصْلًا**

جواب گویند که آری و او را که واجب و حجب معنی و قدس
آن موجود سوزد و واجب معنی مفهومی است و نه وجودی که بطریق غرض
عام مداد و معنی را تصور شود و در شش ماهی تمهیل گردد اگر چه
بهم آن وجود و حجب را همان موجود گویند می‌تواند دارد و هیچ محدود
نارم نباید **وَالسَّلَامُ**

۳۰ - منها بتر - پسیم حدیث را که در خط شریف است و مرئی
گردد و معلوم شود و در همه و حال گنجینه مشهود و مرئی و معلوم و
معلوم و متقین در رنگ شایسته وانی و خانه و وایم و مجلس مصنوع و ایام
محدث است **وَج**

آن غم که در دهر آن گنجینه

مقصود رسیده بود که حق تعالی است. حجب و چوبی باشد. مکانی را. **وَالْوُجُودُ هَبْ وَكَأَنَّكَ تَقْرَهُ أَصْلًا**
و در عبارتی بهر آیه آنکه مذهب را در فیه آید و نه فیه
عقد شکار گشتن و دام بهر حجب کای بی همی بهر سناب دام
بِهِ آتِ اسْرُؤِيَّةً فِي الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّكَ مِنْ رِيَّةٍ وَكَأَنَّكَ تَقْرَهُ أَصْلًا
يَقْضُونَ قَوْلَهُ الْعَوَاقِمُ عَنِ ذَرْكِهَا لِأَجْلِ ذَرْكِهَا فِي الْخَوَاصِرِ قَاتِلَةٌ لَهَا
نُصْنَائِمٌ ذَلِيلُ الْمَقَامِ فِي الدُّنْيَا وَالدُّنْيَا لَمْ تَكُنْ تَرَوْنَهُ وَالتَّلَامُ

عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى.

۲۱- **منہا** بہرہ دید و دانش می آید و بعد است و در ضرب

و طاق منزل، و مصوب است کہ از جمع خود منزه و تبرا شد پس
ماورائے دیوریش و را بہ حبس، اس معدن در سوا خط عقل است،
چہ عقل ماورائے دید و دانش را جستن محسوس می دانند

را در دور دور و در مسافت کس و آن سبب صوفی عارفانند

۲۲- **منہا** سلسلہ است از غور است، و قید سے

باور ادنیافتہ است، چون در آت مصد جوہرہ در عکس و با مکام
آن مرات منصف گسہ بعد و خود و مذابہ لاجرم در دیوریش پیدا پس انفا
در دیوریش انکشاف عکس است از عکس آن مطلوب، بند ہماں
بجوز و موز میر نشوند، اِنَّ اللّٰهَ شَیْخُوْنَا فَاُتِیْتُ بِمَعْنٰی اِلٰہِیْمَہِ مَعْنٰی
اِنَّ اللّٰهَ شَیْخُوْنَا فَاُتِیْتُ بِمَعْنٰی اِلٰہِیْمَہِ مَعْنٰی اِلٰہِیْمَہِ مَعْنٰی
اِلٰہِیْمَہِ مَعْنٰی اِلٰہِیْمَہِ مَعْنٰی اِلٰہِیْمَہِ مَعْنٰی اِلٰہِیْمَہِ مَعْنٰی اِلٰہِیْمَہِ مَعْنٰی

۲۳- **منہا** در اوائل حال می بینیم کہ در مکان طواف می کم

و ہمراہ جمع دیگر نیز ہماں در آن طواف شریک اند، اما بطورے بسر آن جماعت
بحدے است کہ تا من یک دور طواف را ناختم می رسانم آن جماعت
و ہر دوہ قدم مسافت را قطع می نمایند، در آن اشام معلوم می گردد کہ
در آن مکان فوق العرش است، و چہ طواف کنندگان با تکبیر مہم اند،
عَلَى نَبِیِّنا وَعَلِیْہِمُ الصَّلٰوٰتُ وَالتَّسْلِیْمٰتُ، وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ

ظلمت و کدورت در محلی بهموارد مصفا اگر چه اندک باشد بیشتر می شود
از آنچه در محلی باهموار و غیر مصفا اگر چه بیشتر باشد لیکن طلب صفات
بشریت در عوام در کثرت مرایب می کند و در قانت و نسب و روح
می دود و در خواص این ظلمت مقصور بر قالب و نفس است و در اخف
خواص نفس نیز از این ظلمت مبرا است، مقصور بر قالب است و بس.
و ایضا این ظلمت در عوام موجب نقصان و خسارت است و در خواص موجب
کمال و نصارت، همین ظلمت خواص است که ظلمت است و هم زایل می گرداند
قلب هائے ایشان را تصفیه می بخشد و فساد را ترک می دهد اگر این ظلمت
بدیده نمی بود، خواص را بعوام هیچ راه مناسب نمی کشود و راه افاده و استفاده
مسدود می نمود، و این ظلمت در خواص آرد، قدر نمی آید که مکرر سازد،
بلکه ندانست و استغفار که در نهانست و درست می دهد چندین ظلمت و
کدورت دیگر، اسم رواند و ترسای می فرماید همین ظلمت است که در
ملائک معفود است، و بسبب آن راه نرفتی مسدود و اسم ظلمت روی
از قیل مذخیر یسیه الدائم است عوام کالاعوام صفات بشریت
ایل الله را در رنگ صفات بشریت خود می دانند و محروم و مخدول می مانند
قیاس غائب بر شایع مدست، هر مندم را خصوصیات علیهمه است
و هم محل را لوازم جدا و السلام علی من اتبع الهدی و السلام
ماتعنه المصطفی علیه و علی آله الصلوٰت و التسلیات.

۲۵. منها آدمی تا زمانے کہ گرفتار علم و دانش است، و بتقویٰ

باسوی متقش، خوار و بے اعتبار است. نیان باسوالے شرط راه است، و این
فتاے ماعدہ آفدم بیسگاه. تا آئینه باطنی از رنگار مکان زدوده نگردد، این
ظہور حضرت و جوب محال است، چه جمع علوم امکانی با معارف و خوبی از
قبیل جمع اضداد است. این جا سوالے سفت قوی، و آن آسب که چوں عارف
را به بها مشرف می سازند، و برائے تکمیل ناقصاں بازش می گردانند، علوی که
زائل شده بود خود می نماید. برین نقد بر علوم امکانی با معارف و خوبی جمع میگرد
و نوای را جمع صدین گفته. و آن آن است که عارف باقی با شریک دست
حکیم بر خفیت پیدا کرده است. گو یا رزخ است یقین الوحوب و ایمان
و منصف رنگ بر دو مقام. درین صورت اگر علوم و معارف بر دو مقام جمع
نمود چه سوال. زیرا که محل اجتماع صدین واحد ندارند، گو یا متعذر
گذاشت. فلا حتمه

۲۶. منها معلوم است، که در مرتبه فزائل شده بودند بعد از

به اگر رجوع نمایند، قطع در کمال عارف رزم ندارند، بلکه کمال و مست درین
رجوع، بلکه تکمیل، و مربوط بهمین رجوع است. چه عارف بعد از بقا متعلق
با خلاق شد است. علیم اسرار و احب العالی عن کمال است. و صدق آن
موجب نقصان. کذا حال العارف المستحیی و الشریذیه آت العالم
فی التمكن تحصيل محصول صورته مغنوم فیته قد جرمه تتأثر
العالم محمول صورته لمعلوم فیته و تمت کمال العلم از مد کان

التَّائِمُ فِي الْعَالَمِ أَكْثَرُ فَيَكُونُ السَّعِيرُ وَسَاوَتْ فِيهِ أَدَسُهُ وَأَسْطُ
 فَيَكُونُ نَقْصًا فَلَا تُدْرِكُهَا لَيْبٌ مِنْ نَفْيِ هَذِهِ الْعُلُومِ مِنْ كَلِمَاتِهَا
 وَفِي الْإِسْتِثْنَاءِ الْأَشْيَاءُ جُلُّهَا وَالْعِلْمُ فِي الْوَاحِدِ تَعَالَى كَثُرَ كَذَلِكَ إِذَا
 هُوَ مُتَعَانٍ مُتَعَرِّفٌ مِنْ أَنَّ تُحَرِّفَ فِيهِ صُورَ الْأَشْيَاءِ الْمَعْلُومَةِ نَلْ
 يَتَلَفَّفُ الْأَشْيَاءَ عَلَيْهِ تَعَالَى تَجَرَّدَ تَعَالَى الْعِلْمُ بِهَا فَتُسَمَّى
 لَا يَتَغَيَّرُ بِذَلِكَ وَلَا يَصِفَانِي وَلَا فِي أَعْيَالِهِ يَحْدُوثُ الْأَلْوَانِ وَ
 الْعَارِثُ الْمُتَعَلِّقُ بِصَوْنِ مَعْلُومَةٍ هَذِهِ الصِّفَةِ فَلَا يَحْتَلُّ فِيهِ صُورُ
 مَا مَعْلُومَاتِ الْأَشْيَاءِ فَلَا تَأْتِي فِي حَقِّهِ فَلَا تَعَيَّرُ وَلَا تَلَوَّنَ فَلَا
 يَكُونُ نَقْصًا بَلْ كَمَالًا هَذَا الَّتِي مِنْ عَوَامِيزِ الْأَمْرِ أَرَادَ إِلَهِيَّةَ
 حَصَّ اللَّهُ شُبَّحَانَهُ وَتَعَالَى بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ بِذَلِكَ حَنِيبِ
 عَلَيْهِ وَعَلَى إِلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامَاتُ آمَنَ هَذَا الْمَلَكُ

۲۷- منها این دعوی را دو اند هم مثال از ابدان زمان

انابت بمقام رضا مشرف ساختند اول نفس را با طینان رسانیدند
 و این ابدان بتدریج بمحض فضل از وی باین سعادت مستعد ساختند
 و باین دولت مشرف نشد تا زمانه که پرتو از رضائے آن حضرت جل سلطان
 بر تافت. قرئین النفس المضمینة عن مولاها و رضی مولاها
 و اعلم ان محمد بن شبحان علی ذلک حمد الکنز الطیب مبارکافیه
 مبارکافیه و کما یحب ربنا و یرضی و الصلوة و السلام علی
 رسولہ محمد و آلہ کما یخری.

اگر گویند که چون نفس راضی شد از مولای خود پس معنی دعا و طلب دفع بلا چه باشد؟ گوئیم که رضا از فعلی مولای تعالی مستلزم رضا از مخلوق اوست، بلکه بیاسست که رضا از مخلوق مستفیع باشد و رنگ کفر و معاصی آن پس رضا از خلق قبیح یارم باشد و کرامت از نفس قبیح واجب. هرگاه مولای تعالی از نفس قبیح راضی نباشد بنده چگونه راضی شود، بلکه بنده در این صورت مأمور بشدت و غفلت است پس کرامت از مخلوق منافی رضا از خلق آن نباشد. پس طلب دفع بلا را معنی مخسن باشد و جمیع که فرق نه کرده اند در میان رضا از فعل و کرامت از مفعول در وجود کرامت بعد از حصول رضا در اسکال مانده اند و در دفع آن تکلفات نموده اند و همانند وجود کرامت منافی حال رضاست. معام رب۔ وَأَتَىٰ مَا حَقَّكَ بِهِ يَهْدَاهُمَ اللَّهُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ إِنِّي مِنَ الْمُهْتَدِينَ

۲۸۔ منتهای آرزوئی آن داشت که وجبه پیدا شود

وحید در مذہب حنفی تا در خلاف اہم ذات فاتحہ نموده آمد۔ ہر گاہ قرائت در نماز فرض باشد از قرائت حنفی عدول نموده بقرائت حکی قرار دادن معقول نمی شد، تا آنکہ در حدیث نموی آمدہ غِبْرَةُ بَصْنُوَّةٍ وَالسُّكْلَامُ لَا بَصْنُوَّةَ إِلَّا بِقَائِمَةِ الْكِيَاةِ ابابو سطہ رعایت مذہب بے اختیار ترکیب فراموشی کرد، وین ترکیب را قبیل ریاضت و مجاہدہ می شمرد۔ آخر الامر حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ببرکت رعایت مذہب کہ نقص از مذہب اتحاد است حقیقت مذہب حنفی در ترکیب قرأت ماموم ظاہر ساخت۔

یا وقرأت حکمی از قرارت حقیقی در نظر بصیرت زیبا تر نمود، که امام و ماموم
 همه با اتفاق در مقام مناجات می ایستند. لکن المصطفیٰ سناجی رقیب
 و امام را درین امر میتوامی سازند پس امام هر چه می خواند گویا در زبان
 قوم می خواند. در سنگ آنکه جماعت پیش پادشاه عظیم الشان بحاجت بروند
 و یکی را پیشوا سازند تا از زبان همه اینها عرض حاجت نماید، برین تقدیر
 اگر دیگران نیز با وجود تکلم پیشوا در تکلم آیند داخل شور و ادب است و موجب
 عدم رضائے پادشاه. پس تکلم حکمی از جماعت که زبان پیشوا ادا می یابد بهتر
 است از تکلم حقیقی این ها. همچنین است حال فرارب قوم با وجود قرأت
 امام که داخل شعب است، و از ادب مستبعد و موجب تفرق که منافی
 با اجتماع است. و اکثر مسائل خلائی میان حنفی و شافعی ازین قیل است.
 و آنکه ظاهر و صورت مزج بجای شافعی است و باطن و حقیقت مؤید
 مذہب حنفی، و برین ظاهر ساحت اند که در خلافت کلام حق بجانب
 حنفی است. لکن از صفات حقیقی می دانند، هر چند بطاهر رجوع بقدر
 و ارادت می نمایند لیکن بدقت نظر و نور فراست معلوم می گردد که لکون
 صفت علیحدہ است، علی هذا القیاس

و در خلافت فقهی و اکثر مسائل حق بجانب حنفی متفق است
 و در اقل متردد و این فخر را در وسط احوال حضرت غمخوار و علی آلہ
 الصلوٰۃ و التسلیمات در دافعه فرموده بودند که «تو ز مجتہدان علم کلّی»
 اثال وقت در هر سئله از مسأل کلامیه این فقیر را سئو خاص است و

علم مخصوص - در اکثر مسائل خلافیه که مآثر بدیه و اشاعره در آنجا متنازع
اند در استدائے ظویر آن مسئله حقیقت بجا می آید و اشاعره مفهوم می گردد
در چوں بنور فراست قدرت نظر نموده می آید و وضع می گردد که حق بجانب
مآثر بدیه است. در جمیع مسائل خلافیه کلامیه رائے این فقه موفی آرائے
علمائے مآثر بدیه است. و آنحق که این بزرگواران را بواسطه متابعت
مستب ستمه علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام والجمیۃ شایع عظم است. که
مخالفان ایشان را بواسطه حلیط فلسفات آن شان مستریت اگر چه
بر دود و این از این جن اند از علو سان امام بزرگترن بن بزرگواران
امام اجل سبواسه اکس ابو عبیده رضی اللہ عنہ حه و بعد که اعلم و
آورع و انقائ مجتهدین است. و شافعی و مالک و احمد مسلم
امام شافعی می فرماید: *للقضاة دهمه عتاد و حسمه* معقول است
که امام شافعی حول بزرگواران امام عظم می رفت. رب چهار خود می کرد
و برائے خود عمل نمی نمود و می گفت که منم می آید که در حضور شان عمل بکنم
برائے خود بکنم که می گفت برائے ایشان باشد ترک و رب فاقه خلف امام
می نمود و منون در فخر نمی خواند. بر سرگی سان الی حنفه شافعی دانند
فرمود که حضرت عیسی علی نبینا وعلیه السلام نزول فرماید بمذہب
انی متبعه عمل خواهد کرد و اما که خود محمد بن رسول الله در منقول است
می فرماید و پس بر سرگی الشان را کافی است که معبر و لو بخرم مذہب و
عمل نماید بعد از سرگی ذکر باب بر سرگی تبدیل نمی شود یا قس.

حضرت خواجہ مامی فرمودند قدس سرہ کہ چند گاہ منہم حلیف امام
 بقرابت فاتحہ می نمود، تحریر شدہ امام اعظم را در جواب دیدیم کہ قصیدہ
 ۱۲۰ غزادرید و خود می خواند، و بن مصمون مسند می گردید کہ چند بن ادب اور
 مدہیب من بودہ ہذا ان وقت رب رب فاتحہ حلیف امام نمودم

۲۹. منہا گاہ باشد کہ ہائے تائید را احادیث تعلیم طریقت
 می کنند و در ضمن اجتماع مریدان آن نوافس کا بر آن نافع نامی می رسد،
 حضرت خواجہ نقشبند، مولانا یعقوب چرخ علیہ الرحمہ، پیش از وصول
 بدرجہ کمال اجازت حکیم طریقت فرمودہ بودند، و گنہہ بودید، بے یعقوب
 آنچہ از من پور شدہ است بچہم برسان، و کار مولانا بعد از ان در خدمت
 خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ سرخی می یافت. ہذا خدمت مولانا
 عبدالرحمن جامی در حق است، مولانا را اول زمرہ مرید خواجہ عطار الدین
 عطار می شمرد، ثابتاً بخواجہ غائبیہ نسبت می کند.

و ازین قبیل است کالی مرتبہ کہ اسعد ادبک در جہازہ حباب و لا
 دارد، بعد از حصول آن درجہ، آن مرید اجازت تعلیم طایف می کند و آن
 مرید من وجہ کامل است و من وجہ ناقص، و بعضی است حل مرید کہ
 استعداد در درجہ، سہ درجہ از درجات و این در درجہ کامل است
 و من وجہ ناقص، سہ درجہ از درجہ ہا است، ہماہایت ہمہ درجات
 از یک وجہ کامل در درجہ اول وجہ دیگر حصہ منہم یک شمع کامل
 اورا بعد از حصول مرتبہ سفید دی و اجازت تعلیم طریقت می کند
 شدہ بدین.

پس اجازت موقوف بر کمالی مطلق نشد. باید دانست که نفس بر چند
منافی اجازت است، اما چون کامل کمال ناقص را مایب خودی سازد، و
دست او را دست خودی داند، صریحاً نفس تعدی نمی نماید. **وَاللّٰهُ شَهِيدٌ
اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْأُمُورِ كُلِّهَا.**

۳. منها یادداشت عبارت از دوام حضور حضرت ذات

حالی و تقدس، و این معنی گاه است که مراتب قلوب را بر مرتبه خود
جامع قلب. زیرا که هر چه در کلب انسان است، در قلب بها نیز
باب است، هر چه فرق احوال و عسل است. پس در مرتبه قلب نیز
حضور ذات تعالی و تقدس بر سبیل دوام بسته شود. اما این معنی بصورت
یادداشت است، نه حقیقت یادداشت، و باید درجه پنجم در بدایت
تواند بود که مابین صورت یادداشت است. آتش است در موده با سید، و
حصول حقیقت یادداشت بعد از رکنه نفس و نصفیه قلب است. لیکن اگر
مراد از حضرت ذات، مرتبه و جوب داشته شود، که ذات در این مرتبه
صفات و جویمه است پس مصوب یادداشت است. بجز در بدن بسپود این
مرتبه، بعد از طے جمع مراتب معانی صورت می دهد، و در کلب است
صفاتی نیز این معنی محقق می شود، که ملاحظه صفات درین معنی
حضور حضرت ذات تعالی نیست. و اگر مراد از حضرت ذات تعالی مرتبه
اصد مرتبه تجربه داشته شود، که معرست را سه صفات و نسب و
اعتبارات پس حصول یادداشت بعد از طے جمع مراتب اسمائی و صفاتی

دستی و اختاری منصور شود، و این صبر هر جا که بیان کرده است بآیات
 را بمعنی آخر فردا آورده. هر چند باطلاق حضور نیز رایج است، ملاحظه نیست
 گنایا لا یخفی علی آرمایه. چه او را حضور و غیبت بلد است. اطلاق حضور
 را با لحاظ صفت از صفات در کار است آنچه مناسب لفظ حضور است
 تفسیر یادداشت بمعنی تانی است، و درین تقدیر یادداشت را نهایت کفایت
 باعتبار تهود و حضور است، که فوق این مرتبه تهود و حضور را گنایا بش نیست.
 با صبر است یا اهل یا معرفت، نه آن معرفت که بآن را معرفت دانی،
 که آن معرفت تو معرفت افعالی است و صفاتی، و این مقام فوق معرفت
 اسما و صفات است که در مراحل. وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ
 الْبَرِّ وَعَلَى آلِهِ وَطَرَفِهِ.

۳۱- منها، فی این طریق و وصول نهایت انبساط مر لوط
 بطرف مقامات عشره مشوره است که اولی و اسب و آخرش رضاء.
 پنج مقامی در مراتب کمال فوق مقام رضاء منصور است حتی که رضاء
 اخروی نیز به نسبت مقام رضاء معنی در آخرت باور خواهد داشت.
 و حصول مقامات دیگر در آخرت منصور نیست. توبه آنجا معنی ندارد و درین
 گنجی اس ندارد و توکل تصور ندارد و صبر بحال ندارد آری شکر
 هر چند در آنجا محقق است، با آن شکر از شکر رضاء است نه امر بین
 از رضاء. اگر برسد که در کمال تکامل گامی است که در عین رضاء مضمون می گردد
 و معنی توکل نیز یاد مده می شود و معنی که منافق صبر است نبود می رود.

وگرایست که نصیحت ضایع می شود، وجه آن چه باشد؟

در جواب گوئیم کہ حصولِ این مقامات مخصوصِ قلب و روح است

و نسبت باخصی خواص: بین مقامات در نفس مطمئنہ سیر حصولی می یابد، ان قالب

ازین معنی خالی و بے نصیب است هر چند از سوره و سدت می نند - ۱۸۱

شخصے از شبی پر سید کہ تو دعوائے محبت می کنی و این فرہی تو منافی محبت

است. بشی در جواب او، پس شعر خواند. ۵۵

أَحَبُّ قَلْبِي وَمَا دَرَى بَدَنِي وَلَوْ دَرَى مَا أَقَامَ فِي السَّيَمِ ٤٩

پس مٹائی آن مقام اس ورق نب کا ملے ظہور کہ یہ ضرر رسد ارد در حصول آن

مقامات نسبت بباطن آن بزرگ، و در غیر کامل نقص آن موافق

در کیفیت ظهوری کند باطن و ظاهر را غیب و پیمای گردد و مرانی تو کل

صورت و قیمت ادوات مل می شود و بقلب و قالب بے همتی و اضطراب

پہلوی نامیہ و بروج و بدن کرامت طاہری گرد و ہمیں حیرت

کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ فرمایا اولا نے خود صاحبہ اسماء و سرور

لار کمالیت میں بزرگواراں محروم دانستہ و دریا بھائے آب چہ ہر در اولیا

هنگام است عاصف. و در عدم احتیاج است از مثل، که از نور

یہ دایمیت، کہ محلِ ابدیت، ست۔ و حکمِ رنگِ دروغائے اسِ اسِ

در ادلیا، اگر چه بحسب صورت ماسد فی اسار صفت، آریں سببا

زاولیا، لکل مروع شود راه ترقی مسدود می گردد، و در رنگ نیاک

محوس می مانند و استسلام نمی آید و نیز استغفر فری و برودم به بعد از

عَبْدٌ وَعَلَىٰ إِلَهِ النُّصُوحَاتِ وَالشَّيْئَاتِ آمَنَهُ وَأَمَلَهَا.

۳۳. منها ای پست ایکه اولیائے خود را کردی که باطن ایشان زلال حضرت و هر که قطره از ان چشمه حیات بدی یافت و ظاهر ایشان ستم و تل و هر که آن نگر نیست بموت بدی گرفتار آید. ایشان اند که باطن ایشان رحمت است و ظاهر ایشان رحمت. باطن بین ایشان از اینان است و ظاهر بین ایشان از بدگیشان، بصورت جو نما اند و بحقیقت گدازم بخش. بطاهر از عوام بشر اند و باطن از خواص ملک، بصورت بر زمین اند و بعضی برفذک، بعضی بسان از عقاوت رس است و انیس ایشان بسعدت موسی و اولیائے آلان جزب اللهی هم المعلقون. و صلی الله تعالی علی سیدنا محمدی و آله و سلم.

۳۴. منها حضرت حق سبحان و تعالی اولیا را سترابر. بجه

مستور ساخت است که ظاهر اسان از کمالات باطن ایشان خبر ندارد. فکیف ماعدلے ایشان. باطن ایشان را سبب که بمرتب سجونی و حاکمونی حاصل گشته است نیز به چون است و باطن اسان چون از عالم امر است نیز نصیب امر سجونی دارد، و ظاهر که سر امر چون است حیثیت آن را چه در یابد، بلکه نزدیک است که از نفس حصول آن نسبت انکار نماید. عاقله الجمله لی و غدا له امه ناسخ و ورا بد بود که نفس حصول نسبت را نداند، اما در نزد معلق آن کسب، بلکه با است که نفس معلق حقیقی و مناسبه. و کل یشی لعلو نیک الیسند و دیر لفظ بفر، و باطن خود معلوب

آن نسبت است. و اوردید و دانش رفته است، چه و اند که چه دارد و بگوید
پس تا چاره غیر از عجز از معرفت بمعرفت راه نباشد. لهذا صدیق اکبر رضی الله
تعالی عنه فرمود: **أَلْحَرَّ عَمْرُو دُرِّكَ الْإِذْرَاقُ إِذْ سَهَا**، نفس از آن عبارت
از نسبت خاص است که بخیر از ادراک آن راه است، **لَا تَصَاحِبُ**
الْإِذْرَاقَ مَعْتُوبٌ لَا عِلْمَ إِذْ يَكُنْ دَعِيْرَةً لَا يَعْلَمُ حَالَهُ كَمَا كُنْتَ

۳۴. **منها** شخصی بود در باب بن صوفیای که بیدعت اعتقادی
نبند بود. این غیر در حق او رد داشت، اتفاقاً می بینم که ابیاء و صلوات
الله تعالی و تسلیماً علیهم باجمیعهم جمع اند و همه زبان واحد می فرمایند
در حق آن شخصی که نبش و متا درین اثنا نظری رسید که از شخصی دیگر که
غیر در حق او متردد بود استفسار نماید، درباره او فرمودند: **كَانَ مِثْلًا**
لَعَوْدِ بَابِهِ شُحْنَانَهُ مِنْ شَوْءٍ لَا يُقَابِلُهُ مِنْ طَرَفٍ آيِنَا يُمَا لَا يُجَادِي

۳۵. **منها** بر بن فقیر ظاهر ساحتند که اخلاص قرب و معیت و
احاطه حق سبحانه که در قرآن مجید واقع شده است، از جمله متشابهات
قرآنی است، در سنگ یزد وجه. و همچنین است لفظ اول و آخر و ظاهر
باطن و امثال آنها پس حق سبحانه و تعالی را قریب گوئیم، اما معنی قرب اینست
ندانیم که حیثیت، و همچنین دل گوئیم. اما ندانیم که مراد از اول چه باشد
و معنی قرب و اولیت که در حیطه علم و فهم ما آید حق سبحانه و تعالی
از آن منزله و برتر است، و آنچه در کشف و شهود با آنجه، او تعالی
از آن متعالی و پاک است، و قرب و معیت او تعالی که بعضی از

متصوره بطریق کشف در یافته اند و بآن معنی کشفی حق را سبحانه فریب و
 منع می دانند مستحق نیست، قدری در نزد هیچ مجتهد دارد. و آنچه بعضی
 از علما در تائیل آن گفته اند، و از قریب قریب علی مایه شده اند، در رنگ
 مایه یی است بقدری و وجه است بذات، و مجوز است نزد یک
 مجوزان تاویل، و ما تجوز به دلیل نمی کنیم، و دلیل آن را بعلم من سبحانه
 حواله می نماییم. **وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ شُكَّانٌ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَسْمَأُتُ الْفَقْدُ**

۳۶ - **منها** این نصیه نایز و راگای در اول سب ادا می کرد
 و گاهی باخر سب می گذاشت. در شئی از آنها نمودند که در صورت تاخیر
 ادا شئی نماز و قضا و صحتی کواب رود، و منت دارد که در آخر شب و ترا
 ادا خواهد نمود. **تنبیه** اعمال حساست او تمام سب خست و بسام او
 می نویسد تا زمانه که در ادا نماید پس بر بند و ترا تاخیر زد و نماید
 بهتر باشد. **منه** ذیق این نصیه را در بعضی وقت خیر و غیر از ما بعین
 سید الشریعه و علی آله الصلوٰت و السلام شرح چیز منثور است، و
 در **ایح** تنبیهت ما بعد بعد عدل می ایدارد، **و** سب رسالت و راگای
 دل سب ادا نموده اند و گاهی آخر سب، سعادت خود را در آن می دانند
 که در امری از امور سه سال سرور نماید. **علیه** و علی **الاستیوه** و **الاستیوه**
 اگر چه آن سب به حسب مورد با مد مردم در بعضی من بین اعیان لیل
 و تن سب در دل می دهند. **عجب** می ید از کوتاهی شئی انسان بر اعیان
بای در پییم حوت بعد نخریم. **عشره** حیره ماه رمضان را عکاف

نستسیم، یاران را جمع کرده گفتیم که غم از حق تعالی نیست دیگره کفیده که
تبتل و انقطاع مایه خواهد بود و صد گرفتاری را بحصول یک متابعت
قبول داریم، اما هزار تبتل و انقطاع را به توسل متابعت قبول نه داریم
آری که در مرتبه نگار سبب در آید، زیاده و پستیا و ناسانایان را
وَلَمَّا لَمْ يَكُنْ لَكَ مَعَهُ مَتَابِعَةٌ كَمَا لَمْ يَكُنْ لَكَ مَتَابِعَةٌ وَاعْنِي إِلَيْهِ الصَّلَوَاتُ
وَالسَّلَامَاتُ آمَنَّا وَأَمَّا كَلَامُهَا.

تلمذات
ایضا
در

۳۷- منها و فی را و فاسد است در و سبب بودیم
این فقره از محبت خود که نسبت بخدا می آید سرور داشته غنیه و عینی الیه
الصَّلَوَاتُ وَ السَّلَامَاتُ حسن گفت که محبت آن سرور بر سبب
مسئولی شده است که حق سبحان و تعالی را با وسطه آن دوست می دارم
که ریت محمد است. حاضرین زین سخن در کجی نماندند، اما مجال منی لغت
نداشتند این سخن بهیض سخن را بعد است، که گفته آن سرور در خواب
گفتم که محبت حق سبحان و تعالی بر چه، متبلا یافته است که محبت شمار
جامانده است. این به دو سخن به چند از شکر خبر می دهد، اما سخن من اصناف
دارد، او در عین سداخته، و من در اندک سخن، و سخن او در مرتبه صفات
ست، و سخن من بعد از رجوع به مرتبه ذات. زیرا که در مرتبه ذات تعالی
این قسم محبت را گوی حق محبت. جمیع نسب را از آن مرتبه گویی است.
آنگاه همه حیرت است یا حیل، بلکه ندو. نفی محبت در آن مرتبه می کنند
هر چه خود را ستایان محبت او نمی دانند محبت و معرفت در صفات

است و پس - محبت ذاتی که گفته اند مراد از آن ذات احدیت نیست، بلکه
ذات، بالعطف از اعتبارات ذات است - پس محبت رابعه در مرتبه صفات
است. **وَاللّٰهُ شَمْسُهَا الْمَلِكُ لِيَحْتَوِيَ وَلِيَحْتَلُوهُ وَالسَّلَامُ عَلَى
سَيِّدِ الْبَشَرِ وَالْاَلِ الْاَكْثَرِ**

۳۸ - **منها** شرافت علم بانرازه شرف و رتبه معلوم است.
معلوم هر چند شریف تر، علم آن عالی تر پس علم باطن که صوفیه بآن متازند
اشرف باشد از علم ظاهری که نصیب علمائے ظواهر است. بر قیاس شرافت
علم ظاهری بر علم حجامت و حیاکت - پس رعیت آداب پیر که علم باطن را
انرا خذ کنند با صناعات زیاده باشند از رعیت آداب استاد که علم ظاهرا را
استفاده نمایند، و همچنین رعایت آداب استاد بر علم ظاهری با صناعات زیاده
است از رعایت آداب استاد حجام و حیایک، و همین تفاوت در اصناف
علوم ظاهری جاری است، استاد علم کلام و فقه ادلی و اقدم است
از استاد علم نحو و صرف، و استاد نحو و صرف ادلی است از استاد علوم
فلسفی، یا آنکه علوم فلسفی داخل علوم معتبره نیست، اکثر مسائل آن
لا طائل است و بے حاصل، و اقلی مسائل آن که از کتب اسلامیه اخذ
نموده اند، و تصرفات دلمان کنند، از جمل مرکب خالی نیستند که عقل را
در آن موطن محال نیست طویر نبوت و در بطور عقل نظر درست.

باید دانست که حقوق پیر فوق حقوقی سایر آریاب حقوق است بلکه
نسبت ندارد حقوق پیر بحقوق دیگران، بعد از انعامات حضرت حق سبحانه

واحسانات رسول او غیری و علی الیه الصَّلوات و السَّلَامات، بلکه
پیر حقیقی همه، رسول الله است، صلی الله تعالی علیه و آله و سلم. و در دین صوری
پیر چند اندالین است، اما دولت معنوی مخصوص به پیر است. و لا دین

صوری را حیات جسدوره است، و لا دین معنوی را حیات ابدی است. ^{۱۰}
نجات معنوی مرید را پیر است که بقلب و روح خود آیت سی می نماید و تطهیر ^{۱۱}
شکلیه او می فرماید در تو قہات که نسبت به بعضی مسدود شدن واقع
می شود محسوس می گردد، که در تطهیر نجات نجات باطنه ایشان توشه بصاحب ^{۱۲}
بوجه یزری دود، و از آن نیکوتری دارد. پیر است که سوسل و بخدا می رسد
عز و جل، که فوق جمیع سعادت دنیا و آخرت است. پیر است که بوسیله
و نفس آرد که بالذات نیست مست مگر کی و معتبر می گردد، و از آثار کی
باطمینان می رسد، و از کفر جل با مسلم جمعی می آید. و

گر گویم شرح این بی حد شود

پس سعادت خود را در قبول پیر باید دانست. و شفا و ب خود را در پیر ^{۱۳}
تغوی یا نه شفا نمیداند. رصایع حق سبحان را در پیر پرده رضای
بر مانده اند. ما مرید را مرضی پیر خود هم نسا زد و رضای حق سبحان نزد
است مرید را رای پیر است. هر رتبه که بعد از آن باشد در آن کی ممکن است
اما پیر را هیچ چیز تدارک نمی توان نمود، آزار پیر هیچ شقاوت مست مرید را ^{۱۴}
عیادت ایاسه شفا نمیداند. دلیق. همه در معتدات اسلامی و فتوی
در اینان احکام شرعی از مناسخ و تمرب آنست. از احوال و مواجید که

۱۴۳ بباطن تعلیق دارد خود چه گوید و اثری از احوال، اگر با وجود آزار بر پیرایه ماند
از استمداج باید شمرده که آخر بخیرانی خواهد کشید و غیر از ضرر نتیجه نخواهد داد.
و السلام علی من اتبع الهدی.

۳۹. منها قلب اری لم یراس، اورا عالم خلق خلق و
نفس داده عالم نفس و در آینه اند و بموضع که در جانب چپ است،
تعلیق خاص بخشیده نه در رگ آ که پادشاه یا کتاس نفس پیدا شود،
و بسبب آن در منزل کس نزول نماید و روح که الطیف از قلب
است از اوصاف پس است، و لطیف غنه که فوق لطیف روح اند
بشرف خیر اکامور او سطرها مشرب اند هر چند لطیف تر و وسط
مناسب تر الا آت الیتر و الحقی علی طریقی الا اخی احدهما علی
الیمین و الاخر علی الشمالی. و نفس می و بر حواس است تعلیق بدین
«د» و ترقی قلب منوط است بوصول او در مقام روح، و بمقام فوق
روح، و همچنین ترقی روح و ما فوق او منوط است بوصول آنها بمقامات
فوقی. لیکن این وصول در ابتدا بطریق حوال است، و در انتها بطریق
مقام، و ترقی نفس برسد و در مقام قلب بطریق حوال، در
ابتدا و بطریق مقام در انتها. و در آخر کار این طائیف سه مقام اخفی
می رسند و همه باتفاق قصد طریق عالم قدس می نمایند و لطفه قلب را
خالی دهنی می گذارند اما این طریق نیز در ابتدا بطریق حوال است و در انتها
بطریق مقام. و چه یحصل الفناء. و موتی که پیش از موت گفته اند

عبارت ازین جدائی لطائف سه است از لطیفه قالب - و برتر نهائے حق
 حرکت و قالب بعد از مفارقت اینها در جایهای دیگر میان کرده خفته است،
 از اینجا باید طلبید - این ورق گنجایش تفصیل ندارد، با شماره و رموز سخن
 می رود - لازم نیست که جمیع لطائف در مقام جمع شوند و از آنجا
 طیران نمایند. گاه ماسد که طلب و روح هر دو با عاق این کار کنند. و گاهی
 هر سه، و گاهی هر چهار، و آنچه دل مذکور شد آنهم و کمال است، و مخصوص است
 بولایت محمدی علیه و علی آله صلوات و النسلات، و ما بعد از او قسمی
 از اقسام و ثابت است، و حول آن لطائف سه، بعد از مفارقت از قالب
 و وصول بمقام قدس و تلون نصیخ آن، اگر بقالب باز رجوع نمایند و تعلق
 پیدا کنند سوائے تعلق حتی، و حکیم و نب گبرید و بعد امتزاج بک قسم قائم
 بید کنند و حکم میت بگبرند درین وقت بجای خاص معین گردند، و از سر حیات
 پیدا کنند، و بمقام غافلانه متحقق شوند و متعلق با خلاق الله گردند، و درین
 وقت اگر آن را خلعت بخشیده عالم باز گردانند، معامله از دوش بدلی خواهد
 انجامید، و مقدمه تکمیل پیدا خواهد شد، و اگر بعالم باز گردانند و تبدل بعد
 دوش حاصل نشود، از ادبیات غزلت خواهد بود، و ترتیب طمان و تکمیل
 ناقصان نرسد، و خواهد آمد - این سه حدیث برای و نهایت بطریق
 رمز و اشاره - اما فهمیدن آن بغیر قطع این مناتل محال است - و السلام علی
 من اتبع الهدی و اذکر مناعة المصطفی علیه و علی آله الصلوٰة
 و السلام -

۴۰- منها حضرت حق - فاعاد و تعالی انزال تا ابد بیک کلام مکمل

است، آل کلام متبعض و متجزی نیست، چه سکوت و خرس در حق او تعالی محال است، چه عجب هرگاه انزال تا ابد در آنجا آن واحد باشد، اذ لا یجری علیه ثبوتاً و کمالاً - در آن واحد غیر از کلام واحد بسیط چه بوقوع آید و آن کلام واحد منشاء چندین اقسام کلام شده است باعتبار تعدد تعلقات، مثلاً اگر با امر تعلق گرفته است امر ناشی شده، و اگر بمنهی منی نام یافته، و اگر با خبر خبر پیدا گشته. غایه مآلی لیباب اخبار باطنی و استقبال جمع را در اشکال می مانند، و از تقدم و تاخر و ال بتقدم و تاخر بدلول می برد و لا اشکال، زیرا که ماضی و استقبال از صفات مخصوصه و آل است که باعتبار انبساط آن پیدا شده است، و در مرتبه بدلول چون آن آن به حال خود است، و هیچ انبساطی پیدا نه کرده است، ماضی و استقبال را از آنجا پیش نیست، و باب مفعول گفته اند که ما یسب و ائده را باعتبار وجود خارجی لوازم علیحده است، و باعتبار وجودی صفات جدا - هرگاه در شئی واحد تباین صفات و لوازم باعتبار تعارض وجودی هویت جایز باشد در ال و بدلول که فی الحقیقت از یک دیگر جدا اند بطریق اولی محوز باشد، و آنکه گفته شد که از انزال ما ابد آن واحد است، از شئی عبارت است، و الا آن نیز نمی گنجایش نرارد - آن هم در یک زمان اسما تفصیل باید دانست، ممکن که در مقامات قریب اهی جل سلطان پاد را در امکان بیرون می نهد، ازل و ابد را متحد می یابد حضرت رسالت خاتمیت

عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللَّهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ وَرَشِيدِ مَعْرَاجِ دَرِ مَقَامَاتِ
عُرُوجِ بَوشِ رَا در بطن ماهی یافت، و طوفان حضرت نوح موجود بود،
عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ. در ایل بهشت رَا در بهشت دید و در خیابان رَا در دوزخ،
و بعد از پانصد سال که نصفِ یوم است از زمان دخول بهشت عبدالرحمن
بن عوف که از اغنیای صحابه است عَلَیْهِمُ الرِّضْوَانُ در بهشت در آمد. و
حضرت پیغمبر از دیر آمدن او پرسیدند، او از عقبش سخن خود خبر داد، و این همه
در رنگ آن مشهور گشت، ماضی و استقبال را گنجایش نبود.

و این حقیر را نیز در بعضی زادات بصورت جیب الله علیه الصلوة والسلام
این حالت پیدا شده بود، ملائک را در عین سجود یافت که بحضرت آدم
می کردند و هنوز سرازیر شده بود، و ملائک علیین را ازین
ساجدان جدا بد که بسجده مامور نگشته اند، و در مشهور خود مستهلک و
مستغرق اند، و احوالی که در آخرت موعود اند، در همان آن مشهور
گشته، و چون مدتی برین واقع گشته بود تفصیل احوالی آخرت نکرد
که بر حافظه خود اعتماد داشت. لیکن باید فهمید که این حالت هر چند
پیغمبر و روح ایشان را شده بود و مشهور بصرو بصیرت، و دیگران را
که طفیلی اند اگر این حالت بطریق تبعیت دست دهد مقصور بر روح
است و مخصوص بصبر است. ۵

در قافله که اوست دائم ترسم
این بسکه رسد ز نور با ملک جرم
عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللَّهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ وَرَشِيدِ مَعْرَاجِ دَرِ مَقَامَاتِ

۴۱. **منها** تکوین یک ز صفات حقیقیه واجب الوجود است
 تعالی و تقدس. تا عرہ تکوین را از صفات اضافیه می دانند و قدرت
 ارادت را در ایجاد عالم کافی می انگارند اما حق آنست که تکوین صفت
 حقیقی علیحده است و در عین قدرت و ارادت. بیانش آنکه قدرت
 بمعنی صحت فعل و ترک است و ارادت تخصیص یک زیر دو طرف
 قدرت است که فعل و ترک باشد پس رتبه قدرت مقدم شد بر رتبه
 ارادت و نگویید که ما اول از صفات حقیقیه می دانیم رتبه او بعد از رتبه
 قدرت و ارادت است. کار آن صفت ایجاد آن طرف مختص است.
 پس قدرت مصحح فعل است و ارادت مختص آن و تکوین موجب آن
 پس از تکوین چاره نبود. و مثل آن مثل استطاعت مع فعل است که
 علمائے اہل سنت آن را در عبادات کرده اند و شک نیست که این
 استطاعت بعد از ثبوت قدرت است. بلکه بعد از تعلیق ارادت و
 تحقق ایجاد مربوط باین استطاعت است بلکه آن استطاعت موجب
 فعل است و طرف ترک آنجا مفقود است و حال صفت تکوین همین
 است که ما ایجاد را بطریق ایجاد است اما این ایجاد در واجب تعالی
 ضرر نمی کند که ثبوت آن بعد از تحقق قدرت است که بمعنی صحت فعل
 و ترک است و بعد از تخصیص ارادت بخلاف آنچه علمائے فلسفه
 گفته اند و شرطیہ اولی را واجب الصدق گمان کرده اند و شرطیہ ثانیه
 را مستمع الصدق و نفی ارادت نموده اند و مزج در ایجاد است.

تَعَالَى اللَّهُ شُحَّانَهُ عَنِ ذَٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا۔ وایکجا ہے کہ بعد از تعلق
 ارادت و تخصیص احد المقدورین پیدا شود، مستلزم احیاء است، و ہوگی آن،
 نہ نافی اعتبار و کشف صاحب فتوحات نیز موافق رائے حکما واقع شدہ آن
 است، و در قدمت شرطہ اولی را واجب الصدق می دانند و ثانی را مستثنی
 الصدق، و این قول مایجاب است، ارادت بیکار می افند کہ تخصیص
 احد متساویین اس جا مستفی است، و اگر تکوین اس معنی را اثبات کنند
 گنجائش دارد کہ از سابقہ ایجاب مبرا است۔ این فرق مدعی سب کہ بیان
 آن کم کے سبقت کرده است، علمائے مازیدیہ ہر چند اس صفت را اثبات
 کرده اند، اما باین حدیث نظر پے نبرہ اند۔ انصار سنت نبیہ مصطفویہ،
 علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و التحیۃ، در بیان سائر متکلیف، ایشان را
 باین معرفت ممتاز ساختہ است، و این خبر از خوشہ چنان اس اکار است۔
 ثَبَّتَ اللَّهُ شُحَّانَهُ عَنِ مُتَعَدِّ اِيْهُمْ لِحَقِّهِ حَقُّ مَنَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
 عَلَيْهِ وَعَلَى اِلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَمْرًا وَاَمْتًا۔

۴۲۔ منہا رویت خداوند عزوجل بطاخرت مرموزان را حق آنجا
 است۔ اس مسئلہ است کہ غم از اہل سنت و جماعت ہیج کس از فسرق
 اسلامین و حکمائے فلاسفہ بخور یاں قائل نیست۔ باعث انکار ایشان
 قیاس غائب است بر شاہد۔ و آن فاسدست۔ مرنی ہر گاہ بچون و بچگون
 باشد رویت کہ باو تعلق گیرد نیز بے چون خواہد بود۔ ایمان باو باید آورد،
 و استغالی کیفیت او نباید کرد۔ اس مبرا امر قد بر خواص اولیا ظاہر صاحبان

هر چند رویت نیست، کتاب رویت نیست، گمانش تراش. فردا همه مؤمنان
 حق سبحانه و تعالی را خواهند دید، چشم شش را هیچ درک نخواهند کرد. لکن ذکر
 الا بصائر و چیز خواهند دریافت، علم یقینی بآنکه می بیند و التذذ یک
 مترتب بر رویت است، غیر این دو چیز از لوازم رویت همه مفقود است.
 این مسئله از غمض مسائل کلام است، طوری عقل در اثبات و تصویر آن
 عاجز است. متابعان انبیا از علما و صوفیه آن را بنور فرست است، که مقبوس
 انانوار نبوت است، دریافته اند، و همچنین مسائل دیگر از علم کلام که عقل در
 اثبات آنها عاجز و متحیر است، علمائے اهل سنت و نور فرست است فقط
 و صوفی را هم نور فرست و هم کشف و شهود. فرق در میان کشف و فرست
 این است، همچون فرق در میان حدیثات و حبات است. فرست نظریات را
 حدیثات می سازد، و کشف حبات، و مسائل که اهل سنت با آنها قائل اند
 و مخالفان ایشان که التزام طوری عقل نموده اند، از آنها منکرند، همه از آن
 قبل اند، که بنور فرست معلوم گشته اند و بکشف صحیح متبهد شده. اگر
 در بیان آن مسائل اجتناع نموده بود، فصول از آن تصویر نمیده است،
 ثنایات آنها بطریق دلیل. چه نظر عقل در اثبات و تصویر آنها کرد است.
 عجب از علمائے کدیین مسائل خود را در مقام استدلال می آرند و می
 خواهند که بدلائل اثبات کنند و بر مخالفان حجت تمام کنند، این میسر
 نمی شود و با تمام نیز نمی رسد. مخالفان خیال می کنند که مسائل ایشان
 نیز در رنگ استدلال ایشان مزین است و نام تمام اند. مثلاً علمائے

اهل سنت استطاعت مع الفعل اثبات کرده اند این مسئله از مسائل
 حقه است که بنور قمر است و کشف صحیح معلوم گشته است، آنا دلائل
 که بر اثبات او آورده اند مزلیف و نامام است اقوی ادله ایشان
 بر اثبات آن مسئله عدم بقائے اعراض است در دو زمان، چه اگر
 عرض باقی باشد لازم آید قیام عرض بعرض و آن محال است - و چون این
 این دلیل را مخالفان مزلیف و نامام دانسته اند یقین کرده اند که
 آن مسئله نیز نامام است - ندانسته اند که مقتدائے ایشان درین مسئله
 در امثال این مسئله نور قمر است مت که مقتبس از اوار نبوت است
 اما این تقصیر است که حدی و بدیهی را در نظر مخالفان نظری می سازیم
 و بتکلفات در اثبات آن می کوشیم، عناية مافی الباب حدی و بدیهی
 مابری مخالفان محبت نیست - گو نباشد غیر از اعلام و تبلیغ بر ما لازم
 ساخته اند، هر که خشن نشائے مسلمانی دارد بے اختیار قبول جواب کرده،
 و هر که بے نصیب است غر از انکار خواهد افزود - و در میان علمائے
 اهل سنت طریق اصحاب شیخ الاسلام شیخ ابو منصور یا ترمذی چه زیبا
 است، که اقتضای بر مقاصد فرموده اند و اعراض از تحقیقات فلسفیه
 نموده بطریق نظر استدلال بطریق فلسفی در میان علمائے اهل سنت جماعت
 از شیخ ابوالحسن اشعری ناشی شده است، و خواسته که معتقدات اهل سنت
 را با استدلال فلسفی تمام سازد، و این دشوار است، و دلیر صاف است
 مر مخالفان را بر طعن اکابر دین، و گذاشتن است طریقی سلف را -

ثَبَّتْنَا لِلَّهِ شُكْرًا عَلَى مَتَابَعَةِ الرَّاٰءِ اَهْلِ الْحَقِّ الْمُقْبِسَةِ مِنْ
اَنْوَارِ الشُّبُوَّةِ عَلَى صَاحِبِهَا الصَّلَوَاتِ وَاسْتَلْبَمَاتِ اَنْمَاطِهَا وَاَكْمَلُهَا.

۴۳۔ منہا بحکمِ کریمہ و آیتِ نعمۃ ربِّکَ قَدْ حَدَّثَ

انہما را این نسبت عظمیٰ می نماید کہ این فضر را بقیس نسبت بمعقداست
کلامیہ کہ بروقی آرائے اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت واقع ترہ اند
بہرہ حصول پرستہ است کہ در جنب آن یقین یقینہ کہ نسبت با خلاق
بدیہیات حاصل است حکم ظنیات بکہ وہمیات دارد مثلاً چون
موازنہ می کنیم یقینہ را کہ نسبت بہر یک از مسائل کلام حاصل است با یقینہ کہ
نسبت بوجود آفتاب دارم حیف می آید کہ یقین ثانی را نسبت بہ یقین
اول اطلاق بکن نموده آید۔ اربابِ عمول اس معنی را قبول کنند بمانہ
بلکہ البتہ قبول نہ کنند کہ این محبت و آرائے طور بظہر عقل است، غفل
ظاہر ہیں را جز انکار را میں مقام نصیب نیست حقیقت این معادہ آنست
کہ یقین کا قلب است، و یقینہ کہ قلب را مثلاً بوجود آفتاب حاصل میگردد
بتوسط حواس است کہ حکیم جو اسیس دارند، و یقینہ کہ بیک از مسائل کلامیہ
قلب را حاصل ترہ است بے توسط احدی است کہ بطریق الہام
از حضرت وہاب جل و علا بے واسطہ تلقی نموده است و اخذ فرمودہ۔
پس یقین اول بمقتاب علم یعنی آمد یقین ثانی بمقتاب عین یقین۔۔۔
شَدَّادَ مَا بَيْنَهُمَا۔ ع

مشنیدہ کے بود مانند دیدہ

۴۴۔ منہا جوں طالب را بحض فضل خداوندی جل سلطانہ

صاحب سببہ اواز جمیع مرادات خالی شود، و خواستے غیر از حق سبحانہ

اورا نمائند، دیدن وقت آنچہ مقصود از آفرینش اوست سرشده باشد

و حقیقت بندگی سجا آفوده۔ بعد ازین اگر خوہند کہ اورا برائے تربیت

ناقصان بار گردانند، از نزد خود را دادینے اورا خواہند عطا فرمود، و اختیار

خوہند داد کہ در تصرفات فوہی و فعلی مختار و مجاز باشد در رنگ عبودیت

دادن، درین مقام کہ مقام مخلوق با خلاق اند است صاحب

ارادہ ہرچہ خواہد برائے دیگران خواہد خواست، و صاحب دیگران منظور

خواہد داشت نہ مصالح نفس خود، کما هو حال ارادہ واجب بندہ

بَلْ يَتَّبِعُهُ الْاَعْلٰی۔ و لازم نیست بندہ جہ رئیس کہ این صاحب

ارادہ ہرچہ خواہد ہو قورع آید کہ شرک ست و بندگی از او بر نیاید۔ حضرت

حق سبحانہ و تعالیٰ جیب خود را علیہ و علیٰ الہ الصلوٰۃ و السلام

می فرماید "اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَشَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ هٰدِي مَنْ يَّشَاءُ"

ہر گاہ ارادہ سید البشر در توقف، فرد دیگران را نہ مجبور و انصاف

لازم نیست کہ جمیع مرادات این صاحب الملک مہربانی حق پستند

تعالیٰ و تقدس۔ و الا بر بعضی افعال و اقوال آن سرور علیہ و علیٰ الہ

الصَّلٰوٰتِ وَالتَّسْلِيْمٰتِ اعتراض از حق سبحانہ نازل می شد، کما قال

سُحَّانَهُ مَا كَانَ لِتَبِيِّ اَنَّهُ۔ و عفو از آن گنجائش نہ شد، کما قال تعالیٰ

"عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ" چہ عفو در نقصیات متصور ست با آنکہ جمیع مرادات حق

بل و علامت رضایت حق سبحانه و مستند، کالکفر و المعاصی.

۴۵ - منها امام من دین کار کلام الله است، و پیرین دین

دین امر قرآن مجید، اگر هدایت قرآن نمی بود راه بجانب عبادت معبود بحق نمی کشید

دین راه هر لطیف و لطف ندائی، انا الله می ریزد، و روبرو راه را

گرفتار پرستش خودی سازد، اگر چون ست خود را بصورت بیچونی دایمی نماید،

و اگر تشبیه است خود را بهیئت تنزیه جلوه گرمی گرداند. دین جا امکان

بوجوب متمیز است، و حدوث بعد از مخلوط. اگر باطل است بصورت

حق هویدا است، و کرمالات است شکل هدایت پیدا. بیچاره سالک

حکیم مسافر اعلی دارد که هر یک، هذائی، گویان روی آید. حضرت حق

سُبْحَانَہٗ وَبِحَمْدِہٖ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ می ستایید،

وَرَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ می فرمایید و صوفاً عروج چون این صفا

باز آید، متخیله عرض نموده شد، بے اختیار با نمودند و روبرو آید و روبرو

لاجرم، لَا أَحِبُّ إِلَّا فِیْنِیْ گویان روبرو تافت، و قبله توجه جز

ذات واجب الوجود نداشت. اَعْمَدُ بِنُو الْاَدْنٰی هَذَا اَنَا لِهَذَا وَمَا

كَتَبْتُ لِيْهِ فَيَدِيْ لَوْلَا اَنْ هَذَا اَنَا اللهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ رَّبِّیْنَ بِالْحَقِّ.

۴۶ - منها ما چهار کس بودیم در ملازمت خواجه خود، که

پیش مردم در میان سائری از ان امتیاز داشتیم. هر کدام ما را نسبت

بحضرت خواجه اعتقاد علیحدہ بود و معاملہ جدا. این فقیر یقین می داشت

که مثل این صحبت و اجتماع و انس در این تربیت و ارشاد بعد از زبان

آن سرور علیه و علیٰ اله الصلوات و التسلیمات هرگز بوجود نیامده است. و شکر این نعمت بجای آمده که اگر چه بشفیعت محبت خیر البشر علیه و علیٰ اله الصلوة والسلام مشرف نشد بارها از سعادت این محبت محروم نمائند و حضرت خواجه ما از احوال آن سه دیگر چنین می فرمودند که فلانے مرا صاحب تکمیل می دانند اما صاحب ارشاد نمی پندارد. و نزد او مرتبه ارشاد زیاده از تکمیل بوده، و فلانے بکار نرسانده و آن دیگر را می فرمودند که نسبت بمانندگی دارد، و هر کدام ما را با نماندگی اعتقاد بهره رسیده.

باید دانست که اعتقاد مرید یا فضیلت پیر و کملیت، او از ثمرات محبت است، و از نتایج مناسبت، که سبب افاده و استفاده است. اما باید که پیر را بر حجتی که فضل آنها در شرع مقرر است فضل ندهد که موجب اعتراض در محبت و آن مذموم است. بنده را خرابی از افراط محبت اهل بیت آمده، و نصایحی از افرات محبت حضرت عیسی را علی نبین و علیه اهلوة والسلام ابن الله خوانده اند و در خسارت ابدی مانده، بکن اگر بر سوائے اینها فضل بدهد مجوز است، بلکه در طریقت واجب، و این فضل دادن نه باختیار مرید است بلکه اگر مرید مستعد است لے اختیار دودے اس اعتقاد پیدا می گردد، و بواسطه آن کمالات پیر را کتاب می فرماید. اگر این فضل دادن باختیار مرید باشد در تکلف پیدا کند مجوز نباشد و نتیجه نه بخشد.

۴۷۔ **منہا** درجۂ عبادِ نفی و اثبات بجز طبعہ لا الہ الا اللہ آں ست کہ ہر جہ دیدید و دانش و کشف و شہود در آید و ہر چند تنزیہ صرف و بے کیف محض نماید این ہمہ در حکمت لا داخل شود و در جانب اثبات غیر از تکلم بجز مسمی کہ موافق قلب صادر گردد نصیبی نماند۔

عشق شکا کس نتواند باز حبس کا سجا ہمہ باد بہرست آرا
و السلام علی من استغفر بقدری و الذم من صدنا المفسطی علیہ
علی الہیہ الصلوٰۃ و السیماۃ۔

۴۸۔ **منہا** حقیقت قرآنی و حقیقت کعبہ ربانی فوق حقیقت
[محمدی] ست علی مطہرہ صلوٰۃ و السلام و التمجید لہذا خفیب
قرآنی امام حقیقت محمدی آمد و حقیقت کعبہ ربانی مسجود حقیقت محمدی
گشت، مع ذلک حقیقت کعبہ ربانی فوق حقیقت قرآنی است۔ آنجا
ہمہ صفتی و بے رنگی ست، و شیون و اعتبار است را در آن موطن گنجایش
نیست تنزیہ و تقدیس رد آن حضرت مجال نہ۔ ع
آنجا ہمہ آنست کہ برتر از میان ست

ایں معرفت اس کہ بیچ کے از اہل اللہ پاس لب نہ کشادہ است
اور فرمود اشارت ہم انان مقوہ سخن نرودہ۔ یں درویش را یں معرفت
عظمی مشرف ساخند اندر در میان انسانے جنس مسافر گردانیدہ، کل
ذالک یصدافہ حبیب اللہ ترکہ رشور اللہ علیہ و علی الہ ص
لہ صلی اللہ علیہ وسلم (و لا یرد علیہ) (و لا یرد علیہ) (و لا یرد علیہ)

الصَّلَواتِ أَفْضَلُهَا وَهِيَ السَّيِّئَاتُ أَكْثَرُهَا.

باید دانست که صورت کعبه همچنان که مسجد و صور شایسته
حقیقت کعبه نیز مسجد حقایق آن است، و آئین و آلتی که
بِسْمِ اللَّهِ أَحَدٌ وَمَا أَخْرَجَهُ مِنْ خَيْرٍ يَا عَبْدَ اللَّهِ شَيْئًا وَاللَّهُ يَهْدِي
نَعَالِي آيَاتِي بِفَضْلِهِ وَكَرَمِهِ، آنکه عباد نیز از او وید سال از زبان حلت
آن سرور عَزَّوَجَلَّ وَ عَلَى إِلَهِ الصَّلَواتِ وَالتَّحِيَّاتِ زنده می آید که حقیقت
محمدی از مقام خود روح فرایند و بقیع حقیقت کعبه متحد گردد این
زبان حقیقت محمدی حقیقت احمدی با هم یابد و مظهر ذات احد جل سلطان
گردد، و هر دو اسم مبارک بمستی محقق شود. و مقام سابق از حقیقت
محمدی خالی ماند تا زمانی که حضرت عیسیٰ علی نبی و صلی و السلام
نزول فرماید و عمل سرایت محمدی نماید سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَالتَّحِيَّاتُ
والتَّحِيَّاتُ، در آن وقت حقیقت عیسی از مقام خود روح فرموده
بمقام حقیقت محمدی که خالی مانده بود اسفرا کند.

۲۹- منها اگر کلمه طیبه کَلَامُ الْفَرَاخِ اللَّهُ نَمِی بود، راسی

بجانب قدس خداوندی جل سلطان که می نمود، و نقاب از حیره توحید که
می کشود، و فتح ابواب جناب که می درمود، کوه کوه صفات بشری با استعمال
کلمه این کلمه می شود، و می فهمی که نقایات که کتب کلامی این نفی
منتفی می گردد، و نفی آن آیه باطل را منافی می سازد و ابیات آن معبود
بر حق را جل شأنه منافی می سازد. سائیک مدارج امکانی را ببرد و

نه که کوه و نام عالم کبریا را که سائیک کلمه آیه سب آسمانی که در آن روح برشته و جلال عباد

نقطة قطع می نماید و عارف معارف و جوی برکت او ارتقا می فرماید و دست که
 از تجلیات افعال تجلیات صفات می برد و از تجلیات صفات تجلیات
 ذات می رساند

تا بجا روی کار و بی راه نرسی در سراسر اَلاَ اللّٰه
 وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْعَمَّ مُتَابِعَةُ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَاٰلِ
 اٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَمَّا ذَا الْمَثَلَا

۵۰- منها خدمت مخدوم شیخ شرف الدین میری در کتابات
 خود نوشته اند که معوذتین را در غار فرعون باید خواند که این مسعود رضی الله تعالی عنه
 در قرآنیست این دو سوره مخالف جمهور است. پس در فرض قطعی
 قرات آن دو سوره محسوب نباید کرد. و این فقر هم نمی خواند تا آنکه
 روزی بر من فقیه بی هراسانند که گویا معوذتین حاضر اند و در مخدوم
 در باب منع قرات آنها در فرض تکلیف دارند که ما را از قرن اخراج
 می نماید. از آن زمان این منع ممتنع گشته و شروع در قرات آنها
 در فرض نمودم. هر مرتبه که آن دو سوره کریمه را در فرض می خوانم احوال
 عجیبه مشاهده می نمودم، و آنجی که چون بعلمم تعین رجوع نموده اند منع
 قرات آن دو سوره را در فرض و چه میدانی شود، بلکه شبهه انداختن
 است در قطعیت این حکم مجمع علیه که مابین الدّ قَتَبَتِ قُرْآنُ
 بآنکه ضم سوره از وجبات است که فنی است. پس منع قرات دو سوره
 را اگرچه ظنی باشد و تَوْعَلٰی قَرَضَ الْمُحَالِ هیچ وجه نباشد که

فَرَاتِ أَتْبَابِ بَطْنِ ضَمِّ بِأَفْ تَحْمُ اسْتِ، فَالْعَجَبُ مِنَ اسْتِغْنَاءِ الْقُنْدَاقِ
مِثْلُ هَذَا الْكَلَامِ كُلُّ الْعَجَبِ وَالْحَقُّ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْبَشَرِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ الْآخِرُ.

۵۱۔ منہا: یہاں افراط و تفریط صوفیہ بلکہ ازلیت اسلام کے

راست کہ فطرتِ تعلیم و جبلتِ متابعت دروے بیشتر است۔

مذہبِ کاراجی بر تہذیب است، و مذہبِ امر دریں موطن بر متابعتِ تقلیدِ انبیاء
علیہم الصلوٰۃ و السلامات بدرجاتِ عبادی رساند، و متابعتِ
اصفی بعارضِ عظمیٰ می رود۔ بویکے چون اس فطرت را بیشتر داشت
ے بوقتِ سعادتِ نصیبی ثبوتِ سارعتِ فرمودہ کس صدقاً
آمد، و الوہیل لعین چون اس سعادتِ تعلیم و تبعیت کمتر داشت، باں
سعادتِ منقصہ گشت و مشوئے معونان نہ

مردم کماں را کہ می، مذہبِ تعلیم بر خود می باید، خطائے پیر

بہتر از صوابِ مرید است۔ زس جاسف کہ او کسر طلب سہو بہ غیبِ بران

علیہ الصلوٰۃ و السلام می نماید کہ بآنہ می گشت سہو محمدی و حضرتِ پیغمبر

در سببِ بلال فرمودہ اند کہ یسین بدل یسین، کہ بدل عجمی

بود در اذان آئند می گشت پس ہملہ و زرد حدیث عزوجل عما آئند

اذ شہد است، پس خطائے بدل بہتر از صوابِ دیگران باشد۔

ع براشہد تو حذرہ زندا سہید بلال

از عزیزے شہید ہم کہ می گفت بعضی، زاد جبہ کہ از مشائخ

مقول است، و بقا آن متراخ در حصص آن ادعیه خط کرده اند و شرف
خونده، اگر تابعدار این آں ادعیه را بهمان صرافت که متراخ
خونده اند بخوانند تا ترمی بکشد، و اگر دست کرده بخوانند، در نه خالی می نماند
تَشَاءُ اللَّهُ بِحَقِّ نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَوَعْدِهِ وَوَعْدِهِ وَوَعْدِهِ
حَبِيبِهِ عَلِيٍّ وَآلِهِ وَوَعْدِهِ وَوَعْدِهِ وَوَعْدِهِ وَوَعْدِهِ
الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامَاتُ

۵۲. منزه محمد رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم و محمد بن عبد الله
 است علیه و آله صلوات و تمجیدات کثیره و تشریف حضرت عیسی
 و موسی را علیه صلوات و تسلیمات و تحیات اگر چه در مقام تجلی ذات
 خاصه است علی قدر الامر و شایسته و آنکه شیخ قدس سره نوشته اند
 و تعالی جلی جلی و موسی و حضرت عیسی را در مقام تجلی و حضرت
 عیسی علیه السلام روح الله است و کلمه و مسیح سحابه و الله الم ابدا
 است بآن سرور علیه صلوات و اسلام، اما حضرت ابراهیم علی نبی و علیه
 الصلوة و السلام، وجود آن که در مقام تجلی صفات است. با حدیث البصر
 است. شأن خاصه که پیغمبر را در مقام تجلی ذات الهیه شده است،
 حضرت ابراهیم را در مقام تجلی صفات حاصل گشته، مع انقضاء وین
 الاستیعاد ای در شرفها پس باین اعتبار و در حضرت عیسی و موسی افضل
 باشد و حضرت عیسی در حضرت موسی افضل است، و در آن و توفی حضرت
 موسی است، و حدیث البصر است و ناقد نظر بعد از ایستادن حضرت

نوح است علی نبیا و علیا علیه السلام و مقام حضرت نوح در مقام
صفای هم جدید بر این مقام حضرت ابراهیم است، اما حضرت ابراهیم
باز در این مقام شان خاص است و حضرت نضر است که دیگر را نیست
بکن و یاد کرده ایمان را در این مقام میر نصیب است به حب و شرف
و حضرت آدم بعد از حضرت نوح است، علی نبیا و علی حیم علیه
الصلوات، و استیتمات هذا امر انمى ربى و الهى یفصله و
الکریم و العلیه عن الله سبحانه.

۵۳۔ منہا کس کے کہنے اور یہ تحصیل اسماء و صفات افتاد

بده وصول او بحضرت ذات صل سلطانه مسدود گشت، چه سما و صفات
 را نهایت نیست، ما بعد از قطع آنها مقصود اقصی نماند رسید. مشایخ
 این مقام خبر داده اند که مراتب وصول را نهایت نیست، زیرا که کمال
 محبوب نهایت ندارد، و مردان وصول این ها و حسن اسمائی و صفائی سی
 سعادتمند که است که سر او در سما و صفات بطریق اجمال واقع شده
 و بسرعت و اصل حضرت ذات تعالی و تقدس گشته. و احسان ذات را
 بعد از وصول نهایت انتهائیت رجوع به دعوت برده است، و عدم رجوع را
 آن موطن مصوره، بخلاف متوسطان که بعد از وصول در بنهایت
 استعداد خود رجوع نایم نیست، نواید بود که رجوع نمایند و نواید بود که
 اقامت دهند پس مراتب وصولی ششیا را تمام متصور است بلکه لازم،
 و مراتب وصولی متوسطان را که تفصیلا در ساجده ۵۵ ذیاتی رفت اند نهایت نه،

و این علم از جمله علوم مخصوصه این فقرست. وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ شُبْحَانَهُ.
۵۴. منها مقام رضا فوق جمیع مقامات ولایت است،
 و حصول این مقام عالی بعد از تمامی سلوک و جذبه است، اگر پرسند که
 رضا از ذات حق سبحان و از صفات و تعالی و از افعال و سبحانه واجبست
 و در نفس ایمان ما خود پس عامه مومن را از این چاره نبود پس حصول آنرا
 بعد از تمامی سلوک و جذبه معنی چه باشد؟

در جواب گوئیم که رضا را صورتی است و حقیقتی در رنگ سایر ارکان
 ایمان، در او اهل تحقیق صورت است و در حقیقت، و چون معنی
 رضا ظاهر نشود ظاهر شریعت حکم بحصول رضای فرماید. در رنگ تصدیق
 قلبی که چون بنائی تصدیق یافته نشود حکم بحصول تصدیق می کنند،
 وَمَا لَكُمْ يَصْطَلِحُ حُضُولُ حَقِيقَةِ اِيْتِصَالِ صَوْتِ رَبِّهِ قِيَامَهُ
 شُبْحَانَهُ اَعْلَمُ.

۵۵. منها سعی، کرد که عمل به سنت بستر نمود و اجتناب
 از بدعت، عمل مخصوص بدعتی که رفع سنت باشد، قَالَ لَمْ يَدْرِ اَنَّ صَلَوةَ
 وَالسَّلَامُ مِنْ اَحَدٍ فِي رِيْبِهِ هَذَا اَمْرٌ مَوْجُودٌ. بحسب می آید از حال
 جماعتی که در دین با وجود ائمه و امامان چیزها حدیث می کنند و بآن
 محدثات تکمیل دین می جویند و پاک ندارند از آنکه مباد ازین مفسد رفع
 سنت شود. مثلاً رسال فتنین سنت است، جمع ارسال
 فتن را در جانب بسیار اختیار کرده اند و باین عمل تشبه بیوتی منظور داشته

وخلق کثیر بالایشان درین فعل اقتدا نموده، ندانسته اند که این عمل رفیع
سنت می نماید و از سنت به بدعت می برد و بکرمیت می رساند تشبه
بمحمد رسول الله صلی الله تعالی علیه و آله و سلم بهتر است یا تشبه به وی،
اوست صلی الله تعالی علیه و آله و سلم که مشرف شده بموتی که پیش از موت
است، اگر تشبه بمیت جویند هم باو منزاوار است.

عجب کار است که در کفر میت علامه هم بدعت است، چه جائی
فَسَّ او، و بعضی زمتاخران که علامه در کفر میت که از علما باشد مستحسن
داشته اند نزد فقیر یادتی کردن نسخ است، و نسخ عین رفیع، تَقَاتُ الله
مُتَحَاةً عَلَى مُنَافَقَةِ الشَّيْخَةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلَى مَصْدَرِهَا
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَنَزَحَةُ اللهِ عَيْنًا قَالَ اِمْنَا.

۵۶. **منها** رفته احوال جنیان را برین درویش مکشفت
ساختند، دید که جنیان در کوچه ها سنگ مردم می گردند، و بر سر هر جن فرشته
است موکل، و آن جن از ترس موکل خود سر نمی تواند برداشت، و بین و
بسیار خود نظر نمی تواند انداخت، در سنگ مقیدان و محبوسان می گشتند و
اصدا بحال مخالفت نداشتند، اِلَّا اَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا. و در آن وقت (۱) چنانچه
چنان معلوم می شد که گویا بدست موکل گزینست آهنی، که اگر از جن اندک
مخالفت احساس نماید بیک ضرب کار او را کفایت کند.

خداست که بالاولیست آفرید

زیر دست هر دست که دست آفرید

نه می نیلک برده چون هیچ آمد خود دست و هیچ آمد دست است

۵۷- منها ولی هر کس که می یابد و هر درجه که می رسد بطفیل

مناصب نئی خود ست، علیه الصلوة و سلام، اگر متابعت نئی نمی رود
نفس ایمان روشنی نمود، و راه درجیات علیا از کجای می کشود. پس اگر ولی را
فضله از فضل کل مرتبه حاصل شود. نئی را حاصل نبوده، و درجه خاص از
درجات علیا میسر شود، که نئی نه داشته باشد نئی را نیز از آن فضل جزئی و
کلی از آن درجه خاص نصیب کامل است، چه حصول آن کمال بواسطه
متابعت آن نئی است و فتح است از سطح تبعیعت او پس ناچار
در این باب که در هر تمام باشد، تأکد علیه الصلوة و السلام من
سَنَ شَيْئًا حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَ أَخْرُجَ مِنْ عَمَلٍ يَهْدِي بِهِ إِلَى دَرَجَةٍ
این کلام سابق است، و در حصول با این درجه مقدم، و این قسم فضل کلی را
بر نئی چه نکرده اند که جزئی است که محال معارضه بکلی ندارد، و آنچه
صاحب فصوص می گوید که خاتم النبیین و معارف و الزعامه و
اخذ می کند، راجع باین معرفت است که این فیه را آن منزه ساخته اند
و سایر موافق شریعت است، و شرح فصوص در صحیح آن تکلف نموده اند
و گفته اند که خاتم الاولایت خزینه دایم نعم النبوت است، اگر پادشاه از
خزینه خود چیزی بگیرد هیچ نفس لازم نیاید، وَ حَقَّقَهُ الْأَمْرُ مَا حَقَّقَتْهُ
وَمُنْشَأُ التَّكْلِيفِ عَدَمُ الْأَوْصُولِ بِحَقِيقَةِ الْمُعَامِلَةِ وَ اللَّهُ مُبْتَلَاةُ
أَعْلَمُ حَقَائِقِ الْأُمُورِ بِهَا وَ ابْصُلُوه وَ السَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْبَشَرِ
وَالِهِ الْأَطْهَرِ

وَمَا كُنَّا لَنُحِيطَ بِذَلِكَ نَبِيًّا وَاسْمُ السَّلَامِ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَنُتِرَ مَسَاعِدُ الْمُصْطَفَى عَلَيْكَ وَعَلَى
إِلَى الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ.

۶۰. منہا حضرت حق سبحہ و تعالیٰ از مثل منزہ است
لیکن کیلیلہ شئی۔ اما مثال جائزہ سے۔ مثلاً تجوز نموده و شئیہ المثل
الاعلیٰ۔ ارباب سوک و اصحاب کسوف راستی بتالی می دہند و آرام
بخیاں می بخشند بے چون و اہمال چون و می نمایند و خوب را بصورت
امکان جلوہ گرمی سازند۔ بیچارہ سالک مثال را عن ذی مثال می بخاند
و صورت را عن ذی صورت۔ ازین جاست کہ صورت احاطہ حق سبحہ و تعالیٰ
را در استیامی بیند و مثال آن احاطہ را در عالم متاہدہ می نماید و حال
می کند کہ مشہود حقیقت احاطہ حق است سبحہ نہ جبر است، بلکہ احاطہ
او تعالیٰ بے چون و بے چگون است و منزہ است از آن کہ در مشہود در آمد
و مکتوف اصرار گردد۔ و ایمان آریم کہ اوسمانہ محیط است بہرے۔ تا
احاطہ او را ندانیم کہ چیست۔ و آنچه دانیم رتبہ و مثال آن احاطہ است،
و ہم بریں قیاس است قرب او تعالیٰ و معیت اوسمانہ کہ مشہود و مکتوف
از آنہا رتبہ و مثال است نہ حقیقت، بلکہ حقیقت آنہا مجهول الکفایت
است۔ ایمان آریم کہ او تعالیٰ قریب است و با ما است، اما ندانیم کہ حقیقت
قرب و معیت او تعالیٰ چیست۔ و تواند بود کہ آنچه در حدیث نبوی آمدہ،
عَلَيْهِ وَعَلَى إِلَهِ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ، بِتَجَلَّى رَبِّكَ صَاحِبًا

باعقب بصورت مثالی باشد. چه حصول کمال رضا در مثال بصورت تنگ
نموده باشند، و اطلاق یزد و ذمه و حد و ضمیمه نیز تواند بود که باعتبار
صورت مثالی باشد. هَذَا عَلَمِي رَبِّي وَانَّهُ يَخْصُ بِرَحْمَةٍ مِّنْ لَّهِ
بَشَاءً وَانَّهُ دُوَالْفَصْلِ الْعَظِيمِ - وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ.

۶۱- منها اگر عمارت آن عالی حضرت که در بیان احوال

مواجید و علوم و معارف است تناقض و تداخل مفهومی و دو حسن
بر اختلاف و دلت و تنوع و ضارع نماید نموده، چه در حق احوال و
مواجید علیحدہ است و در هر وضع علوم و معارف جداست، پس
فی الحقیقت تناقض و تداخل نباشد. متساوی است احکام شرعی است،
که بعد از نسخ و تبدیل احکام مسافض می مانند، و چون اختلاف
اوقات و ادضار را ملاحظه نموده آید آن تناقض و تداخل مرغ می گردد
و بقرینه شکیانۃ حکم و معمای فی ذلک فلا یکن من المُنْذِرِثِ
وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ.

قَالَ الْعَدُوُّ الصَّغِيرُ الْجَائِعُ لِهَذِهِ الْكَلَامَاتِ الْبَدِيعَةِ الرَّابِعَةِ
مُحَمَّدٍ الصِّدِّيقِ الْمَدْحِيِّ الْكَلَامِيِّ الْمَلْعَبِ بِالْهَدَايَةِ قَدْ
وَقَعَ الْفَرَاغُ عَنْ تَبْوِثِ هَذِهِ الْمَعَارِفِ الْعَالِيَةِ السَّرِيفَةِ الْمَشْهُورَةِ
بِالْمُنْذِرِثِ وَالْمَعَارِفِ فِي أَوَاخِرِ شَهْرِ مَصْلَحَةِ الْمُبَارَكِ حِينَ الْإِعْتِكَافِ
سَنَةِ أَلْفٍ وَتِسْعَةِ عَشَرَ -

رباعی

این نسخه که مبدأ و جاد است بنام زلفا این نقیص حضرت فخر کرم
چون کرد بدایت افیاس از سرِ بدین در سال هزار و نوزده گشت تمام

صدیقی بدتیب که سدس چرخ بکام مان که ز صدق شد بدایت و حرام
زین خود چه عجب و یک کجی بر سر کز جوش تدایب احمدی نافه بام

—————

و حسن: ۱. تا عدم حمله و در وقتیکه در آن

۱۵. حواله: ۱. ۲. ۳. ۴. ۵. ۶. ۷. ۸. ۹. ۱۰. ۱۱. ۱۲. ۱۳. ۱۴. ۱۵. ۱۶. ۱۷. ۱۸. ۱۹. ۲۰.

۱. ۲. ۳. ۴. ۵. ۶. ۷. ۸. ۹. ۱۰. ۱۱. ۱۲. ۱۳. ۱۴. ۱۵. ۱۶. ۱۷. ۱۸. ۱۹. ۲۰.

۱. ۲. ۳. ۴. ۵. ۶. ۷. ۸. ۹. ۱۰. ۱۱. ۱۲. ۱۳. ۱۴. ۱۵. ۱۶. ۱۷. ۱۸. ۱۹. ۲۰.

۱. ۲. ۳. ۴. ۵. ۶. ۷. ۸. ۹. ۱۰. ۱۱. ۱۲. ۱۳. ۱۴. ۱۵. ۱۶. ۱۷. ۱۸. ۱۹. ۲۰.

اردو ترجمہ

مبدأ و معاد

ار

حضرت مولانا حاجی حافظ سید فارحین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف عمدۃ السلوک عمدۃ عقد وغیرہ

نوٹ: اردو ترجمے کے حاشیے پر اصل فارسی صفحات کے نمبر دیدئے گئے ہیں
تاکہ قارئین کرم بوقت ضرورت اس متن سے مطابقت کر سکیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطیب اَحْمَدُ اللہُ فِی اَمْنَدِ اَوَّلِ مَعَادِ وَ اَصْلٰی عَلٰی حَبِیْبِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِہٖ
 اَلَا تُجَادِ (یعنی، میں استند اور تنہا میں اللہ باریک و عالی کی حمد کر رہا ہوں اور اس کے
 حبیب محمد (مصحفہ فصلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی برکت اور برورد و مصیبت ہوں۔)
 حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ یہ ایک پُر فضیلت رسالہ ہے
 جو لطیف و خوش آئند اشادت اور دہشیں و بلند مرتبہ اسرار پر مشتمل ہے
 اس کے مصنف بہت بڑے امام، مجدد و برائے کی حجت، اقطاب اور
 سلمہ (نوٹ یہ خط سنی مروجہ ادارہ سنیہ محمدیہ لاہور کے مطبعہ نوری میں مایہ پروجہ ہر حکم کا ترجمہ ہے)
 سب اعریف اللہ تعالیٰ کیسے ہے جس نے ہم پر نعمت کیا اور ہم کو سلام کی طرف ہدایت دی اور ہمیں
 حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پایا، حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ یہ بلند
 معرفتیں ہیں جو بہت بڑے امام، لوہیا و اصفیاء کے پیشوا، اقطاب ابدان کے قبلہ اتحاد و افرات کے
 پروردگار کے واسطے، ہمارے شیخ اور امام حضرت شیخ احمد رونی نقشبندی، اللہ تعالیٰ ان کے سایہ
 طابین کے شر پر دراز فرمائے، کے پاک نفوس پر اقتباس کئے گئے ہیں جو کہ اس حقیر ادنیٰ مرید بنہ
 میں درگاہ عالمہ کے خدام محمد صدیق بدخشی جس کا لقب ہدایت ہے، جمع کر کے تحریر کے احاطہ میں
 لایا ہے۔ امید ہے کہ عارف حقیقت کے راستوں پر چلتے ہوئے سجدہ دار و گول کی سمجھ کی قوت کو
 بڑھانے والے ہوں گے اور ہر شخص اپنی قابلیت کے مطابق ان سے نفع حاصل کرے گا۔ واللہ المستعان
 علی ما تصفون۔ (اور جو چیز تم میں کرتے ہو ان میں اللہ تعالیٰ مدد فرمائے)۔

اوتاد کے پیشوا، ابدال اور افراد کے قبلہ، سبع مثانی (یعنی سورۃ فاتحہ) کے اسرار و موزوں کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمانے والے، حضرت مجدد الف ثانی، اویسی، رحمانی، عارف ربانی، اسلام اور مسلمانوں کے شیخ، ہمارے شیخ، و ہمارے امام شیخ احمد جو نسباً فاروقی، مذہباً حنفی اور مشرباً نقشبندی ہیں، حق سبحانہ و تعالیٰ ان کی ہدایت کے آفتابوں کو بلند کرنے، ان پر ہمیشہ تاناں رکھے اور لوگ ان کے فیوض و برکات کے چمنستان میں ہمیشہ مصروف نگلشت رہیں۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التَّكْلَانُ۔
(روح: اللہ ہی مددگار ہے، اور اس کی پرستش و سہ ہے)۔

۱۔ مہربا (مخلّاں اشارت کے۔ ہے کہ)

جذبہ و سلوک کا حصول | حب اس فقر (یعنی خود نفسی نفس حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ) کو اس رہ (سنوک) کا شوق پیدا ہوا تو حق تعالیٰ جل سلطانہ کی عنایت نے مجھے سلسلہ حضرت نقشبندیہ قدس سرہ تعالیٰ اسرارہم کے یک ہرگ ضیف (حضرت خواجہ باقی باشر قدس سرہ) کی خدمت میں پہنچا دیا۔ وہیں سے میں نے ان ہرگوں کے طریقے کو اخذ کیا اور ان ہرگ کی صحبت اختیار کی۔ ان ہرگ کی توجہ کی برکت سے حضرات خواجگان نقشبندیہ کا وہ جذبہ جو صفت قومیت میں گہائی فنا حاصل ہونے سے پیدا ہوتا ہے، اس فقر کو حاصل ہوا اور اندراج انہایت فی ہدایت سے بھی کیس قدر سیرانی نصیب ہوئی۔ جب یہ جذبہ اپنی طرح پختہ ہو گیا تو سلوک میں مجھے قرار حاصل ہوا، اور میں نے اس راہ کو شیر خدا

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی روحانی تربیت کے درجہ انجام تک پہنچا۔
 بیان عروج و تائید یعنی مجھے اس سنگ تک عروج حاصل ہو گیا جو میرا مرنی
 حضرات خضر و منیرؑ یعنی پرورش کنندہ تھے۔ اور پھر حضرت خواجہ نقشبند
 قدس سرہ کی روحانیت کی مدد سے اس ہم سے قابیبت اولیٰ کے درجے تک
 عروج حاصل کیا جسے خلیفہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے
 تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور پھر اس کے بعد مجھے
 حضرت فاروقی، غفر فی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانی دستگیری سے اُس
 قابیبت اولیٰ سے بھی بسدی نصیب ہوئی، وہ وہاں سے پھر میں اس مقام
 تک پہنچ گیا جو اُس قابیبت سے بھی بلند تر ہے۔ یوں سمجھنا چاہئے کہ یہ
 قابیبت گویا اس مقام کی خصوصی تفصیل ہے اور وہ مقام کس کا
 اجمال ہے، یہ مقام، اقطاب محمدیہ کا مقام کہلاتا ہے، وہ اس فکر کو اس
 مقام تک ترقی حصر حتمی مرتبت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و انتحیۃ
 کی روحانی تربیت سے حاصل ہوئی، اس مقام تک پہنچنے کے وقت اس
 فقیر کو حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ کی روحانیت سے بھی
 ایک گونہ مدد حاصل ہوئی، جو حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ اسرارہ
 علیہ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا ہم غری محمد بن محمد ہے حضرت خواجہ نقشبند
 کے اصل خلفائے سے تھے۔ چنانچہ اپنی حیات ہی میں خواجہ زرگشاہ اپنے بہت سے مریدوں
 کی ہدایت کا کام آپ کو سپرد کر دیا تھا علم شریعت میں بھی کامل تھے اور تبلیغ سنت اور عمل میں
 غریب ایک خاص شان رکھتے تھے۔ ۲۰ رجب ۸۸۵ کو روم جبار شہ وقت شب وفات ہوئی
 مزار پر تک موصع جھایاں آباد انہر میں ہے۔

کے خلیفہ و خود قطب رہا ہیں، اقطاب کا سب سے عروج سی مقام تک ہے اور دائرہ صحت بھی سی منہ تک پہنچ کر ختم ہوتا ہے اس کے بعد اصل حاصل کا منہ ہے، اصل اور اصل سے ہوئے ہیں، آخر کی ایک جماعت کو اس دوست تک پہنچے کا اعتبار حاصل ہے، بعض اقطاب کو بھی افراد کی صحت کے ذریعے سے اس مقام میں عروج یعنی اصل میں آئیں تک عروج حاصل ہوتا ہے یہاں اصل اس اصل میں اس امر میں تفریق ہے، اصل کا مشاہدہ میسر ہو جاتا ہے، اصل حاصل تک پہنچ جاتا ہے، اصل حاصل کا بتلاویسیدہ صحت مشاہدہ کرنا صرف افراد کی کا خصوصی امتیاز ہے۔ دیکھو

فَقَسُّ اللَّهُ يَوْمَئِذٍ مِّنَ الشَّيْءِ مَا دَلَّتْهُ دُرُ الْغَصْرِ الْعُظْمُ

(یعنی۔ خدا کا اصل ہے وہ جسے نہ تھا ہے عطا کرنا ہے، اور اسے سب ہی بڑے فضل والا ہے)۔

اور اس امر کو اس مقام تک پہنچ جانے کے بعد جو اقطاب کا مقام کہنا ہے وہ دایرہ میں دوسرا عروج ہے ایت والسبب من اب رکات والتجرب ان المیت کی جانب سے فطرت امر خدا کی خلعت عطا ہوئی، اور مجھے اس منصب پر سرفراز فرمایا گیا۔ اس کے بعد بھر عنایت خداوندی جل شانہ و علم احسانہ شامل حال ہوئی تو اس مقام سے مزید بلندی کی طرف متوجہ فرمایا گیا چنانچہ ایک مرتبہ اصل میں آئیں تک رسائی حاصل ہوئی اور اس مقام میں بھی گزشتہ مقامات کی طرح فنا اور فنا نصیب ہوئی، اور پھر وہاں سے اصل کے مقامات تک ترقی عطا فرمائی گئی حتیٰ کہ اس فہر کو مقام

اصل الاصل تک پہنچا دیا گیا۔ اس آخری عروج میں جو کہ مقامات اصل کا عروج ہے اس فقیر کو حضرت غوث الاعظم محی الدین شیخ عبد لغادر قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کی روحانیت کی امداد حاصل رہی اور ان کی قوت تصرف نے ان تمام مقامات سے گذر کر اصل الاصل کے مقام تک واصل فرما دیا اور پھر وہاں سے مجھے اس دنیا کی طرف واپس کر دیا گیا جیسا کہ اس سے پہلے بھی ہر مقام سے واپس کرتے رہے تھے۔

۱۲۰
 اور اس فقیر کو اس نسبت و ریت کا سرمایہ جس کے ساتھ آخری عروج مخصوص ہے اپنے والد (مخدوم عبدالاحد قدس سرہ) سے حاصل ہوا تھا اور میرے والد ماجد کو یہ نسبت اپنے ایک عزیز (بزرگ حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہ) سے جو جذبہ قوی کے مالک تھے اور کرامات و خوارق عادات میں مشہور تھے حاصل ہوئی تھی بلکہ یہ فقیر اپنی بصیرت کی کوتاہی اور اس نسبت کے محض کاغذی ظہور پذیر ہونے کی وجہ سے سلوک کی منزلیں طے کر رہے سے پہلے تک اس نسبت کو اپنے اندر نہیں پاتا تھا اور نہ اس بات کا فطرتاً کوئی علم تھا کہ یہ نسبت مجھے حاصل ہے۔ نیز اس فقیر کو عبادات نافلہ خصوصاً نفل نمازیں ادا کرنے کی توفیق بھی والد ماجد ہی کی مدد سے حاصل ہوئی تھی اور میرے والد بزرگوار کو یہ سعادت اپنے شیخ رحیمانی حضرت شیخ عبدالقدوس سنگوہی اویان کے صاحبزادے شاہ رکن الدین قدس سرہاں سے حاصل ہوئی تھی جو چشتیہ سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

علم لدنی کا حصول نیز اس فقیر کو علوم لدنی کی توفیق حضرت فخر علی بن
 وعلیہ الصلوٰۃ والسلام والنجیۃ کی روحانیت سے حاصل ہوئی لیکن یہ صورت
 حال اس وقت تک ہی رہی جب تک کہ میں مقام اقطاب سے نہیں گزر گیا
 مگر اس مقام سے گزر جانے اور بلند مقامات میں ترقیاں حاصل کر لینے
 کے بعد علوم کا حصول خود اپنی حقیقت سے ہونے لگا، یعنی علوم اپنی ذات
 میں خود بخود اپنی ذات ہی سے حاصل ہونے لگے، کسی غیر کی مجال نہ رہی کہ
 وہ درمیان میں آ سکے۔

بیان نزول و تائید | اور نیز اس فقیر کو نزول کے وقف میں جس کو
 مشائخ سلاسل مختلفہ سیر عنایت بابتہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، دوسرے
 سلسلوں کے مشائخ کے مقامات پر بھی عبور حاصل ہوا اور ہر مقام سے
 میں نے کافی حصہ حاصل کیا۔ اور ہر مقام کے مشائخ میرے کام میں معاون
 و مددگار و ادارہ خوں نے اپنی اپنی نسبتوں کے بہترین انتخابات سے ایک بڑا حصہ
 مجھے عطا فرمایا۔ سب سے پہلے اکابر حشیشہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے
 مقام پر عبور حاصل ہوا اور اس مقام پر ایک سب بڑا حصہ مجھے نصیب ہوا ان
 مشائخ عظام میں سے حضرت خواجہ قطب الدین کی روحانیت نے دیگر
 مشائخ سے کہیں زیادہ میری مدد فرمائی، اس سبب یہ ہے کہ یہ حضرت اس
 مقام میں بڑی شان کے مالک ہیں۔ بلکہ اس مقام کے رئیس ہیں۔

اس کے بعد اکابر کبر و ید قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے مقام پر گزر ہوا،
 دوہوں مقامات عروج کے اعتبار سے مساوی درجہ کے ہیں۔ لیکن یہ مقام

فوق سے تزلزل کرتے ہوئے اس شاہراہ کے دائیں جانب پڑتا ہے اور پہلا مقام اس صراطِ مستقیم کے بائیں جانب پڑتا ہے۔ اور یہ شاہراہ (یا صراطِ مستقیم) وہ راستہ ہے کہ اقطابِ ارشاد میں سے بعض اکابر اسی راستہ سے فردیت کے مقام تک پہنچتے ہیں اور آخری انتہائی رسانی حاصل کر لیتے ہیں۔ اقرارِ تنہا (یعنی بلاِ عطفیت) کا راستہ دوسرا ہے بغیر قطب کے اس راہ سے گذرنا ممکن نہیں ہے۔ یہ مقام، مقامِ صفات اور اس شاہراہ کے درمیان میں واقع ہوا ہے۔ گویا کہ یہ مقام ان دونوں مقامات کے درمیان میں ایک بزمِ خفا ہے جسے دونوں طرف سے فیوض و برکات کا حصہ ملا ہے اور پہلا مقام اس شاہراہ کے دوسری جانب واقع ہوا ہے جو صفات سے کم مناسبت رکھتا ہے۔

اکابرِ سہروردیہ کے اس کے بعد اکابرِ سہروردیہ کے مقام پر عبور حاصل ہوا جس کے رئیس طریقہ حضرت شیخ شہاب الدین **مقام کی خصوصیات** قدس سرہ تعالیٰ اسراریم ہیں، یہ مقام ابتلاءِ سنت کے نور سے آناستہ و پیراستہ ہے، علیٰ مصدرہ الصلوٰۃ والسلام والتحمۃ اور مشاہدہ فوق الفوق (بتر از بقہ) کی نورانیت سے مزین ہے اور عبادتوں کی توفیق اس مقام کی رفیق ہے (یعنی اس مقام والوں کو حاصل ہے) بعض سالکوں کو جو ابھی اس مقام تک نہیں پہنچے اور عبادتِ نافذہ میں مشغول اور اس پر مطمئن ہیں انھیں بھی اس مقام کی مناسبت کے ذریعہ سے اس مقام کا چھ حصہ نصیب ہوا ہے، بلا واسطہ عبادتِ نافذہ اس مقام کے مناسب

ہیں۔ دوسرے لوگوں خواہ وہ بتدی ہوں یا نہتی اسی واسطے اس مقام کے ساتھ مناسبت ہے۔ اور یہ مقام نہایت ہی عجیب و غریب ہے۔ جو نورانیت اس مقام میں شاہد میں آتی ہے دوسرے مقامات میں بہت کم ہے۔ اس مقام کے مشلحہ بوجہ کمال ابتلاء کے نہایت عظیم الشان اور بلند مرتبہ ہیں اور اپنے ہم جنسوں میں بوری طرح پرستار ہیں۔ جو کچھ ان حضرات کو اس مقام میں میسر ہوا ہے وہ دوسرے مقامات میں میسر نہیں ہے۔ اگرچہ عروج کے اعتبار سے وہ مقامات اس مقام سے بلند ہیں۔

نزول بمقام جذبہ اس کے بعد مجھے مقام جذبہ میں نزول حاصل ہوا اس مقام میں بے شمار جذبات کے مقامات شامل ہیں۔ پہلے اس مقام سے بھی نیچے نزول ہوا۔ نیچے نزول ہونے کے جو مراتب ہیں ان کی انتہا مقام قلب پر مبنی ہے جو یک حقیقت جامعہ ہے، اور ارشاد و تکمیل کا تعلق اسی مقام تک نزول ہونے پر ہے۔ چنانچہ مجھے اس مقام پر نزول حاصل ہوا۔ اس سے پیشتر کہ مجھے اس مقام میں قرار و پختگی حاصل ہو پھر ایک عروج نصیب ہوا۔ اس وقت میں نے سایہ کی طرح اصل کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ اس عروج سے جو مقام قلب میں نصیب ہوا مجھے بوری پختگی حاصل ہو گئی۔ واستقام۔

۲۔ منہا

قطب الارشاد اور اس کا فیضان عام | قطب ارشاد جو فردیت کے کمالات کا بھی جامع ہوتا ہے، بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔ بہت صدیوں اور

نہ انوں کے بعد اس انداز کا کوئی جو ہر ظاہر ہو گیا ہے اور یہ دنیا کے تاریک
 اس کے ظہور کے نور سے منور ہو جاتی ہے۔ اور اس کی ارشاد و ہدایت کا
 نور ساری دنیا کو محیط ہو جاتا ہے۔ عرش کے دائرہ سے زمین کے مرکز تک
 جس کو بھی رشد و ہدایت ایمان اور معرفت حاصل ہوتی ہے، اسی کے
 واسطے سے حاصل ہوتی ہے اور اسی کی ذات سے مستفاد ہوتی ہے، اس
 کے واسطے کے بغیر کوئی شخص بھی اس دولت تک رسائی نہیں پاسکتا۔
 مثال کے طور پر اس کا نور ہدایت ایک بحر بیکراں کی صورت میں پوری دنیا
 کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہوتا ہے۔ اور وہ دیکھا گیا کہ منجمد (جماد) ہوا اور
 بستہ ہے کہ اس میں مطلقاً کوئی حرکت نہیں جو شخص اس بزرگ کی طرف
 متوجہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے، یا یہ کہ وہ بزرگ خود
 کسی طلبکار کے حال پر متوجہ ہو جائے تو اس توجہ کے دوران گویا کہ ایک
 سورج اس طلبکار کے دل میں کھل جاتا ہے اور اس راستے سے جس قدر
 توجہ اور اخلاص ہوتا ہے اسی قدر وہ اس صیاب سے سیراب ہوتا جاتا ہے۔
 اسی طرح وہ شخص بھی جو ذکر الہی جل شانہ کی طرف متوجہ ہے اور اس عزیز
 بزرگ کی طرف متوجہ نہیں ہے۔ لیکن اس کی یہ بے توجہی کسی انکار کی وجہ
 سے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ اس بزرگ کو پہچانتا ہی نہیں ہے
 تو اسی انداز کی فیض رسانی اسے بھی حاصل ہو جاتی ہے لیکن یہ فیض رسانی
 پہلی صورت میں دوسری صورت سے زیادہ ہوتی ہے۔
قطب الارشاد کا انکار البتہ جو شخص اس بزرگ کا منکر ہو، یا اس بزرگ کو

اس شخص سے کوئی گمانی ہو تو وہ کتابی ذکر الہی تعالیٰ و تقدس میں مشغول رہا کرے لیکن وہ رشد و ہدایت کی حقیقت سے محروم ہی رہتا ہے بغیر اس کے کہ وہ بزرگ اس شخص کو فیض نہ پہنچانے کا کوئی ارادہ کرے یا اسے نقصان پہنچانے کا قصد کرے، اس کا یہ انکار ہی اس کے فیض کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ ہدایت کی حقیقت اس کو حاصل نہیں ہوگی جو کچھ حاصل ہے وہ ہدایت کی صورت ہے۔ بلکہ حقیقت کے صرف صورت و لوگوں کو بہت کم نفع پہنچتا ہے۔

قطب الارشاد سے اخلاص اور جو کہ اس بزرگ کے ساتھ اخلاص و محبت رکھتا ہے، خواہ وہ توجہ نہ کرے اور نہ کراہی تعالیٰ شائے کتابی خالی کیوں نہ ہو، ایسے لوگوں کو بھی محض ان کی محبت کی وجہ سے رشد و ہدایت کا نور حاصل ہو جاتا ہے وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی (جو بزرگ ہدایت کی پیروی کریں ان پر سلامتی ہو)۔

۳۔ منہا

مقام تکمیل (کارکنان قضا و قدر نے) جو سدانہ سب سے پہلے اس فقیر کے لئے کھولا وہ ذوق یافت کا تھا۔ یافت کا نہیں تھا۔ دوسرے درجہ میں یافت میسر ہوئی اور ذوق یافت تم ہو گیا۔ اور تیسرے درجہ میں ذوق یافت کی طرح یافت بھی تم ہو گئی۔ (دلیلیں مری عبارت کا رجمہ ملاحظہ ہو) پس دوسری حالت (یعنی یافت کا مقام) ولایت خاصہ تک پہنچ جانے اور کمال کی حالت ہے اور تیسرا مقام (یعنی جہاں

لے پالنے کا ذوق۔ لے پالنا۔

ذوق یافت کی طرح یافت بھی گم ہو جاتی ہے) تکمیل کا مقام ہے
یعنی دعوتِ وارشلو کے لئے مخلوق کی طرف واپس آجانے کا مقام
ہے پہلی حالت (جس میں صرف ذوق یافت حاصل ہوتا ہے) صرف
جذیبہ کی سمت میں کمال ہے۔ لیکن جب اس کے ساتھ سلوک
بھی شامل ہو جائے اور وہ مکمل ہو جائے تو دوسری حالت پختہ گیری
حالت حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ مجذوب جو سلوک و معاری
ہو، اُسے دوسری اور تیسری حالت سے بالکل کوئی حصہ نہیں ملتا
لہذا خود کمال اور دوسرے کو کمال بنانے والا وہ مجذوب ہے جو سالک
بھی ہو یعنی مجذوب سالک ہو) اس کے بعد وہ سالک ہے جو
مجذوب بھی ہو (یعنی سالک مجذوب ہو) اور جوان دونوں کے علاوہ
ہو (یعنی جو محض مجذوب ہو یا محض سالک ہو) وہ ہرگز نہ خود کمال
ہو سکتا ہے نہ دوسروں کو کمال کرنے والا ہوتا ہے۔ لہذا تین کوتاہیوں
میں سے بچنا۔ اور دوسروں کو سلام ہو حضرت خیر البشر سیدنا محمد صلی اللہ

علیہ وسلم) پر ادا آپ کی پاک ترین کپی ہے
۴ - منها

نسبتِ نقشبندیہ یا ماہِ ربیع الثانی کے آخری دنوں میں یہ فقیر ایک بزرگ
(حضرت خواجہ بابائی باشندہ قدس سرہ) کی خدمت سے شرفِ انوار ہوا جو اس
بزرگ خاندانِ نقشبندیہ کے خلیفہ تھے۔ اور ان بزرگوں کے طریقہ کو حاصل
کر کے اسی سال نصف ماہِ رجب میں اس فقیر کو (نقشبندی سلسلے کے)

حضور (قلب) کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس مقام میں آغاز میں انجام کی جلوہ فرمائی (اندراج نہایت دیرینت) کا منظر ہمیشہ ہوتا ہے۔ ان بزرگ (خواجه صاحب) نے فرمایا کہ نقشبندی نسبت دراصل اسی حضور (قلب) کا نام ہے اور پورے دس سال اور چند ماہ کے بعد ماہ ذی قعدہ کے نصف اول میں وہ انتہا (نہایت) جو بشارت دیتا ہے میں نے شمار ابتداءوں (ہدایات) اور درمیانی درجوں (اوساط) کے بیشتر درجوں کے پیچھے سے جلوہ گر ہوئی تھی، نقاب چاک کر کے عیاں جلوہ گر ہوئی۔ اور یہ یقین حاصل ہو گیا کہ آغاز (ہدایت) میں جو کچھ نظر آئی تھی وہ اسی اسم کی صورت تھی (حس کی حقیقت اب سامنے آئی ہے) اور وہ اسی یکے کا ایک سایہ یا پرچھا میں تھی اور اسی مستی کا ایک اسم تھا۔ ان دونوں (یعنی ابتدا و انتہا) میں بہت بڑا فرق ہے۔ جھپٹ حال اس مقام پر پہنچ کر منکشف ہوئی اور معادہ کار راہ یہاں پہنچ کر ظاہر ہوا جس نے اس ذوق کو چکھا ہی نہیں وہ اسے ہرگز نہیں سمجھ سکتا۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْاٰلَمِیْنَ وَآلِهِ الْکَرِیْمِ وَآخِصُّوْا بِهٖ الْعِظَامِ (رد و دو سلام ہو حضرت سید نام صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آیت کی برگ اولاد پر اور اصحاب عظام پر)۔

۵۔ منہا

اَظْهَرَ نِعْمَتٍ اَوْ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (اور جو کچھ نیک پروردگار کا (تجذیب) انجام ہوا اسے بیان کر دیا کر)۔ یہ فقیر اپنے دوستوں کے حلقہ میں ایک روز بیٹھا ہوا تھا اور اپنی کمزوریوں پر غور کر رہا تھا۔ یہ فکر اس حد تک غالب ہوا

سچائی تھی کہ اپنے آپ کو (درویشی کی) اس وضع میں بغیر کامل مناسبت کے
 محسوس کر رہا تھا۔ اسی عرصہ میں یہ مصداق مَن تَوَاضَعُ يَرْفَعَهُ اللَّهُ
 (یعنی جو اللہ کے لئے انکساری کر لے، خدا تعالیٰ اُسے اور بلند فرمادیتا ہے)۔۔۔
 (کارکنانِ قصاص و قدر نے) اس دور افتادہ کو ذلت کی خاک سے اٹھایا (اور
 مزید بلند کر دیا) اور میرے باطن میں یہ نرا دی کہ غَفَرْتُ لَكَ وَ لِمَنْ
 تَوَسَّلَ إِلَيَّ بِوَاسِطَةٍ أَوْ بِغَيْرِ وَاسِطَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
 (میں نے تجھے بخش دیا اور قیامت تک پیدا ہونے والے ان تمام لوگوں
 کو بھی بخش دیا جو تیرے وسیلے سے مجھ تک پہنچیں، خواہ یہ وسیلہ بالواسطہ
 ہو، یا بلا واسطہ)۔ اور اسی مضمون کو اس حد تک بار بار دہرانے کی
 نوازش فرماتے رہے کہ کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ اس
 نعمت پر حق تعالیٰ سبحانہ کی بے شمار حمد و ثناء ہے۔ ایسی حمد و ثناء جو پاکیزہ
 ہو، جس میں برکت ہو و جس کے ادھر بھی برکت ہو، جیسی کہ ہمارا پروردگار
 پسند فرمائے اور جس سے وہ راضی ہو اور وہ دوسلا م ہو اس کے رسول
 ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر اس قدر دوسلا م
 جو آپ کی شان کے شایاں ہو اس کے بعد مجھے حکم دیا گیا کہ میں اس واقعہ
 کو ظاہر کر دوں ۵

باید تو اسے خواجہ بسلت مکن

اگر پر دستہ بردیریزان

نکرتو عیب جوتی خواجہ اُس پر

گر آئے پادشہ بزرگیا کے دہر

بَارِئُ زَيْلٌ وَاسِعُ الْخَيْرَةِ (یقیناً بزرگ بڑی وسیع مغفرت والا ہے)۔

۶۔ منہا

سیر الی اللہ سیر الی اللہ (خدا کی طرف سے) کا مطلب اسماء الہی جل شانہ میں سے اس اسم تک سیر کرنا ہوتا ہے جو اس سالک کا مبداء تعین ہے۔ یعنی یہیں سے متعین طور پر سالک کے متعلق فیصلہ کیا جاتا ہے کہ وہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی کونسی صفت میں سیر کر رہا ہے۔

سیر فی اللہ اور سیر فی اللہ سے مراد اس اسم میں سیر کرنا ہے جو اس ذات احدیت کی بارگاہ ملک منتہی ہو جائے جو اسماء و صفات، شیون اور اعتبارات کے تصور سے خالی اور پاک ہے۔ یہ تشریح اس صورت میں صحیح ہوگی کہ اسم مبارک اللہ سے ایسا مرتبہ و جوب مراد لیا جائے جو کہ تمام اسماء و صفات کو جامع ہے۔ لیکن اگر اس اسم مبارک سے مراد خدائے تعالیٰ کی ذات محض لی جائے (اور اسماء و صفات سے قطع نظر کر لی جائے) تو اس پر کڑی معنی اُغتناء سے سیر فی اللہ سیر الی اللہ ہی میں داخل ہوگی۔

سیر عن اللہ باللہ اور اس معنی کی بنا پر سیر الی اللہ سے الگ (سیر فی اللہ) بالکل بھی متحقق نہیں ہوتی کیونکہ جو سیر کہ ذات محض میں ہو نہایت النہایت کے نقطہ میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور اس نقطہ تک پہنچنے کے بعد تو بلا کسی توقف کے سالک کو دنیا کی طرف آجانا پڑتا ہے۔ اسے (صوفیہ کی اصطلاح میں) سیر عن اللہ باللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی معرفت ہے کہ صرف ان حضرات کے ساتھ مخصوص ہے جو نہایت النہایت کے مقام تک داخل ہو چکے ہوں۔ اولیاء اللہ میں سے اس فقیر کے سوا

کسی نے بھی اس (خصوصی) معرفت کے متعلق گفتگو نہیں فرمائی۔ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْ
 اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی طرف برگزیدہ کر لیتا ہے (تمام
 تعریفیں اسی اللہ کے لئے سزاوار ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور
 تمام رسولوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تمام آل پر
 درود و سلام ہو۔

۷۔ منها

کمالاتِ لایت کے درجات کمالاتِ ولایت میں لوگوں کی پیشقدمی
 مختلف انداز کی ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن میں درجہ
 ولایت میں سے صرف ایک ہی درجہ کو حاصل کرنے کی استعداد ہوتی ہے۔ دوسرے
 کچھ لوگوں میں وہ درجوں کی استعداد ہوتی ہے۔ بعض لوگوں میں بن درجوں
 کی استعداد ہوتی ہے۔ یک گروہ ایسا بھی ہوتا ہے جس میں چارہ درجوں کی
 استعداد ہوتی ہے اور گئے چنے افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں پانچ
 درجوں کی استعداد ہوتی ہے۔ لیکن ایسے لوگ بہت ہی کم ہوتے ہیں
 ان پانچ درجوں میں سے پہلے درجے کے حاصل ہونے کا تعلق تجلی افعال
 سے ہوتا ہے اور درجہ ثانی کا تعلق تجلی صفات سے ہوتا ہے اور آخری
 تین درجوں کا تعلق ذاتی تجلیات سے ہوتا ہے۔ جس کے مختلف درجے
 ہوتے ہیں۔ اس فقیر کے زیادہ زاجباب درجات مذکورہ میں سے تیسرے
 درجے کی مناسبت رکھتے ہیں۔ اور تھوڑے سے لوگ ہیں جنہیں چوتھے درجہ
 کی مناسبت ہے۔ اور ان سے بھی کم یعنی چند ایک حضرات ایسے بھی ہیں

جنہیں پانچویں درجے سے مناسبت ہے۔ یہ پانچواں درجہ درجات ولایت کا آخری درجہ ہے۔ اور جو کمال اس فقیر کے نزدیک قابل اعتبار ہے وہ ان تمام درجات سے آگے کی چیز ہے۔ لیکن اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نہانے کے بعد اس کمال کا ظہور نہیں ہوا۔ یہ کمال جذبہ و سلوک کے کمال سے بلند درجہ کی چیز ہے۔ آمندہ انشا باللہ تعالیٰ اس کمال کا ظہور حضرت امام مہدیؑ کی ذات میں ہوگا۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَيْرِ الْبَرِيَّةِ ۱۹

(حضرت خیر نام علی المرتضیٰ وسلم پر صلوات و سلام ہو)۔

۸۔ منہا

نزول کا انتہائی کمال کمال کے آخری نقطہ (نہایت انتہائی) تک پہنچ جانے والوں کو اُسے پاؤں لوثتے وقت سب سے انتہائی نچے درجے (اسفل غیاث) تک اترتا ہوتا ہے اور کمال کے آخری نقطہ (یعنی نہایت انتہایت) تک پہنچا اس وقت صبح ہوتا ہے جبکہ اس کا نزول انتہائی نچلے درجے تک واقع ہو اور جب اس خصوصیت کے ساتھ نزول (اترنا) واقع ہوتا ہے تو صاحب رجوع (اُترنے والا) اپنی پوری ذات کے ساتھ عالم اسباب کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ صاحب نزول کا کچھ حصہ بارگاہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور دوسرا کچھ حصہ مخلوق کی طرف متوجہ رہے۔ کیونکہ ایسا ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اس شخص کو کمال کے آخری نقطہ (نہایت انتہائی) تک وصول حاصل ہی نہیں ہوا اور اسی طرح اسے انتہائی نچلے درجے (غایۃ الغایۃ) تک نزول بھی

نصیب نہیں ہو سکا۔ زیادہ گراں گیر ہے کہ نماز ادا کرتے وقت جو کہ مؤمن کی معراج ہوتی ہے صاحب رجوع کے لطائف کی توجہ بارگاہِ قدس جل سلطانہ کی طرف رہتی ہے۔ نماز سے فارغ ہو جانے کے بعد وہ پھر اپنی پوری ذات کے ساتھ مخلوق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ البتہ فرائض اور سنتوں کو ادا کرتے وقت چھ کے چھ لطائف بارگاہِ قدس کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور نوافل کو ادا کرتے وقت ان لطائف میں سے صرف وہی لطیف متوجہ رہتا ہے جو ان سب میں لطیف تر ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں جوئی مَمَّ اِنَّہٗ وَ قُتَّ (مما کے ساتھ میرا ایک خاص وقت ہوتا ہے) آیا ہے ممکن ہے کہ اسی خاص وقت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہو جو نماز کے ساتھ مخصوص ہے اور اس اشارہ کے تعین کا قرینہ وہ دوسری حدیث ہو سکتی ہے جس میں ثَمَرَةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ (میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے) فرمایا گیا ہے۔ اس قرینے کے علاوہ کشفِ معجم اور الہامِ صریح بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔ یہ معرفت اس فقیر کے خصوصی معارف میں سے ہے۔ مشائخ نے اس کمال کو جمع بین التوجہین (دونوں توجہوں کو جمع کرنے) میں سے شمار فرمایا ہے۔ وَلَا تُرْآ إِلَى اللَّهِ تَبَاحًا وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ وَالزَّيْمُ مُتَابِعَةُ الْمُحِيطِ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ إِلَهِ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامَاتُ آمَنَہَا وَأَمَلُہَا۔ (پہلا معاملہ خدا و تعالیٰ سبحانہ کے حوالہ ہے اور سلامتی جو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو اپنے اوپر لازم کرے اور مکمل و کامل ترین درجہ میں اور سلام ہوں آپ پر اور آپ کی آل پر)۔

۹۔ منہا

منہا

مشاہدہ النفس و آفاق | مشائخ نے فرمایا ہے کہ مرتبہ ولایت پر پہنچ جانے کے بعد اہل اللہ کا مشاہدہ، النفس (اپنی جانوں) میں ہوتا ہے۔ وہ آفاقی مشاہدہ جو سیر الی اللہ کے دوران اشائے راہ میں میسر آتا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور جو کچھ اس فقیر پر منکشف فرمایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جو مشاہدہ النفس میں ہوتا ہے وہ بھی اسی مشاہدہ کی طرح جو آفاق میں ہوتا ہے معتبر نہیں ہے کیونکہ وہ مشاہدہ بھی مشاہدہ حق نہیں ہے اس لئے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات بیچون و بیچگونہ ہے۔ چون کے آئینہ میں خواہ وہ آفاق کا آئینہ ہو یا النفس کا آئینہ، یہ گنجائش کہاں کہ ذات حق کا احاطہ کر سکے۔ وہ سبحانہ و تعالیٰ نہ دنیا میں داخل ہے نہ دنیا سے خارج ہے۔ نہ وہ دنیا کے ساتھ متصل ہے نہ دنیا سے شہود سے جدا ہے، حق تعالیٰ کی نسبت بھی نہ عالم میں ممکن ہے نہ عالم سے خارج میں ممکن ہے، وہ رویت نہ دنیا کے ساتھ اتصال رکھتی ہے نہ دنیا سے انفصال یا اسی وجہ سے اس رویت کو بھی جو آخرت میں ہوگی اہل علم نے بلا کیفیت کے کہا ہے جو عقل اور وہم کے احاطہ سے بھی خارج ہے۔ کارکنان قضا و قدر نے دنیا میں اس راز کو صرف خواص اخواص پر ہی منکشف فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ رویت نہیں ہے لیکن رویت کے معانی ضرور ہے۔ یہ وہ دولت عظمیٰ ہے کہ اصحاب نبی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے کے بعد سے کم ہی کوئی شخص اس دولت سے سعادت اندوز ہوا ہے۔ اگرچہ آج یہ بات مستبعد نظر آتی ہے

اور بہت سے لوگ اُسے قبول نہیں کرتے لیکن (مذہب فقیر) اس نعمت عظمیٰ کا اظہار کر دیتا ہے خواہ کوتاہ اندیش لوگ اسے قبول کریں یا نہ کریں۔ اور یہ نسبت اسی خصوصیت کے ساتھ کل کو (یعنی آئندہ کسی زمانے میں) حضرت مہدی (رحمی اللہ عنہ) میں ظاہر ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْذَّمُّ مَتَابَعَةِ الْمِصْطَفٰی صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَتَسْلِیْمَاتُہٗ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اٰجْمَعِیْنَ۔ (سلاح حق ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور مصلیٰ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو لازم جانے، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہوں آپ پر آپ کی سب آل پر و آپ کے سب صحابہ پر)

۱۰۔ منہا

سلوک کی ابتدا جب کوئی طالب کسی شیخ کے سامنے حاضر ہو تو شیخ استخارہ و توبہ سے (کوچا ہے کہ سب سے پہلے اس سے استخارہ کرائے۔ تین بار سے سات بار تک استخارہ کی تکرار کرائے۔ استخاروں کے بعد اگر طالب میں کوئی تذبذب پیدا نہ ہو تو اس (کی تربیت) کا کام شروع کر دینا چاہئے۔ سب سے پہلے اسے توبہ کے طریق کی تعلیم دے اور دوسری باتیں نماز و توبہ کی ادا کرنے کیلئے کہے۔ کیونکہ توبہ حاصل کئے بغیر اس راہ میں قدم رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ لیکن چاہئے کہ فی الحال اس کو اجمالی طور سے توبہ حاصل ہونے پر اکتفا کر لے تفصیلی توبہ کو (آئندہ) زمانے کے گزرنے پر حوالہ کر دے۔ کیونکہ آج کل کے زمانہ میں لوگوں کی ہمتیں بہت کوتاہ ہیں۔ اگر شروع ہی سے تفصیلی توبہ کو حاصل کرنے کی تکلیف لوگوں پر ڈالی گئی تو لانا اس کے

حصول کے لئے بڑا وقت چاہئے۔ اور ممکن ہے کہ اس عرصہ میں خود اس کی طلب ہی میں کوئی فتور واقع ہو جائے اور اصل مقصد سے باز رہ جائے۔ بلکہ یہ ممکن ہے کہ وہ توبہ کو بھی سرانجام نہ دے سکے۔ اس کے بعد جو طریقہ طالب کی استعداد کے مطابق موزوں نظر آئے اس کے مطابق اسے تعلیم دے اور جو دیکر اس کی قابلیت کے مناسب معلوم ہو اس کی تلقین فرمائے۔ اور اس کے معاملہ میں پوری توجہ سے کام لیتا رہے اور اس کی حالت پر پورے استقامت قائم رکھے اور اس راہ کے آداب و شرائط اس سے بیان کر دے اور کتاب (قرآن) و سنت (حدیث نبوی) اور آثارِ سلفِ صالحین کی ترغیب دے اور اچھی طرح اس کے ذہن نہیں کرادے کہ اس سروری کے بغیر مصوبہ تک رسائی حاصل کرنا قطعاً ممکن نہیں ہے۔ اور یہ بھی بتا دے کہ وہ تمام کسب اور وہ تمام احوال جو پیش آئیں اگر وہ بال برابر یہی کتاب و سنت کے خلاف ہوں تو ان کا اعتبار نہ کرے (یعنی ان پر قطعاً ممانعت نہ ہو) بلکہ ان سے استغفار اور توبہ کرے۔ اور ساتھ ہی اسے نصیحت فرمائے کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و الجماعت کی آراء کے مطابق اپنے عقائد کو درست کرے اور ضروری فقہی احکام کا علم حاصل کرے اور اس علم کے مطابق عمل کرنے کی اسے تاکید کرے۔ کیونکہ ان دونوں بازوؤں، یعنی اعتقاد اور عمل کے بغیر اس راہ میں بہرہ فائز کرنا میسر نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی تاکید کر دے کہ (غذا کے معاملے میں) حرام اور مشتبہ غلہ سے پوری طرح احتیاط رکھے جو کچھ مل جائے اور جہاں کہیں سے حاصل ہو جائے کھائے پئے نہیں جب تک کہ روشن علیٰ

شریعت کا فتوے اس سلسلہ میں اسے درست قرار دینے سے مختصر یہ ہے کہ تمام معاملات میں آیت کریمہ: مَا أَسْكُرُ الرَّسُولَ لَخُذْ وَهَّ وَفَا تَكُنْ عَنْهُ فَاتَّهَتْوَا (جو کچھ تمہیں خدا کا رسول حکم دے اسے قبول کرو اور جس بات سے وہ منع کر دے اس سے لگ جاؤ) کو اپنا نصب العین بنالے۔ طالبوں کا حال دوسروں سے خالی نہیں ہوتا۔ یا تو وہ اہل کشف و معرفت کے زمرے سے ہوتے ہیں یا رباب جہل و حیرت کے گروہ سے ہو۔ تمہیں لیکن رسلوک کی منزلیں طے کر لینے اور حجابات کے اٹھ جانے کے بعد دونوں جماعتیں واصل ہو جاتی ہیں۔ جہانک خود وصل کا تعلق ہے، ان میں سے کسی ایک جماعت کو دوسری جماعت پر کوئی برتری نہیں ہے۔ جیسا کہ وہ دو شخص جو دو دروازے کی منزلیں طے کرنے کے بعد کعبہ تک پہنچتے ہیں۔ ایک تو راستے کی منزلوں کو دیکھتا بھالتا گیا ہے اور اپنی استعداد کے مطابق ایک ایک منزل کی تفصیلات کو معلوم کرنا ہوا پہنچا ہے۔ اور دوسرا آدمی راستے کی منزلوں سے آنکھیں بند کر کے گیا ہے، تفصیلات سے اس سے کوئی سگاہی حاصل نہیں کی اور کعبہ شریف تک پہنچ گیا۔ جہانک کعبہ معظمہ تک پہنچ جانے کا تعلق ہے اس میں یہ دعویٰ آدمی برابر ہیں۔ اس پہنچنے میں کسی کو بھی دوسرے پر فضیلت نہیں ہے۔ اگرچہ راستے کی منزلوں کو پہچانے میں دونوں میں نمایاں فرق ہے لیکن مطلوب تک پہنچ جانے کے بعد دونوں کو جہل لازم ہے۔ کہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں معرفت حاصل کرنا بھی جہل ہے اور معرفت سے عاجز ہونا ہے۔

منازل سلوک | جانتا چاہئے کہ سلوک کی منزلیں قطع کرنے سے مراد وہ مقامات کو طے کرنا ہوتا ہے۔ اور ان دس مقامات کو طے کرنا، ان تین تجلیات پر موقوف ہے۔ تجلی افعال، تجلی صفات، تجلی ذات۔ اور مقام رضا کے علاوہ یہ سب مقامات، تجلی افعال اور تجلی صفات سے وابستہ ہیں۔ صرف مقام رضا، تجلی ذات حق تعالیٰ و تقدس اور محبت ذاتیہ سے وابستہ ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ خواہ محبوب کی طرف سے تکلیف پہنچے یا نعام حاصل ہو، محبوب کے حق میں دونوں صورتیں یکساں ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد لامحالہ رضا حاصل ہو جاتی ہے اور ناپسندیدگی ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ان تمام مقامات میں کہاں کی حد تک پہنچ جانا۔ تجلی ذاتی کے حصول کے وقت ہی ممکن ہے کیونکہ مکمل ترین فنا اسی تجلی کے ساتھ وابستہ ہے لیکن باقی دو مقامات کا صرف حصول تجلی افعال اور تجلی صفات ہی میں ہو جاتا ہے۔ مثلاً جب اپنے اوپر اور تمام اشیاء پر حق تعالیٰ سبحانہ کی قدرت کا مشاہدہ کرتا ہے تو بے اعتبار و بے دانائیت کی طرف رجوع کرتا ہے اور ڈرنا و خوف کھانا رہتا ہے، اور تقویٰ (ورع) کو اپنا شعار بنالیتا ہے۔ اور خدائی تقدیرات پر صبر اختیار کرتا ہے اور بے صبری و ناطاقتی سے چھٹکارا پالیتا ہے۔ اور چونکہ نعمتوں کا مالک اسی کو سمجھتا ہے اور عطا کرنا اور روک لینا سب کچھ خدا ہی سے سمجھتا ہے۔ لامحالہ مقام شکر میں داخل ہو جاتا ہے اور توکل میں راسخ قدم بن جاتا ہے۔ اور جب حق تعالیٰ کی نرمی اور مہربانی کی تجلی وارد ہوتی ہے تو امید (رجاء) کے

مقام میں داخل ہوتا ہے اور جب خدائے تعالیٰ کی عظمت و کبریا کی گاہ میں خود کو بے اعتبار
نظر آتی ہے تو چاروں اوجار دیا سے بے رغبتی پیدا ہو جاتی ہے۔ فقر اختیار
کر لیتا اور مذہب کو پاشا بنالیا ہے۔ لیکن یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ ان
مقامات کا تفصیل و تریس کے ساتھ معمول سالک مجذوب کے ساتھ
مخصوص ہے۔ اور مجذوب سالک ان مقامات کو اچھی طریقہ پر طے
کرنا ہے۔ کیونکہ غنائتِ ازنی سے یہی موجب میں گرفتار کر لیا ہے کہ
ان مقامات کی تفصیل کی طرف متوجہ ہونا اس کے بس میں نہیں رہتا۔
محبت کے یہ سہاراں مہتاب کا بباب اور ان منازل کا خلاصہ مکمل رہن
طریقہ برائے حاصل ہوجانے، جو کہ نہ صرف تفصیل کو بھی میسر نہیں ہوتا۔
وَاسْتَذَكِّرْكَ عَلَىٰ مِثْلِ ذَٰلِكَ رَأَيْتَ بَعْضَ بَعْضٍ وَجْهَ رَبِّكَ كَيْفَ

۱۱۔ منہا

نفی کل اطالب کے لئے ضروری ہے کہ وہ انصاف و آسانی سے تعلق رکھنے
والے تمام معبوداں، صلہ کی نفی کا اہتمام کرے۔ اور خود پر حق کے امانات
کے بارے میں بھی جو کچھ اس کے شعور اور خفا کے حوسد میں آئے اس کی
بھی نفی کرے اور صرف حق تعالیٰ کے موجود ہونے پر کف کرے۔ اگرچہ اس
مقام پر وجود کو بھی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (ذریعہ حق کو) وجود بھی بالائزائش
کر لیا جاتا ہے۔ علمائے اہل سنت نے بہت خوب کہا ہے کہ جب تعالیٰ کا
وجود اس کی ذمہ داری نہ و تعالیٰ پر نہ ہے۔ وجود کو غنیمت ذات کہتے

اپنے عجز اور درماندگی کا اعتراف کر لے۔

عناشکار کس نشو و دام باز ہیں کایجا ہمیشہ یاد بدست است امرا
اٹھائے جالِ عنقا کب کی ہاتھ آتا ہے ترجمہ لگاتار یہاں جو حال خالی ہاتھ جاتا ہے

بلند ہستی کا تقاضا یہی ہے کہ ذاتِ حق سے طالب کے کچھ بھی ہاتھ نہ آئے اور
اس (ذاتِ حق) کا کوئی نام و شان ظاہر نہ ہو۔ ایک جماعت ایسی بھی ہے خود سرا
مطلب لیتی ہے یعنی وہ لوگ ذاتِ حق کو اپنا عین پاتے ہیں اور اس کے ساتھ
قرب اور معیت پیدا کر لیتے ہیں ع

اے ایسا خند و من جینم یارب

ترجمہ

وہ کہاں اور میں کہاں یارب والسلام

۱۲۔ منہا

شش جہات سے حضرت خود نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس
خواجہ نقشبند کی مراد نے فرمایا ہے کہ مشائخ میں سے ہر ایک کے آئینہ کی
دو جہتیں ہوتی ہیں لیکن میرے آئینے کی چھ جہتیں

۲۵ ہیں۔ بقینا آج تک اس بزرگ خاندان کے کسی ایک خلیفہ نے بھی اس
کلمہ قدسیہ کی کوئی تشریح بیان نہیں فرمائی بلکہ اشارہ اور کنایہ میں بھی کسی
نے اس بارے میں کوئی بات نہیں کہی۔ اس حقیر اور مایہ کو کیا حق پہنچتا ہے
کہ وہ اس کی شرح و بیان میں لب کشائی کرے اور اس کی توضیح میں زبان
کھولے۔ لیکن چونکہ حق سب سے بڑا و تعالیٰ ہے محض اپنے عقل و کرم سے اس
معتمد کارا اس حقیر پر کھول دیا ہے اور اس کی حقیقت کو جیسا کہ چاہئے

واضح فرمادیا ہے۔ لہذا دل میں آیا کہ اس چُھپے ہوئے نایاب موتی کو بیان کی انگلیوں سے تحریر کی لڑی میں پروردگار اور ترجمانی کی زبان سے مرضی تقریریں لے آؤں۔ استخارہ کرنے کے بعد اس بارے میں تحریر کیا جاتا ہے اور خدائے تعالیٰ سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ غلطی سے محفوظ رکھے اور بیان کی توفیق عطا فرمائے۔

جانا چاہتے کہ آئندہ سے مراد عارف کا قلب ہے جو روح اور نفس کے درمیان ایک بندج ہے۔ اور ان بزرگوں نے آئینے کی دونوں جہتوں سے اس کی روح والی جہت اور نفس والی جہت مراد لی ہے۔ لہذا اشتراک کو جب مقامِ قلب میں رسائی ہوئی ہے تو اس کی دونوں جہتیں ان پر منکشف ہو جاتی ہیں۔ اور ان دونوں مقامات کے وہ علوم و معارف جن کو قلب سے مناسبت ہوتی ہے ان پر فاض ہونے لگتے ہیں۔ یہ صرف اس طریقہ کے جس میں حضرت خواجہ (نقشبند) خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ اور اس مقام میں چونکہ انتہا و ابتدا میں مندرج ہوتی ہے لہذا اس طریقہ میں آئینہ قلب کی چھ جہتیں نمایاں ہو جاتی ہیں اور اس کی تشریح یہ ہے کہ کارکنِ فضا و فہرہ اکابر کے طریقہ عادیہ پر یہ بات منکشف فرمائی ہے کہ چھ لطیفوں (یعنی نفس، قلب، روح، بشر، خلق، اور احق) میں سے جو کچھ افرادِ انسانی کے مجموعے میں موجود و ثابت ہے، وہ سب تنہا قلب کے اندر بھی متحقق ہے۔ کہوں کہ چھ جہتوں سے مراد یہی چھ لطیفے لے گئے ہیں۔ پس باقی تمام مشاعر کی سرِ وظاہِ قلب پر ہوتی ہے اور ان بزرگوں (یعنی نقشبندی حضرات) کی

۱۔ سیر باطنِ قلب میں ہوتی ہے۔ اور اس سیر میں یہ حضرات قلب کے
 ابعین بطون (باطنوں کے بھی باطن ترین) مقام تک پہنچ جاتے ہیں
 اور ان تمام حجب لطائف کے علوم و معارف مقامِ قلب میں منکشف
 ہونے لگتے ہیں۔ لیکن یہ وہی غنوم و معارف ہونے ہیں جن کو مقامِ قلب
 سے مناسبت ہوتی ہے۔ یہ ہے توضیح و تشریح حضرت خواجہ (نقشبند)
 قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے اس کلمہ قدسیہ کی (جو ادبی بیان ہوا)

اس حقیر پر اس مقام میں ان بزرگوں کی برکت سے مزید بر مزید
 انکشافات بھی ہوئے ہیں اور تحقیق کے بعد ترقیق کا درجہ بھی حاصل ہے
 اور بمصادیق آیہ کریمہ: **وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ** (یعنی اس نے
 پروردگار کی نعمت کو بیان کر دیا کہ وہ ان مزید انکشافات میں سے ایک رمز
 اور ان تدریقات میں سے ایک اشارہ بیان کرتا ہوں۔ **وَمِنْهُ شُعْبَاتُ
 الْيَعْقُوتِ وَالنَّوْفَلِيُّ** (یعنی غلطی سے محفوظ رہنا اور نوافیق خدائے تعالیٰ ہی کی
 طرف سے ہے)۔

قلب کے پانچ درجات اُجاسا چاہئے، جیسا کہ قلب ہر حجب لطیفوں کو
 شامل ہوتا ہے اسی طرح قلب کا قلب بھی
 اور محض قلب بسیط۔ ان تمام لطائف پر مشتمل ہوتا ہے۔ لیکن
 قلب کے قلب میں بوجہ تنگی دائرہ یا دوسرے کسی بیترکی وجہ سے ان حجب لطائف
 مذکورہ میں سے دو لطیفے جزئی طریق پر ظاہر نہیں ہوتے۔ ان میں سے ایک
 لطیفہ نفس ہے اور دوسرا لطیفہ اخفی۔

(عربی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو)۔

”یہی حال اس قلب کا بھی ہوتا ہے جو فیہ سے دور ہے۔ یہی ہوتا ہے مگر یہ کہ اس میں طبقہ خفی بھی طہر نہیں ہوتا۔ اور یہی صورت اس قلب کی بھی جو چھوٹے صر سے اس ہوتا ہے مگر کہ اس میں طبقہ تر بھی ظاہر نہیں ہوتا، یاد ہو کہ طبقہ قلب اور طبقہ روح اس میں ظاہر ہوتا ہے اور پانچویں منہ میں طبقہ روح بھی ظہر نہیں ہوتا، چنانچہ صرف قلب محض باقی رہ جاتا ہے جو بالکل سیدھا ہوتا ہے اس میں قطعاً کسی دوسری چیز کا اعتبار نہیں ہوا۔ یہاں بعض معارف عالیہ کو معلوم کر لیا ضروری ہے تاکہ ان معارف کے ذریعہ سے بات امتداد اور تالیف العایت (یعنی آخری پہنائی طبقہ تک پہنچا جائے۔) پسند آئے سوائے و تعالیٰ کی بدین سے میں کہتا ہوں کہ جو کچھ عالم کبر میں فصلاً ظاہر ہوتا ہے وہی سب کچھ عالم صغیر میں بھی حوالہ ظاہر ہوتا ہے۔ عالم صغیر سے مراد فسان ہے لہذا جب عالم صغیر کا رنگ دور کر کے اس کو مسور کر دیا جاتا ہے تو اس میں آئینہ کی طرح وہ تمام چیزیں ظاہر ہو جاتی ہیں جو تفسیر عالم کبر میں باقی جاتی ہیں کیونکہ رنگ دور ہو جائے و منور ہو جانے کی وجہ سے اس کا ظرف وسیع ہو جاتا ہے اور اس کی کوتاہی کا اثر ختم رہا ہے۔ بعینہ ہی حال قلب کا بھی ہے جس کی نسبت عالم صغیر کا تفسیر ہی ہوتی ہے جیسا کہ عالم صغیر کو عالم کبر کے ساتھ نسبت ہوتی ہے۔ یعنی

اجمال و تفصیل کی نسبت۔ اہداجب عام اصغر جو علم قلب ہی کا
 یہ ہے جسٹل کر دیا جاتا ہے اعداد اس پر چھاتی ہوتی ظلمت اور تاریکی
 دور ہوتی ہے تو اس میں بھی آئینہ کے اندر پر وہ تمام چیزیں ظاہر
 ہونے لگی ہیں جو عام صغیر میں تفصیل آباتی مائی ہیں اور یہی صورت
 قلب کے ساتھ قلب قلب کی نسبت کی ہے۔ یعنی ان میں بھی اجمال
 و تفصیل کی نسبت ہے اور قلب قلب میں تفصیلات کا ظہور ہوجہ
 نصفہ دروہ سب کے ہوتا ہے حال کہ وہ مکمل تھا۔

اس قلب کا حال جو میرے مرتبہ میں ہوتا ہے اعداد اس قلب کا
 جو چونکہ مرتبہ میں ہوتا ہے اجمال اور تفصیل میں اسی قیاس پر ہے
 (یعنی نسبت درجے میں تفصیل ہوتی ہے اور چونکہ درجے میں
 اجمال ہوتا ہے اور جو تفصیل کہ مراتب سابقہ میں تھی ان دونوں
 مراتب میں اس کا ظہور ہوجہ صیقل ہوجاتا اور نسبت ماضی
 کرنے کے ہوتا ہے۔ اور یہی صورت اس قلب کی ہے جو انجوس
 مرتبہ میں ہوتا ہے اس سنگ وہ باز جو کہ وسط ہوتا ہے اور اس میں کسی
 چیز کا مکمل عجب نہیں ہوا اگر اس کے اس نصفہ کے اعداد اس میں وہ
 تمام چیزیں ظاہر ہونے لگی ہیں جو تمام جہانوں یعنی عالم کبر
 عالم صغیر عام محدود اس کے بعد کے اعداد میں پائی جاتی ہیں
 میں جیسا کہ مذکور ہے۔ اہداجب (پانچویں درجہ میں) سنگ
 ہونے کے ساتھ ہی وسیع تر بھی ہوتا ہے اور نسبت ہونے کے

باوجود بہت زیادہ جھیلان و رکھ، اور قلیل نہ ہونے کے ساتھ ہی کثیر تر بھی
 ہوتا ہے۔ دنیا کی، و کوئی چیز بھی اس انداز پر پیدا نہیں کی گئی اور اس
 عجیب و غریب لطیفہ کے مقابلے میں کوئی چیز اپنے خاص اور صانع
 تعالیٰ و تقدس کے ساتھ اتنی سید تر نہایت سبب رکھے ذات نہیں پائی
 جاتی۔ چنانچہ انا کمال اس پیغمبر میں ہے صانع سوانہ و تعالیٰ کی حمد
 عجیب و غریب نشانیاں ظہور پذیر ہوتی ہیں خود دوسری کسی مخلوق
 میں ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ اسی سے ایک حدیث قدسی میں دیکھا جاوے
 کہ لَا تَسْعَىٰ أَرْضِي وَلَا سَمَائِي وَلَٰكِنْ تَسْعَىٰ فَلَئِنْ
 عُبِدْتِ إِلَّا مِنِّي دَعِينِ رَهْمًا بِكَ كَوَسْطَىٰ فَهِيَ الْإِلهُ الْمَعْرُوفُ
 آسمان سماں ہے یکس میرے مومن منہ کا دل مجھ کو سما
 سکتا ہے۔ (وہی نہ کثیر، چہ طور کے انداز سے آیات میں رہتا
 زیادہ وسیع ہے یکس اسی کہتے اور تفصیل کی وجہ سے اسے اس
 ذات یعنی، ہی تعالیٰ کے ساتھ کوئی مناسب نہیں ہے جس میں
 قطعاً نہ کثرت پائی جاتی ہے، ورنہ مائل تفصیل۔ اس ذات کی نسبت
 کے لائق جب کہ طرہ ہے وہی چیز ہو سکتی ہے جو ملک ہونے کے باوجود
 وسیع تر ہو، سبب ہونے ہوئے ہو، پھر وہ کھنی ہو قبل تر ہو اور
 ساتھ ہی کثیر تر بھی ہو۔ جب کوئی ایسا اہل رشتہ جس کی معرفت
 ممکن راو جس کا تصور (شہود) کامل نہ ہو، اس معاملہ تک پہنچنا
 ہے جس کا وجود نادر ہے وہ یہ کہ کے یہ طے سے یہ نسبت رہے۔

نواہ۔ شرف تمام جہاں اور تمام طہرات کا قلب بن جاتا ہے۔
 یہی شخص ولایت محمدیہ کا صحیح حصار و درہ عوائت مصطفویہ کے
 ساتھ شرف اندوز ہوتا ہے غلی صاجہا، الصلوٰۃ والسلام والحقیۃ۔
 چنانچہ قطاب، و تار اور ابدال سب اس کے دائرہ ولایت کے
 تحت میں داخل ہوتے ہیں اور فاد و راجد اور اولاء کے تمام گروہ
 اسی کے انوار ہدایہ کے ماتحت مندرج ہوتے ہیں۔ گو نگہ و تہا
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام محمد ہوتا ہے و رعد کے جیب
 اصلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایہ کے ساتھ ہدایہ ہوتا ہے
 بہ نسبت تشریف جو بہت ہی کم پائی جاتی ہے۔ مابین میں سے کسی
 کسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کمال میں مہربی کے لئے کوئی حصہ
 نہیں ہوتا۔ یہ وہ عظیم مقام ہے۔ اسباب و بعید مرئی ثابت ہے کہ اس
 کے اوپر اور کوئی کمال کا درجہ ہی نہیں ہے اور اس سے زیادہ عزیز
 والا و مکوئی عظیم الہی نہیں ہے۔ اگر اس انداز کا کوئی عیب کامل
 ہزاروں سال کے بعد بھی ایسا ہے تو سے نینیم بحد جائے گا
 اس کی برکات طویل مدتی اور بعید مرئی غرضوں تک جاری
 رہتی ہیں یہی وہ عارف کامل ہے جس کی گفتگو دوا ہے اور
 جس کی نظر شفا ہے۔ حضرت امام ہمدی (رحمۃ اللہ علیہ) اس بہترین
 امت کی اسی نسبت شریفہ کے ساتھ عنقریب تشریف لائیں گے۔

اس نعمتِ عظمیٰ کا حصول اس نعمتِ عظمیٰ کا حصول اس نعمتِ عظمیٰ کا حصول

کے دووں طریقوں کے تحصیلِ انعام اور نجاتِ اکل اور نجاتِ برنام کے
مقامات کی درجہ تکمیل پر منحصر ہے اور یہ چیز میرا مسکن
جببِ رب العالمین عہدِ وثلی آمد من الصلوات اذ علیہا دس سیما
کتاب کی کمال بیرونی کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اس حدیث بزرگ کا
بھی ترجمہ ہے جس نے ہمیں ان کے متعین ہیں سے شایا ہے۔ اللہ سبحانہ
و تعالیٰ سے ہی درخواست ہے کہ وہ ہمیں آج کی تکمیل پر وادارے
تائید قدری عطا فرمائے اور آپ کی شریعت پر سلف صلیب
فرمائے۔ حمد ہے تعالیٰ اس بندہ پر رحم فرمائے جو مہدی اس مہاجر ہے
یہ معارفناں و مقناں سرار در مخفی رموز میں سے ہیں جس کے
مفسر کا برادر نہیں سے کسی نے بھی لب کشائی نہیں فرمائی اور برگزیدہ
برگزیدہ حضرات میں سے کسی نے اس کی طرف اشارہ نہ کیا ہے
حق تعالیٰ سبحانہ نے ایسے اس بندہ کو اپنے حبیب علیہ و علی آبا الصلوات
والسلامات کے فضل سے ان امرا اور ان کے انبار کے لئے منتخب
فرمایا ہے۔ کسی شاعر نے فارسی شعر میں کہا ہے کہ

اگر یادِ شہرہ در پیر زں بابر تو اے خواجہ سُنّتِ مکن
اگر زحیا کے در پہ آئے سلطان تو سے خواجہ نہ ہو ہرگز ریشاں

حق تعالیٰ سارہ کی قبولیت کسی علت کے ساتھ و البتہ اور
کسی سبب و وجہ کی پابند نہیں ہے۔ بِفَعْلِ اللّٰهِ مَا يَشَاءُ

وَجَعَلَهُ مَآئِدًا مِّنْ ذُلِّهِ ۚ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (یعنی صاحبِ جلال ہے اور جیسا چاہے
حکم فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ مختص کر لیا ہے
اور اللہ بڑے فضل والا ہے) حق سبحانہ و تعالیٰ کی رحمت ازل ہو
ہمارے آدا اور ہون حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر
اور سلامتان اور بے کین مارل ہوں آپ پر اور تمام امیاء اور مسلمان
پر اور منکر مقررین پر اور دیکھ کے ایک بندوں پر اور سلامتی ہو ان کے
جو ہریت کی یہ وہی کرے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کی سرود کو اپنے اور برادر کر لے

۱۳۔ منها

روح کا مقام ارواح، عالم ہے چون (دیہات کے کتب سے تعلق
رہتی ہے۔ لہذا لامکاں ہونا اس کے لئے ثابت ہے، اگرچہ روح کی حیوانی
(بے کیفی) مرتبہ وجوب تھا کہ تَقَدَّسَتْ رُوحُ ذَاتِ حَقٍّ کی
نسبت سے عین چوں (یعنی کیفیت) ہے اور اس کی لامکانیت، مکانی
حقیقی جَلَّ سُلْطَانُہ (حق تعالیٰ کی نسبت سے) مکانیت ہے۔
ہوں کہنے کہ عالم ارواح اس دنیا اور مریہ بے چونی کے درمیان ایک
برزخ ہے۔ اور اس طرح سالم ارواح میں دونوں رنگ پائے جاتے
ہیں۔ لامحالہ عالم چوں (عالم کیفیت) ہے چون (عالم بے کیفیت) سمجھت
ہے۔ اور مرتبہ بے چونی (بے کیفی) کی طرف سے نظر کی جانے لودہ عین چوں

(یعنی کیف) نظر آتا ہے۔ اور یہ برزخیت کی نسبت اسے اپنی اصلی فطرت کے اعتبار سے حاصل ہے۔

روح کا نزول | لیکن اس کا تعلق اس بدنِ عنصری کے ساتھ ہو جائے اور اس تاریک ڈھانچے میں گرفتار ہو جانے کے بعد وہ اس برزخیت سے کل آتی ہے۔ اور پورے طور پر اس عالمِ جون (یعنی دنیائے کیف) میں اتر آتی ہے اور بے چونی (بے کیفی) کا رنگ اس سے پوشیدہ ہو گیا ہے۔ اس کی حالت، پاروت و ماروت کی حالت کی طرح ہے کہ بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر ارجح ملائکہ، بشریت کی پستی میں پیچے اتر آئی ہیں جیسا کہ مفسرین و مؤرخین نے فرمایا ہے۔

روح کا عروج | پس اگر غیایت خداوندی جل شانہ دستگیری فرمائے اور اس سفر سے ایک قسم کی واپسی حاصل ہو جائے اور اس منزل سے پھر عروج نصیب ہو جائے تو نفسِ ظلمانی اور بدنِ عنصری کو بھی اس کی پیروی میں ایک طرح کا عروج نصیب ہو جائے گا اور وہ منازل طے کر لیں گے۔ اسی سلسلہ میں روح کے اس تعلق اور اس کے اس منزل سے جو کچھ مقصود ہے وہ بھی ظہور میں آجائے گا اور نفسِ امارہ کو اطمینان نصیب ہو جائے گا یعنی مطمئن ہو جائے گا، اور جو چیز ظلمانی و تاریک (یعنی وہ بدل کر نورانی ہو جائے گی) جب روح اس سفر کو مکمل کر لے گی

اور جو کچھ اس کے نزول سے مقصود تھا اس کو اپنے انجام تک پہنچا دے گی تو ۳۱
اپنی اصلی برزخیت تک پہنچ جائے گی اور اس طرح اپنی ہدایت و نقطہ آغاز

کی طرف لوٹتے ہوئے نہایت نقطہ انجام کو حاصل کرے گی۔ چونکہ قلب بھی عالم ارواح ہی سے ہے۔ لہذا وہ بھی بزخمت ہی میں قیام پذیر ہوگا اور نفس مطمئن جس پر عالم امر کا بھی ایک رنگ چڑھا ہوا ہے اس لئے کہ وہ قلب اور بدن کے درمیان ایک پردہ خ ہے وہ بھی اسی جگہ قیام پذیر ہوگا۔ لیکن بدن عنصری جو چار عناصر سے مرکب ہے وہ لاقد عالم کون و مکان میں ہی قرار پائے گا۔ اور ان علت و جہات میں مشغول ہو جائے گا اس کے بعد اگر کوئی سرکشی اور مخالفت واقع ہوگی تو وہ سب عناصر کی طبیعتوں ہی کی طرف منسوب ہوگی۔ مثلاً تارکی (آنٹی) جزو جوائی ذات کے اعتبار سے سرکشی اور مخالفت چاہے والا ہے، اسیں لعین کے انداز پر آنا خیر عینہ (میں اس سے ہتھ ہوں) کی صدمہ لگائے گا۔ اور نفس مطمئنہ سرکشی سے، زہنا ہے کہ وہ حق تعالیٰ جل شانہ سے راضی ہو چکا ہے اور حق سبحانہ اس سے راضی ہو چکے ہیں۔ اور اسنی ہونے والے اور راضی شدہ سے سرکشی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اگر یہ کسی ہو سکتی ہے تو قلب (جسم عنصری) ہی سے ہو سکتی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ سید البشر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام اتھما و اکملہاے اسی ایسی سرکشی کی وجہ سے جس کا منشا ہی جزوقالی ہے جب داکبر کے تعبیر فرمایا ہو اور جو آپ نے فرمایا ہے کہ اَنتَ لَہٗ سَیِّطَیْنِ رَیْبَ رَیْبَ سَیِّطَیْنِ مَیْمَانَ مَیْمَانَ اس سے مراد یا تو ذاتی (خارجی) شیطان ہے تو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرین ہے۔ لیکن یہاں یعنی جہاد کے بعد صرف شیطان سے مراد

شیطانِ انفسی ہے اگرچہ اس شیطان کا زور بھی توڑا ہوا ہے اور وہ بھی سرکشی سے باز آچکا ہے لیکن جو بات کسی چیز کی ذات میں داخل ہو وہ اس کی ذات سے زائل نہیں ہوا کرتی۔

یہی از حبشی کے رعد کہ خود رنگ ست

سما ہی رنگ حسنی سے بھلا کب دودھونی ہے

یا ہو سکتا ہے کہ راسخہ شیطانِ دالی حدیث میں بھی شیطان سے مراد انفسی شیطان ہی ہوا لیکن اس کے مسلمان ہوجانے سے یہ بات لازم

نہیں آتی کہ اس میں سرکشی کا مادہ بالکل ہی باقی نہیں رہا۔ باوجود مسلمان ہوجانے کے اگر وہ عزیمت کو چھوڑ کر خصم پر عمل کرے تو قطعاً ممکن ہے۔

اولاً گلاس سے کوئی صغیرہ گاہ سررد موجود ہے جس میں کوئی مکی نہ ہو تو اس کی بھی گنہ گار ہے۔ بلکہ بیک دو گنہ گار کی یہی جو مقربانِ بارگاہِ کبائے بدی (سببہ) بن جاتی ہے وہ بھی اسی قسم سے ہے۔ یہ عام سرکشی ہی کی

قسمیں ہیں اور اس میں سرکشی کا باقی رہتا بھی۔ اس کی اصلاح، و ترقی ہی کے لئے ہے کیونکہ ان امور کے حاصل ہونے کے بعد جن میں انتہائی نقص

ترکِ اولیٰ کا پیش آجاتا ہے، اس شخص کو اس قدر مذمت، ایشیائی اور توبہ استغفار نصیب ہوجاتا ہے جو بہ انتہائی درجات کا باعث بن جاتا ہے۔

اور جب بدنِ عنصری اپنے مقامِ برقا میں آتا ہے تو مطلقاً ستہ (جہ لطیف) کے جدا ہونے اور ان کے عالمِ امر میں عروج یا جہنم کے بعد، ضرور اس دنیا میں ان کا خلیفہ (حائسین) یہی بدن رہ جائے گا۔ اور ان سب کے

کام اسی کو کرنے پڑیں گے۔ اس کے بعد اگر الہام ہوتا ہے تو اسی مضغہ گوشت پر ہوتا ہے جو حقیقت جامعہ قلبیہ کا خلیفہ ہے۔ اور وہ جو حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وارد ہوا ہے کہ مَنْ أَخْلَصَ يَدَهُ آذُنَيْهِ عَنْ صَلَاحِ ظَهْرِهِ يَمَّا سَمِعَ الْحِكْمَةَ مِنْ قَلْبِهِ عَلَى لِسَانِهِ (یعنی جو شخص چالس منڈیا لٹو کر لے کر دیتا ہے (یعنی سولے لمبائی و عمارت ایسی کے اور کسی کام میں مشغول نہیں ہوتا) تو حکمت و دانائی کے چشمے اس کے قلب سے نکل کر اس کی زبان پر ظاہر ہوئے گئے ہیں) تو حدیث میں اس قلب سے مراد یہی گوشت کا لوٹھرا (مضغہ) ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

اور دوسری احادیث میں تو یہ مراد متعین ہی ہے مثلاً آنحضرت علیہا الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ إِنَّهُ أَيْغَاثُ عَنِ قَلْبِي (بے شک میرے دل پر ہلکا سا عیاظاری کر دیا تھا) تو یہ غبار کا پیش آنا اسی مضغہ گوشت پر ہوتا ہے، قلب کی حقیقت جامعہ پر نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ تو کلیتہً غبار سے آزاد ہو چکی ہوتی ہے اور دوسری حدیث میں قلب کے پٹھنے کا ذکر بھی آیا ہے۔ (ایک طویل عربی عبارت کا ترجمہ ملتا ہے)

جبکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ رَضْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ (یعنی مومن کا قلب رحمن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں ہے) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرامی ہے کہ

اللہ اسی حدیث سے جو لوگوں نے جملہ کشی کو ثابت کیا ہے بزرگوار کی سورہ تہویٰ مدہ و سورہ اعراف کا آیت اللہ میں آج بھی سنئے عجب اس عربی عبارت کا ترجمہ ہو سکتا ہے۔ مترجم

قَلْبُ الْمُؤْمِنِ كَرِيْسَتَاةٍ فِي اَرْضٍ فَلَاةٍ (یعنی مومن کا قلب
 پرندہ کے اس پرک طرح ہے جو کسی جنگل یا باغ میں پڑا ہو) اور حضرت
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اَلْمُهْمَمَاتُ بِمَقْلَبِ الْقُلُوْبِ نَبِيْتُ
 قَلْبِي عَلَى طَاعَتِيَاث (یعنی اے اللہ! اے دلوں کو پلٹنے والے! (میرے
 قلب کو اپنی فرمانبرداری پر قائم رکھ) تو یہ قلب کا پلٹنا اور قلم نہ رہنا اسی
 مصنف گوشت کے لئے ثابت ہے کیونکہ (قلب کی) حقیقت جامعہ
 کے لئے نواسٹھ پلٹنے کا ہرگز نقص ہی نہیں کیا جاسکتا بلکہ وہ تو مطمئن
 ہے اور اطمینان میں رہا ہو چکی ہے۔ اور حضرت خلیل علی نبینا
 وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب قلب کے لئے اطمینان کی درخواست کی
 تو ان کی مراد بھی یہی مصنف گوشت تھا، نہ کہ کوئی اور چیز کیونکہ ان کا
 قلب حقیقی تو بلاشبہ مطمئن تھا لہذا ان کا نفس بھی ان کے قلب حقیقی
 کی سیاست کی وجہ سے قطعاً مطمئن تھا۔

صاحب عوارف کے ارشاد پر بحث | صاحب التوارف
 قدس سرہ اس عزیز نے

فرمایا ہے کہ الہام اس نفس مطمئنہ کی صفت ہے جس نے قلب کے مقام

سے سہروردی سلسلہ کے سرخیل شیخ عرشہاب الدین سہروردی اپنے چچا ابو نجیب سہروردی کے
 مریدانہ خلیفہ تھے ۷۵۵ھ میں بھولاس پیدا ہوئے اور ۸۳۵ھ میں وصال ہوا۔ ریاضی کے
 خلیفہ حضرت بہار الدین زکریا طسانی تھے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کی تصنیف "عوارف المعارف"
 تصوف کی اہمات الکتاب میں شمار کی جاتی ہے اور ہر زمانے میں مولیہ میں شہل رہی ہے۔

میں عروج کیا ہو۔ اور یہ کہ اس وقت امام رنگ آمبر یاں (مویاں)
 اور تمام تبدیلیاں (تغیلات) نفس مطمئنہ ہی کی صواب ہوتی ہیں۔
 صاحب العزوف کا یہ ارشاد حسیاک تم خود دیکھ رہے ہو اعداد
 مذکورہ کے خلاف ہے اور اگر صرف شیخ صاحب العزوف کو
 اس مقام سے جس کی وہ بات کر رہے ہیں عروج میسر نہ ہو تو وہ
 حقیقت حال کو دریافت فرمالیے اور جو کچھ میں بیان کیا ہے
 اس کی صداقت اس بظاہر ہو جائی۔ اور اس صورت میں کشف و
 الہام احادیث نبوی علیہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق ہوتی ہے۔
 اور نہیں خوب معلوم ہے کہ جو کچھ میں بیان کیا ہے کہ یہی
 مضبوط گوشت (قلب کی حقیقت جامعہ کا حصہ ہو جاتا ہے
 اور اس پر الہام وارد ہوتے ہیں اور یہی صاحب قول اور صاحب
 "طوینا" ہو جاتا ہے، یہ تمام تین متعصب، وہ ہیں درحقیقت
 مرے کو نہ دو گول برہنہ ہی ساقی و رہبت ہی کہ نذری
 میں معلوم نہیں وہ ان احادیث نبویہ علیہا الصلوٰۃ والسلام
 کے بارے میں کہ کہیں سے جن میں یہ ہے قرآن ہے کہ "فِي حَيِّهِ
 نَبِيُّ اَدَمَ مَضْغَةٍ اِذَا اصْلَحْتَ صَالِحًا يَحْسُدُ كُلًّا وَاِذَا
 فَسَدَتْ فَسَدَ الْخَسَدُ كُلُّهُ" وہ دو حصے میں ایک مضبوط
 (گوشت کا و تھن) ہے جب یہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم درست
 ہو جاتا ہے و جب یہ غلط ہو جاتا ہے تو سارا جسم غلط ہو جاتا ہے

خوب سمجھو کہ یہ مضافہ گوشت (قلب ہے)۔

اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برسیں
مبادلہ اس مضافہ گوشت ہی کو قلب قرار دیا ہے اور جسم کی درستی
اور خرابی کو اس کی درستی اور خرابی پر منحصر فرمایا ہے۔ لہذا جو کچھ
قلب حقیقی کے لئے درست ہے وہی کچھ اس مضافہ (گوشت)
کے لئے بھی درست ہوگا۔ اگرچہ یہ نیابت اور علامت کے طور پر
ہی ہو۔ اور اچھی طرح سمجھو کہ جب روح اپنے جسم سے اس
موت کے درمیان (جو معارف) موت سے پہلے ہی خارج
ہوتی ہے، جدا ہو جاتی ہے تو عارف واصل اپنی روح کو
اس طرح محسوس کرتا ہے کہ وہ نہ جسم میں داخل ہے نہ اس سے
خارج ہے، نہ اس کے ساتھ یوستہ ہے اور نہ اس سے جدا ہے۔
اور وہ محسوس کرتا ہے کہ روح کا ہے جسم کے ساتھ ایک تعین
مردہ غم رہتا ہے جس کی غرض جسم کی درستی ہوتی ہے بلکہ ایک
دوسری غرض بھی ہوتی ہے اور وہ کہ روح کی طرف اس کا کمال
بھی دیکھنا آجائے۔ وہ یہی تعین جسم میں رہ سکی اور حولی پیدا کرتا
ہے۔ اگر یہ تعلق نہ ہوتا تو جسم ایسے تمام درجات کے ساتھ نامرہ
شرادہ نفس میں جاتا۔ بعینہ ہی کچھ صورت روح و عمرہ کے ساتھ
واجب تعالیٰ کی ہے۔ چنانچہ ذات واجب تعالیٰ نہ عالم میں
داخل ہے نہ اس سے خارج، نہ اس کے ساتھ یوستہ ہے

مناس سے جُدا ہے۔ لیکن حق تعالیٰ سبوتا کا عالم کے ساتھ ایک تعلق ضرور ہے اور یہ تعلق عالم کو پیدا کرنے کا اس کو باقی رکھنے کا کمالات کے نبضان کا اور نعمتوں اور بھلائیوں کے لئے مستعد بنانے کا تعلق ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب اگر تم کہو کہ علمائے اہل حق نے روح کے سلسلے میں اس انداز کی کوئی گفتگو نہیں فرمائی بلکہ قریب قریب انہوں نے اس انداز کی بحث کو جائز بھی نہیں دکھا۔ اور تم ہر قبلہ و کثیر میں اُن کی موافقت ضروری چاہتے ہو۔ تو پھر اس کی وجہ کیا ہے (کہ تم روح کے سلسلہ میں اس انداز کی گفتگو کر رہے ہو)۔

۳۵

ہاں میں کہتا ہوں کہ ان میں سے دل تو بہت کم لوگ ہیں جنہیں روح کی حقیقت کا علم حاصل ہو سکا ہے۔ پھر انہوں نے اپنے کم ہونے کے باوجود روحانی کمالات کے نظارے متعلق کوئی تعمیری گفتگو نہیں فرمائی اور محض اجمالی اشارات پر اکتفا فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ عوام کی گنج فہمی اور ان کے گمراہی میں مبتلا ہونے کے اندیشے، اس بات سے بچتے رہے۔ کیونکہ روحانی کمالات (ایک حد تک) صورتہ کمالات و جوہیت (واجب الوجود ہونا) سے مشابہ واقع ہوئے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان بہت ہی باریک فرق ہے جس پر سوائے راسخ القدم علماء کے سب لوگ مطلع نہیں ہو سکتے۔ لہذا انہوں نے اجمال ہی میں

مصلحت سمجھی بلکہ اس کو بیان کرنے اور اس کی حقیقت کو واضح کر نیوالے کا
 انکار کر دینا ہی بہتر سمجھا۔ ہذا وہ حضرات ان کمالات کے منکر نہیں
 ہیں جن کا تذکرہ اوپر کیا ہے۔ اور میں ضعیف بنوہ (یعنی میں) نے
 اس کی وضاحت کے ساتھ تشریح اور اس کے بعض خواص کی توضیح
 اپنے علم صحیح اور کشف صریح پر اعتماد ہونے کی وجہ سے، محض
 حق سببِ مددِ الٰہی کی مدد و توفیق سے اور اس کے جہیب
 غلام الصلوٰۃ والسلام وآلہ الکرام کے سرفرد سے کر دی ہے اور
 ساتھ ہی اس شبہ کا بھی ازالہ کر دیا ہے جو اس کی وضاحت سے
 مانع تھا لہذا اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو۔

یہ بھی جان لےنا چاہئے کہ جس طرح جسم روح سے بشمار
 کمالات حاصل کر رہا ہے اسی طرح روح بھی جسم کے ذریعے سے
 عظیم الشان فوائد کا اکتساب کرتی ہے۔ (یہ جسم ہی تو ہوتا ہے
 جس کے ذریعے سے روح) سننے والی، دیکھنے والی، چلنے والی
 اور ایک جسم کے اندر مجسم بن جاتی ہے کہ اس کے بعد وہ ان افعال
 و اعمال کا اکتساب بذاتِ خود کرتی ہے جو عالمِ اجسام ہی سے
 مناسب رہتے ہیں۔ (یعنی جسم کو حاصل کئے بغیر تہا روح کیلئے
 یہ نام باتیں ممکن نہیں)۔

عقل معاد اور جب نفس مطمئنہ روحانیوں (یعنی عالمِ ارواح) کے ساتھ
 ملحق ہو جاتا ہے، جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے تو عالمِ اجساد میں عقل اس کی جگہ پر

اس کی خلیفہ اور نائب بن کر بیٹھتی ہے اور اس کا نام عقل معاد ہو جاتا ہے۔ اب اس کا فکر و اندیشہ، تمام کا تمام آخرت ہی کے لئے مخصوص ہو جاتا ہے اور وہ زندگی گزارنے کی فکر وں سے فارغ ہو جاتی ہے۔ اور جو نور اُسے قدرت کی طرف سے عطا ہوتا ہے اس کی بدولت وہ فراست کے قابل ہو جاتی ہے۔ یہ مرتبہ کمالِ عاقل کے انتہائی مرتبوں میں سے ہے۔

۳۱ ایک اعتراض اور کوئی گوناواہ اندیش اس مقام پر یہ اعتراض نہ کرے کہ عقل کے مراتب کمال کی انتہا تو یہ ہونی چاہئے اس کا جواب

۱۔ کہ وہ معادش اور معاد دونوں کو بھول جانے میں پختگی حاصل کر لے۔ کیونکہ ابتدا میں بھی اس کی فکر کا مرکز خواہ دنیا ہو یا آخرت، ہر جگہ سوائے حق سبحانہ و تعالیٰ کے اور کچھ بھی نہیں ہوتا (تو انتہا میں تو اور بھی یہ صورت ہونی چاہئے)۔

اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ یہ نسیان سنائے راہ میں فنا فی اللہ کے مقام میں اسے حاصل ہوا تھا۔ لیکن یہ کمال (جس کی گفتگو یہاں ہو رہی ہے) اُس مقام سے بہت منزل آگے کی ہے۔ یہاں تو حصولِ جہل کے بعد علم کا واپس آنا ہے اور جمع کے ثبوت کے بعد فرق و امتیاز کا دوبارہ ٹوٹنا ہے۔ اور کفرِ طریقت کے بعد جو مرتبہ جمع میں حاصل ہوتا ہے اسلامِ حقیقی کا حاصل ہونا ہے۔ فلاسفہ نے جو بہت ہی بے وقوف و قیچ ہوئے ہیں، عقل کے اندر چار مرتبے ثابت کئے ہیں اور کمالِ عاقل کو انہی چار مرتبوں میں منحصر سمجھا ہے تو یہ ان کی انتہائی حماقت ہے عقل کی

حقیقت کو ان کمالات کے باوجود جو اس کے تابع ہیں عقل اور وہم کے ساتھ نہیں سمجھا جا سکتا۔ (ان حقائق کو سمجھنے کے لئے) ایسے کشفِ صحیح اور الہامِ صریح کی ضرورت ہے جو انوارِ نبوت کے فانوس سے مقبض ہوں۔

صَلَوَاتُ اللہِ تَعَالٰی وَتَسْلِیْمَاتُہٗ اَعْلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ عَمُوْمًا
وَ اَخْصَاہُمْ حَسْبُ اللہِ حُضُوْرًا۔ رستوں کی رحمت و راس کی سہولتیاں تمام

ایسے اور مخلص پر عموماً مل جاتی ہیں اور رستے جس اللہ تعالیٰ کے صفت پر جس صفت کے ساتھ

ایک سوال اور | اگر لوگ دریافت کریں کہ مناجات کی خبارتوں میں جو واقع ہو ہے کہ عقل، روح کی ترجمان ہے تو اس

اس کا جواب | اسے معنی کیا ہوں گے؟ (اس کے جواب میں) یہ کتابوں

کہ جو علوم و معارف روحانی تلقی (یعنی اور انداز کرنے) کے ذریعے سے مبدأ فیاض سے جاری ہوتے ہیں انہیں قلب جس کا تحقق عالم ارواح سے ہر

اخذ کر لیا ہے۔ اس قلب کی ترجمان عقل ہے جو انہیں ضابطہ تحریر میں لاکر

ان کا خلاصہ بنا کر کے ان لوگوں کے لئے قابل فہم بناتی ہے جو عالم خلق کے گرفتار ہیں۔ کہو کہ اگر عقل ترجمانی نہ کرے تو ان کو سمجھ ہی دشوار ملے

ناممکن ہو جائے اور چونکہ مضغہ قلبیہ، حقیقتِ جامعہ قلبیہ کا خلیفہ ہے

اس لئے اس نے بھی اصل کی حیثیت حاصل کر لی ہے اور اس کی تلقی (اخذ کرنے اور حاصل کرنے کی صلاحیت) بھی روحانی تلقی بن گئی ہے اور ترجمان کی محتاج ہو گئی ہے۔ جانا چاہئے کہ عقل معاد پر ایک ایسا وقت بھی آجاتا ہے جو نفسِ مطمئنہ کی ہمسائیگی کے شوق کا باعث بن جاتا ہے اور یہ

شوق اس حد تک بڑھتا ہے کہ عقل معاد کو جس مطمئنہ کے مقام تک پہنچا دیتا ہے۔ اس حالت میں عقل معاد، قلب کو تہی اور خالی حیوٹر جاتی ہے اور اس وقت تعقل (سمجھنے) ورتہ کر (یاد رکھنے) کی گھلا جیت بھی عقل معاد کی بجائے) اسی قلبی لو تھڑے میں قرار پا جاتی ہے۔ ربّانی دینق کو تری یمن گان لہ قلب (اس حیثیت میں روگوں کے لئے بصوت ہے جو سب رکھ ہو) اور اس وقت وہی قلب خود اپنا ترجمان بن جاتا ہے۔ اس وقت عارف کا معاملہ قالب کے ساتھ پیش آتا ہے۔ اُس کا آتشی (ناری) جزو جس کی طبیعت اور ذات سے انا خیر مینہ (میں اس سے بہتر ہوں) کی صدائیں ظاہر ہوا کرتی تھیں مطیع و فرماں بردار بن جاتا اور فہرہ رفته اسرام حقیقی کے شرف سے مترف ہوتا جاتا ہے۔ لہذا کارکنان قصا و قدرا بلیسی خلعت کو اس سے دور کر کے اُسے نفس مطمئنہ کے پہلی مقام پر پہنچا دیتے ہیں اور اس کا قائم مقام مادیت میں اس قلب (جسم) میں قلب حقیقی کا خلیفہ صنفہ قلب ہوا اور نفس مطمئنہ کا قائم مقام آتشی (ناری) جزو بنا۔

زر شد پس وجود من از کیمیاے عشق

(ترجمہ) کیمیاے عشق سے نہ بن گئی خاک وجود

اور (جسم انسانی کا دوسرا جزو یعنی) جزو ہوائی، روح کے ساتھ مناسب رکھتا ہے۔ لہذا سالک جس وقت ہوا کے مقام پر پہنچتا اور اس تک عروج حاصل کرتا ہے تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اسی ہوا کو حقانیت کا عنوان

سمجھ لیتا ہے اور اس میں گرفتار ہو جاتا ہے جیسا کہ روح کے مقام میں بھی
 اسی قسم کا (مغسلہ آمیز) مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور سالک اسی میں گرفتار
 ہو کر رہ جاتا ہے۔ بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ میں تیس سال تک روح
 ہی کو خدا سمجھ کر رستش کرتا رہا۔ اور جب کارکنانِ قضا و قدر نے مجھے
 اس مقام سے گذار دیا تو حق باطل سے جدا ہو گیا۔ اور یہ جزو ہوائی
 مقام روحی کے ساتھ مناسب رکھنے کی وجہ سے اس قالب میں روح
 کا قائم مقام بن جاتا ہے اور بعض معارف میں وہ روح کے حکم میں ہے
 یعنی اس کی مانند ہو جاتا ہے۔ اور جسم انسانی کا تیسرا جزو یعنی جزو آبی
 حقیقت جامعہ قبلیہ سے مناسب رکھتا ہے اور سی سے اس کا فیصل تمام
 چیزوں میں پہنچا ہے۔ وَحَقِّقْنَا مِنْ أَمَّا بَيْنَ شَيْءٍ وَ شَيْءٍ (اور ہم نے مرجح کو
 یوں سے جاب کشی) اس کی جائے مار گشت بھی سی سے جو گوشہ کا بوکھا
 ہے اور (جسم انسانی کا چوتھا جزو یعنی جزو زمینی رمٹی) جو اس قالب
 (جسم) کا جزو اعظم ہے اپنی کمبکی اور خستگی کی تلویش راودگی سے
 جو کہ اس کی ذاتی صفات ہیں پکی حاصل کر لینے کے بعد وہی اس قالب
 میں حاکم اور غالب ہو جاتا ہے۔ اور قالب میں جو کچھ بھی ہے وہ اسی
 کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اسی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ اس کی یہ
 حیثیت اس کی مکمل جامعیت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ کیونکہ قالب کے
 تمام اجزاء درحقیقت اسی کے اجزاء ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ کرۂ زمین
 ہی عناصر اور مصالح کا مرکز قرار پایا ہے، و زمین کا مرکز ہی پوری دنیا کا

کی طرف لوٹ آئے کا مقام ہے تاکہ لوگوں کو حق حق و غلط کی طرف دعوت دے اور روح اس وقت میں قلب کے حکم میں یعنی اس کی مانند ہو جاتی ہے اور اسی کی تابع ہو جاتی ہے اور معاملہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اگر قلب حاضر ہے تو روح بھی حاضر ہے و اگر قلب غافل ہے تو روح بھی غافل ہے بہت نماز ادا کرنے کے وقت روح اپنے تمام مراتب کے ساتھ بارگاہِ قدس جل شانہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے گرچہ قلب غافل ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ ہاں تو مومن کی معرات ہوتی ہے

دعوت کا کامل ترین مقام جاسا جاتا ہے کہ واسل شخص کا یہ رجوع ہو پورے طور پر رونق ہو جائے دعوت کے کامل ترین مقامات میں سے ہے۔ یہ غفلت ایک کبیر جماعت کے حصول کا سبب بنتی ہے۔ غافل لوگ اس غفلت کی حقیقت سے غافل ہیں اور جو صاحبِ حضور میں وہ اس رجوع سے لاعلم ہیں۔ یہ مقام درحقیقت قابلِ مدح ہے، لیکن بطل ہر مذمت کے مناسبہ معلوم ہوتا ہے۔ ہر کوتاہ اندیشی کی فہم اس مقام تک نہیں پہنچ سکتی۔ اگر میں اس غفلت کے کمالات بیان کروں تو کوئی آدمی بھی قطعاً حضور کی خواہش اور رزق نہ کرے۔ یہ وہی غفلت تو ہے جو نوعِ انسانی کے خواہش کو نوعِ ملائکہ کے خواہش پر فضیلت بخشی ہے۔ یہ وہی غفلت تو ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رحمتِ عالمیان کے درجے پر فائز کر دیتی ہے۔ یہ غفلت وہی ہے جو ولایت کے درجے سے نبوت کے درجے تک پہنچا دیتی ہے۔ اور یہ غفلت وہی تو ہے جو نبوت کے

رسالت کے درجہ تک پہنچا دیتی ہے یہ غفلت ہی تو ہے جو معاشرے میں رہنے والے
 اولیاء اللہ کو گوشہ نشین ادبیا، اندر پر فضیلت بخشتی ہے۔ یہ وہی غفلت
 تو ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت
 صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سبقت عطا کرتی ہے، حالانکہ وہ دونوں ایک
 ہی گھوڑے کے دونوں کانوں کی طرح یعنی بغیر مساوی مرتبہ پر قائم تھے۔
 یہ وہی غفلت تو ہے جو ہونہندی (صحیح) کو مستی (سکر) پر ترجیح دیتی ہے۔
 یہ وہی غفلت تو ہے جو نبوت کو دنیایت سے افضل قرار دیتی ہے کوتاہ
 اندیشوں کے خیال کے برخلاف یہ وہی غفلت ہے جس کی وجہ سے
 قطب ارشاد، قطب اندر پر فضیلت حاصل کر لیتا ہے۔ یہ وہی
 غفلت تو ہے جس کی مدد پر کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آرزو فرماتے ہیں
 خذ انھم وہ کہتے ہیں: يَا سَيِّدِي سُبْحَانَكَ رَبِّكَ كَاتِبِينَ ص ۱۰۰
 صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بھول ہوئی۔ یہ وہی غفلت ہے کہ حضور اس کے
 سامنے ایک دنی ترین خدیم کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہاں! یہ وہی غفلت
 تو ہے کہ وصول اس کے حصول کا میسر خیمہ ہے۔ ہاں! یہ وہی غفلت
 ہے جو نقل ہر منزل نظر آتی ہے لیکن درحقیقت بلند ی ہے۔ ہاں ہاں!
 صاحبِ خودات حق کی زبان مشغول ہونے کے مادہ تو کم ایسی ہے جنوں کی طرف بھی مشغول
 ہوتا ہے یہ مشغول ایک گویہ غفلت کو مستر ہے، درحالیہ مشغول سے مائل غافل
 ہو کر ذرا حق میں کئی طور پر مستعد ہوتا ہے اس کے باوجود صاحب حق کو اس پر نصبت ہے
 کیونکہ وہ امیر الہی سے مخلوق کی اصلاح و تربیت میں مشغول ہو کر صلہ اللہ پوسنے کا
 فرض انجام دیتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مترجم

بیرونی غفلت ہے جو خواص کو عوام کے مشابہ بنا دیتی ہے اور عوام کے لئے ان کے کمالات کے حجاب اور پردے بن جاتی ہے۔

گر گویم شرح میں بیکر شود

(ترجمہ)

جو اس کی شرح کروں سے صاب ہو جائے

أَتَقْبِلُ يَدِي عَلَى الْكَثِيرِ وَالْقَطْرَةِ شَيْءٌ عَنِ الْبَحْرِ الْغَدِيرِ
وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهَدْيَ وَالتَّرَمَّ مَنَاعَةِ الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ
وَعَلَى آيَاتِهِ الصَّلَوَاتِ وَالسَّلَامَاتِ آمَنَّا وَأَكْمَلُهَا رَسُوْلِي
بات سے زیادہ باوقار پرہیزی حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ ایک قطرہ بے پایاں سمندر کی
خبر دیتا ہے۔ اور سلامتی ہو ان پر جو ہدایت کی پیروی کریں اور حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وعلیٰ آلہ وسلم الصلوات والتسلیمات انہما دیکھنا کی پیروی کو اپنے لئے لازم کریں

۱۴ - منہا

پیغمبر اسلام کا خصوصی امتیاز حضرت رسالت خاتمت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم، باقی تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے درمیان
تجلی ذاتی کے ساتھ امتیازی درجہ رکھتے ہیں۔ اور اس دولت عظمیٰ کے ساتھ جو
تمام کمالات سے ادنیٰ کی چیز ہے آپ کی بارگاہ مخصوص ہے۔ اور آپ
کی پیروی کرنے والوں میں سے کاملین اولیاء کا بھی اس مقام خاص میں
حصہ ہے۔ کوئی محض یہ نہ کہے کہ اس قیاس پر تو یہ لازم آتا ہے کہ اس
اُمت کے کاملین اولیاء تمام انبیاء علیہم السلام کی بھی ہوں، حالانکہ یہ بات
اہل سنت وجماعت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اعتقاد کے

۱۴ خلافت ہے۔ اور یہ فضیلت کوئی جزئی فضیلت بھی نہیں ہے جو یہ کہہ کر اس شبہ کو رفع کیا جائے۔ بلکہ یہ فضیلت کلی ہے کیونکہ لوگوں کا ایک دوسرے سے افضل ہونا محض قریب الہی جل شانہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور جو فضیلت بھی ہو وہ اس فضیلت سے کم ہی کم ہے۔

اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ میرے اس بیان سے کہ اس امت (محمدیہ) کے کالمین کا اس مقام میں حصہ ہوتا ہے، یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس مقام پر واصل بھی ہو چکے ہوں۔ اور فضیلت کا انحصار واصل ہونے پر ہے۔ اس امت کے جو کہ خیرالاحم ہے، کالمین کا انتہائی عروج انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قدموں کے نیچے تک ہی ہوتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجودیکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد پوری تاریخ انسانیت کی سب سے بزرگ اور افضل ترین شخصیت ہیں۔ لیکن ان کا انتہائی عروج بھی کسی نبی کے قدم کے نیچے تک ہی ہوتا ہے جو تمام انبیاء کے درجات سے کمتر درجہ ہے۔ ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ اس امت کے کامل تابعداروں کو اس مقام میں جو مقام فوق الفوق کے کمالات سے نیچے کا مقام ہے پورا حصہ حاصل ہوتا ہے اور یہ فوق حقوق کا مقام ان کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ خادم جہاں کہیں بھی ہو اسے اپنے مخدوم کا پس خود پہنچ ہی جاتا ہے۔ دور کا خادم بھی مخدوم کے طفیل سے وہ کچھ حاصل کر لیتا ہے کہ نزدیکی والے لوگوں کو خدمت کی

دولت کے بغیر میسر نہیں آتا۔ ۵

در قافلہ کہ اوست دائم تر رسم (ترجمہ) اسی اس کہ رسد ز دور بانگ جرم
وہی جس قافلیں جساموں میں نہ پنچور گا یہی برس بہ کہتے دور سے بانگ جرس ہر دم

جاننا چاہئے کہ مریدوں کو بھی بعض اوقات اپنے پیروں کے سلسلے
میں یہ توہم پیدا ہو جایا کرتا ہے اور انھیں اپنے پیروں کے مقامات کا حصول
(پیروں کے ساتھ) مساوات کے خیال میں گرفتار کر دیتا ہے۔ حالانکہ
معاذ کی حقیقت یہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ مساوات کا حصول اس وقت
ہو سکتا ہے جبکہ مریدان مقامات پر واصل ہو جائے۔ ان مقامات
کے صرف حصول پر منحصر نہیں، کیونکہ حصول پر خود طفیلی ہے۔ (یعنی
پیر کے شغل سے حاصل ہو گیا ہے)۔ اس بات سے کوئی شخص یہ گمان
بھی نہ کرے کہ مرید اپنے پیر کے برابر ہو ہی نہیں سکتا، اسباب ہیں بلکہ
مساوات ممکن و جاری ہے بلکہ واقع بھی ہوتی ہے۔ لیکن کسی مقام کے
حاصل ہونے اور اس مقام پر واصل ہو جانے کے درمیان بہت ہی
باریک فرق ہے ہر مرید کو اس دولت کی طرف ہدایت حاصل نہیں ہوتی۔
اس فرق کو سمجھنے میں کشف صبح اور الہام صریح درکار ہے، وَاللّٰهُ شَیْخَانَهُ
اُمِّیُّہُمْ بِاَسْوَابٍ وَّ سَلَامٌ سَلِّیْ مِّنْ اَتْبَعِ الْہُدٰی (اور اسد سنی
ی صبح بات ل میں ڈالے والے ہے۔ اور سنی ہو ان پر جو مابست کی
پیروی کریں)۔

۱۵۔ منها

احوال پیش آکر غائب ایک فقیر (ساک) نے دریافت کیا کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ اس راہ پر چلنے والے کو کیوں ہو جاتے ہیں؟ ایک حالت پیش آتی ہے اور ایک عرصہ تک وہ برقرار رہتی ہے اور اس کے بعد غائب ہو جاتی ہے اور ایک مدت کے بعد پھر وہی حالت ظاہر ہو جاتی ہے اور کچھ زمانے کے بعد پھر غائب ہو جاتی ہے۔ وَهَكَذَا إِلَى مَا شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى (اور صیکہ فعلیٰ تعالیٰ چاہتا ہے ہی صورت رہتی ہے)۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہر آدمی کے سات لطیفے ہوتے ہیں اور ہر لطیفہ کی حکومت اور غلبہ کی مدت جدا گانہ ہوتی ہے۔ پھر اگر وارد ہونے والی حالت ان میں سے لطیف ترین لطیفہ وارد ہوتی ہے اور کوئی قوی حالت اس پر نازل کرتی ہے تو سالک کی مجموعی کیفیت (کلیت) اسی لطیفہ کے رنگ میں رنگی جاتی ہے۔ اور وہی حالت تمام لطیفوں میں سرایت کر جاتی ہے اور جتنے عرصے تک اس لطیفہ کا غلبہ قائم رہتا ہے وہی حالت باقی رہتی ہے۔ اور جب اس لطیفہ کا غلبہ ختم ہو جاتا ہے تو وہ حالت بھی زائل ہو جاتی ہے۔ اور ایک مدت کے بعد اگر پھر وہی حالت دوبارہ واپس لوٹ آتی ہے تو دو صورتوں سے خالی نہیں ہوتی۔ یا تو یہ حالت اسی پہلے لطیفہ پر لوٹتی ہے، اس وقت ترقی کی راہیں اس سالک پر مسدود ہو جاتی ہیں اور اگر کسی دوسرے لطیفہ پر وارد ہوتی ہے تو

ترقی کا راستہ کھل جاتا ہے۔ اور میں دوسرے لطیف میں بھی وہی پہلے
 لطف والی معاملہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس حالت کے داخل ہو جانے کے بعد
 اگر وہی حالت دوبارہ واپس آتی ہے تو وہ بھی سابق دو صورتوں سے خالی
 نہیں ہوتی۔ وَ هَكَذَا كَانَ حَيْثُ لَمْ يَكُنْ (ہر صورت تمام سطحوں کی ہی) ص ۳۳
 پس اگر وہ وارد ہونے والی کیفیت تمام سطحوں میں اصلہ سرایت کر چلا
 تو سب حالت سے مقام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے (یعنی صاحبِ حال
 سے صاحبِ مقام بن جاتا ہے اور زوال سے محفوظ رہتا ہے۔ وَ اِنَّهُ
 سَمِيعٌ عَلِيمٌ خَفِيفَةُ الْحَبَارِ وَالصُّوَرِ وَالْمَقَامِ عَلَى سَائِرِ الْبَشَرِ
 وَ لَيْزَ الْاَنْظُرُ) اور شہسوی۔ و بعد از صفات حال کو سب سے زیادہ جائے میں،
 درجہ دو سلام ہو کہ وارد و جوں اور پیکر کی حالت اظہار ہے۔

۱۶۔ منہا

آیت قرآنی کی لطیف تشریح اور عبارت کا ترجمہ خط میں
 "حق مانی ہے، رسا و ذلیل ہے، کائنات پر موقوف، کائنات کو امان
 حیاتِ مآرز و شہادت و سرور و یتیمان گنہگار تاتا ہے بعد از
 (یعنی اسے ایمان والوں پر کیرہ چہروں سے کھدو و حسمت نہیں
 بطور بدنی عطا فرمائی ہیں اور اللہ کا سرور کرو۔ اگر تم اسی کی
 عبادت کرتے ہو) اس آیت میں یہ حسم ہے کہ یہ سرور (کہ اگر تم
 اسی کی عبادت کرتے ہو) اس مریضے لگائی کی جو جو کھانے کے لئے
 فرمایا گیا ہے (یعنی پاکر و حیرت سے کھاؤ) یعنی جو کچھ ہم نے

نہیں رقی دیا ہے اس میں سے لذیذ جنس کھ دے بشرطیکہ بیماری
طرف سے بہ بات صحیح ہو کہ ہم اسی عبادت کے لئے خدا ہی کی
ذات کو مخصوص کرتے ہو۔ اور اگر ہماری جانب سے بہ بات صحیح
نہ ہو بلکہ ہم اپنے نفس کی لہو و لعب میں ڈالنے والی خوش تکی
بندگی بھی کر رہے ہوں تو ہم بد مذہبوں کو کھانا دیں گے، اس
صورت میں ہمیں یہ ہوا اور باقی میں میں رہنا ہوا اور جو چیزیں بظو
ر رقی کے دی گئیں ہیں ان میں سے بد مذہبوں میں سے لے کر
قابل ہیں۔ ہاں جب تمہارا باطنی مرض حاکم ہے تو اس لذیذ چیز کو
کا کھنا نہیں رہے لئے درست ہو جائے گا۔ صاحب کائنات
علامہ مختار نے سر کے مطابق کاکھ چاکرتے ہوئے اس سنگ
طیبات کی قسم کشیدہ کہ رندہ و سہا پسند حیدروں سے
کہے۔

۱۷۔ منہا

کیا معرفت کے بعد کوئی لغزش زبانی یا رب کا رحمہ ملاحظہ ہو۔
نقصان دہ نہیں ہوتی؟ بعض متابع خدمت اللہ تعالیٰ سربراہ

سہ ماہی بوقت نام نہاد عمر جو علامہ مختاری صاحب کائنات کے نام سے مشہور ہیں
عربی زبان "ادب" درموم دیں میں بزرگ کے ہے۔ "عجب شے" کو حواری میں
پیدا ہوا۔ کہ کرم میں رہ کر عوم دیں اصل کے اسی وجہ سے علامہ کے لقب سے
مشہور ہوئے۔ اعتراف کی جانب ایل ہے۔ یہ کی رہا نہ خبرت کلام مجید کی تفسیر کتاب
کی وجہ سے ہے۔ وقت عطف کے دن "عشر" حوزہ میں حوائج کے مقام پر ہوئی۔

ارشاد ہے کہ "جس نے خدا کی معرفت حاصل کر لی اسے کوئی گناہ
 نقصان نہیں دیتا" اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے معرفت
 حاصل کرنے سے پہلے جن گناہوں کا ارتکاب کر لیا تھا وہ اسے نقصان
 نہیں دیتے کیونکہ اسلام قبول کرنے سے پہلے جو گناہ ہو چکے ہوں انھیں
 اسلام بالکل ختم کر دیا ہے اور صوفیہ کے طریقہ پر حقیقی اسلام
 فنا و رہ کے بعد اسے کسی نہ و تعالیٰ کی معرفت ہی ہے۔ لہذا
 اس معرفت کا حصول نہ گناہوں کو جو اس سے پہلے سرزد ہو چکے
 ہوں ختم کر دیتا ہے۔ ورنہ بھی ممکن ہے کہ گناہ سے مراد وہی گناہ
 ہوں جو اس معرفت کے حد سرزد ہوں وہ اس صورت میں گناہ سے
 مراد صغیرہ گناہ ہوں گے کہ وہ نہیں ہوں گے۔ کیونکہ وہ اکثر کبیرہ
 گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں صغیرہ گناہ اس سے نقصان نہیں دیتے
 کہ عارف ان پر اصرار نہیں کرتا اور بغیر کسی فضل کے تو نہ ہی اس کا
 تدارک تو یہ اور استعارے سے کر لیا ہے۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ
 اس کا مطلب یہ ہو کہ عارف سے کوئی گناہ صادر ہی نہیں ہوتا کیونکہ
 گناہوں کا صادر ہونا ان کے نقصان سے دینے کیلئے ملزوم ہے۔
 اور ان کا نقصان نہ دینا اس کے لئے لازم ہے دینی جب کوئی شخص
 گناہ ہی نہیں کرے گا تو لڑائی سے ان کا نقصان بھی نہیں پہنچے گا لہذا
 لازم کو ذکر کر کے ملزوم مراد لیا گیا ہے۔ اور جو کچھ محدثوں نے اس
 عبارت سے توہم کیا ہے کہ عارف کے لئے گناہوں کا ارتکاب

کہنے کی گئی تھی ہے کہو کہ وہ سے انحصار نہیں دینے تو یہ وہ تم
 قطعاً باطل ہے اور صریحاً زید فرمے۔ اَبُو یُسُفُفٍ حِرْبُ الشُّعْبَانِ
 اَلَا اِنَّ حِرْبَ الشُّعْبَانِ هُمُ الَّذِيْنَ دَرَسَتْ لَا تُرْسُ
 قُتُوْبَتَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَا وَهَبْتُ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً
 اَنْتَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ہ سے لوگ صفات کی ٹولی واسطے ہیں
 جبردار رہو کہ شیطان کی ٹولی دے ہی خدہ میں رہتے ہیں۔ اسے
 ہمارے پروردگار! انو ہمارے دونوں کو ہر باب صفا فرماتے کے بعد کی
 کی طرف، کل۔ فرما وہ ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما۔ معافو
 بہت عطا فرمانے والا ہے) اور حق تعالیٰ ہی جس جس اسلاموں کو
 برکیں نازل فرمائے ہمارے قاصد حضرت محمد بن عبد اللہ علیہ السلام اور اس کی آپ پر۔
 میں خدو مدد کریم رک (دانش) سے جس کی مغرب بڑی ہی وسیع
 ہے ہی امید رکھ ہوں کہ اسے عرفت کو جو اسلام کی حقیقت سے
 واقعی آتا ہو چکا ہو معرفت سے ہیں، رکاب کردہ گاہوں سے
 کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اگرچہ چنگہ مظالم اور حقوق العباد کی
 قسم ہی سے کیوں نہ ہوں کیونکہ حق تعالیٰ سچا ہی مالک مطلق
 ہے۔ اور مندوں کے قلوب اس کی نگھیوں ہیں سے دو نگھیوں
 کے درمیان ہیں۔ وہ انھیں جس طرح چاہتا ہے، اٹھ پٹ رہتا ہے
 اور مطلق اسلام کا قبول کرنا ہی گناہوں کو ختم کر دیتا ہے، سوائے
 مظالم اور ہندوں کے حقوق کے جیسا کہ ظاہر ہے، ہیں بیشک

حقیقت وہ کمال کو ایسی تری اور قیصیف ہوتی ہے جو
اس چیز کو مطلق صورت میں نہ مل سکتی ہو۔

۱۸۔ منہا

وجود باری تعالیٰ کے سلسلہ میں حق سچا۔ وہ ذاتی اپنی ذات کے ساتھ
خصوصی معرفت

وہ سب وجود کے ساتھ موجود ہیں اس صورت میں حق خود کو موجود
ہونے کے لئے وجود کی احتیاج لازمی نہیں کرتی جو اس سے پہلے کے لئے
لوگوں کو یہ کہنا پڑے کہ حق خدا کا وجود عین ذات ہے نہ کہ نہیں ہے۔
ناکہ غلبہ کی احتیاج لازم نہ آئے۔ ذات حق قبل سلسلہ کے لئے وجود کے
عین ذات ہونے کا اثبات کرنے کے لئے سند و دلائل کا محتاج ہو یا نہ
ہے اور اس صورت میں ہمیں خصوصیت کے ساتھ جمہور کی نسبت و اجتماع
کی مخالفت بھی کرنی پڑتی ہے کیونکہ یہ بزرگ وجود کے عین ذات ہونے
کے قائل نہیں ہیں۔ وہ وجود کو نہ سمجھتے ہیں۔ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اگر
ہم ذات واجب تعالیٰ و تقدس کو ہے وجود کے ساتھ موجود کہیں جو اس
کی ذات پر زائد ہونے کی وجہ سے نہ کہنے کا یہ حکم اس بات کو مسترد کر دے کہ ذات واجب تعالیٰ
و تقدس غیر کی طرف محتاج ہو۔ لیکن اگر ہم یہ کہیں کہ وہ اپنی ذات کے
ساتھ موجود ہے اور اس وجود کو ہم ایک عرض عام کی نسبت سے لیں تو
جمہور متکلمین اہل حق کی بات بھی درست ہو جاتی ہے اور احتیاج کا عرض

بھی جو مخالفین پیش کرتے ہیں پوری طرح دُور ہو جاتا ہے۔ اس بات کے درمیان کہ واجب تعالیٰ کو اپنی ذات کے ساتھ موجود کہیں اور وجود کو اس میں بالکل کوئی دخل نہ دیں اور اس بات کے درمیان کہ اسے وجود کے ساتھ موجود کہیں اور اس وجود کو عین ذات ثابت کریں، ان دونوں باتوں کے درمیان (واضح فرق ہے۔ یہ معرفت ان خصوصیات میں سے ہے جن کے ساتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مجھے مخصوص فرمایا ہے۔ اس پر فقہ سبحانہ کا حمد و شکر کرتا ہوں اور اس کے رسول پر درود و سلام بھیجتا ہوں۔

۱۹۔ منہا

مزید وضاحت حضرت واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کی خصوصیات میں سے یہ بات ہے کہ وہ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہو اور اپنے موجود ہونے میں قطعاً وجود کا محتاج نہ ہو۔ خولہ ہم وجود کو عین ذات مانیں یا ذات پر زائد کہیں، ان دونوں صورتوں، یعنی عینیت اور زیادتیت میں وہی بات جس سے بچنے کی کوشش کی گئی تھی لازم آتی ہے کہ عینیت مانتے کی صورت میں لمبی چوڑی دلیلوں کی ضرورت پڑتی ہے اور جہو اہل سنت کی مخالفت بھی لازم آتی ہے اور زیادتیت کی صورت میں ذات حق کیسے غیر کا محتاج ہونا لازم آتا ہے، چونکہ حضرت حق کی سنت اس انداز پر جاری ہے کہ جو کچھ مرتبہ وجود سب میں پایا جاتا ہے اس کا نمونہ امکان کے ہر مرتبہ میں بھی ظاہر فرما دیتا ہے، عِلْمُہٗ أَحَدٌ اَوْ کَثَرٌ عِلْمُہٗ (یعنی اسے کوئی جانے یا نہ جانے) حق تعالیٰ نے عالم امکان میں اس خصوصیت واجب الوجود کا ایک نمونہ وجود کو بنایا ہے۔

کہونکہ وجود حقیقت میں اگرچہ موجود نہیں ہے اور اس کا شمار معقولات میں
 ثانیہ میں ہوتا ہے۔ لیکن اگر ہم اس کے وجود کو فرض کریں تو وہ بذاتِ خود ہی
 موجود ہوگا۔ کہ کسی دوسرے وجود کے ساتھ برصفت دوسری موجودات
 کے کہ ان کا موجود ہونا وجود کا محتاج ہے خود ان کی دایں ایسے وجود
 کے لئے کافی نہیں ہیں پس جبکہ وہ وجود جسے لوگوں نے اشیاء کے موجود
 ہونے میں دخل تسلیم کیا ہے، اگر موجود ہوگا تو اپنی ذات ہی کے ساتھ
 موجود ہوگا اور کسی دوسرے وجود کا محتاج نہیں ہوگا حلقہ موجودات
 تعالیٰ و مقدس، اگر مستقل طور پر اپنی ذات ہی کے ساتھ موجود ہو اور
 قطعاً وجود کا محتاج نہ ہو تو اس میں تعجب کی کوئی بات ہے۔ حقیقت
 سے دور لوگ اگر اسے بعد (ناممکن) سمجھتے ہیں تو یہ بات بحث سے
 خارج ہے۔ **وَاتَّخَذَ اللَّهُ امثالَهُمْ رُءُوسًا** (اور اللہ تعالیٰ ہی صحیح
 بات دل میں ڈالے والا ہے)

ایک اعتراض اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حکماء اور متبعیہ اور بعض خود ساختہ
 صوفیہ جو ذاتِ حق تعالیٰ و تقدس کے لئے وجود کے عین ہونے کے قائل
 ہوئے ہیں تو وہ بھی یہی بات کہتے ہیں جو تم نے گذشتہ معرفت میں کہی
 ہے کہ واجب الوجود ذاتِ حق تعالیٰ و تقدس بذاتِ خود موجود ہے
 نہ کہ وجود کے ساتھ۔ پس اس بات کے معنی کہ (واجب الوجود)
 ایک ایسے وجود کے ساتھ موجود ہے جو اس کی ذات کا عین ہے، یہی ہیں کہ
 وہ بذاتِ خود موجود ہے، نہ کہ وجود کے ساتھ۔

جواب | تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ، اس مفہوم کی تائید تو اس مسئلہ میں اہل سنت کا یہ حضرات کے ساتھ کون مضاف ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس صورت میں تو اس کو کون کے مفہام میں بول کہنا چاہئے تھا کہ حق تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود ہے بذات خود موجود نہیں ہے۔ رتہ کہ اخذات کی کوئی شکل ہو سکتی ہے، اس موضوع میں سارے وجود کی زیادتی کا ثابت کرنا عطف ہے۔ لہذا وجود کے رتہ کو اس کا ساتھ جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ فرقیں کا مضاف خود وجود ہے، یہ نہیں ہے بلکہ اس کے وصف کے، اس میں ہے کہ وہ اس ذات میں ہے۔ مازات پر زائد ہے۔ یعنی دونوں میں اس بات کے تو دل میں کہ حق تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود ہے، وہ اس ذات میں اس کوئی، اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف ہے تو اس میں ہے کہ یہ دو اس کی ذات کا عین ہے یا اس کی ذات پر زائد ہے۔

دوسرا اعتراض | اگر وہ لوگ یہ کہیں کہ واجب واجب الوجود تعالیٰ و تقدس، بذات خود موجود ہے تو واجب تعالیٰ کو موجود کہنے کے معنی کیا ہوں گے، مگر کہ موجود اس چیز کو کہے جس کے ساتھ وجود قائم ہو اور یہاں آپ نے یہ ذکر کر رکھا ہے کہ وجود، طلقاً ہے ہی نہیں۔

جواب | اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ ہاں، یہ کوئی وجود جس کے ساتھ ذات واجب تعالیٰ و تقدس موجود ہو، واجب تعالیٰ میں نہیں

پایا جاتا۔ لیکن یہاں جو جسے عرضی م کے سورہ مستحق تو فی ربہ لہا جائے
اور وہ بطور اشتقاق کے اس پر محمول ہو تو اگر اس وجود کے قیام کے
اعتبار سے واجب توں کو موجود کہیں تو اس کی کئی شکل ممکن ہے وہ
اس میں کوئی محدود یعنی جس سے کچھ کی کوشش کی جا رہی ہے) لازم
نہیں آتا۔ واستقام

۲۰۔ منہا

خدا کی ذات مشاہدہ و رویت ہم ہر کی ہر رستیں نہیں
وہم اور خیال میں نہیں آسکتی۔ جو شہود کے واسطے میں آئے
وہ جو وہم و خیال میں سما کے۔ کیونکہ مشہود، امر لی، معدوم، مہیوم اور
خیال میں آجائے وہ جیسا مشاہدہ کرنے والے دیکھے وہ آجائے والے
وہم کرنے والے اور خیال کرنے والے کی طرح محسوس اور مدراشدہ سے۔
وہم کہ درد ہن تکجی بنیم

ترجمہ: ہم سب کا نہیں منہ میں ہیں میں منہ کا طالب ہوں

یہ وہم و خیال کا مقصد ہی یہ دونوں کو خاک کرنا ہے خواہ یہ پردے
و جوبی ہوں یا امکانی تاکہ یہ پردہ و خیالی میسر آسکے یہ نہیں کہ مطلوب
کو اپنی قید میں آئیں اور اپنا سنا کر بنالیں سے

عشق شکار سے نہ خود وام باز ہیں (ترجمہ) وہ بھی ہمیت اور بدست مستقام
اٹھائے جاں عشق کرب کی ہاتھ نہ ہر
لگا ہی یہاں جو جاں خالی تھ جائے

ہ گئی یہ بات کہ آخرت میں رویت کا ہونا برحق ہے وہاں اس پر
 ایمان ہے۔ لیکن ہم اس بات کے درجے نہیں جانتے کہ اس کی کیفیت کیا
 ہوگی۔ کیونکہ عام کی فہم اس کے ادراک سے فاصلہ ہے۔ اس وجہ سے
 نہیں کہ خواص بھی اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کے لئے واسطہ
 مقام سے اس دنیا میں بھی حصہ ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کا نام رویت نہیں رکھا
 جاتا۔ درحقیقت اس پر جو ہدایت کی یہ دیکھ کر ہے۔

۳۱۔ منہا

مزید توضیح جو چیز دو داسس میں سے وہ مضمر ہوتی ہے اور طلاق
 محض کے درجہ سے فروتر ہے۔ اور مطلوب وہ ہے جو کہ تمام مقود سے
 مبرا اور منترہ ہو۔ لہذا اس مطلوب یعنی ذات حق کو دہر و دانش سے
 ماوراء میں تلاش کرنا چاہئے۔ یہ معاملہ نظر عقل کے انداز سے پرے (وراء) کی
 چیز ہے۔ کیونکہ عقل ایسی چیزوں کی تلاش کو ناممکن سمجھتی ہے جو دہر و دانش
 سے ماوراء ہوں۔

از دروہ پردہ زیندہاں مست پر سر
 زیندہاں زیندہاں زیندہاں مست پر سر
 کس حال نیست صوفی عالی مقام
 کس حال کب ہے صوفی عالی مقام

۳۲۔ منہا

اطلاق محض ازات مطلق اپنے اطلاق محض پر موجد ہے۔ اس کے ساتھ
 کسی قسم کی قید کو قائل نہیں ہے۔ لیکن چونکہ اس کا ظہور مقید (مخلوق) کے
 آئینوں میں ہوتا ہے۔ لہذا اس کا عکس ان آئینوں کے احکام میں رنگ جاتا ہے

(یعنی وہی رنگ افسردہ رہتا ہے) اور مفید و محدود نظر نہ لگتا ہے۔ اس طرح وہ لامحالہ دید و دانش میں آجائے۔ لہذا محدود دانش پر اکتفا کر دینا دراصل اس مطلوب کے کسی ایک عکس پر اکتفا کرنا ہو گا۔ لکن جو لوگ عالی حوصلہ اور بلند ہمت ہوتے ہیں وہ خرد و عقل سے سیری حاصل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ بلند ہمت لوگوں ہی کو درست رکھتا ہے حق تعالیٰ سبحانہ ہمیں سبب البشر عنیہ و علی آلہ الصلوٰۃ و التسلیماۃ کے طویل بلند ہمت لوگوں میں سے بنائے۔ (آمین)۔

۲۳۔ منہا

فرشتوں پر انسان کی فضیلت ابتدائی حالات میں ایک روز مجھے ایسا نظر آیا کہ میں ایک مکان میں طواف کر رہا ہوں اور ایک دوسری جماعت بھی میرے ساتھ اس طواف میں متربک ہے لیکن اس جماعت کی سسٹم و رفتاری اس حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ جب تک میں طواف کا ایک پورا دور ختم کر دیتا ہوں اس عرصہ میں وہ جماعت دونوں قدم کی مسافت ہی طے کر پاتی ہے۔ اسی دوران میں مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ مکان عرش ہے اور میں طواف کرنے والوں کی یہ جماعت ملائکہ کرام کی جماعت ہے۔ ہمارے نبی پر اور ان سب پر خدا کی رحمتیں اور سلامتیاں نازل ہوں۔ اور خدا اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے مخصوص فرمایا ہے۔ اور اللہ بہت ہی بڑے فضل والا ہے۔

۲۴ - منہا

اولیٰ اللہ فوق البشر نہیں ہوتا، اس لئے کہ اگر وہ جو سب درجوں کی صفات بہت ہی میں جس چیزوں کے سب لوگ محتاج ہوتے ہیں، بزرگہ بھی ان سب چیزوں کے محتاج ہوتے ہیں۔ نہایت انھیں اس شخص سے ہے نہ نہیں کر دیتی اس کا غلبہ بھی، لیکن وہ لوگوں کے غلبہ ہی کی طرح کا ہوتا ہے جبکہ یہ: *ما علیہ یغلبہ* (غلبہ اس پر نہایت بھی فرما رہے ہیں کہ *أَحْسَبْتُمْ أَنَّا نَحْضَرُهُمْ* (ہم ان کے ساتھ ہیں) اسی طرح غلبہ ہے جس طرح ہر سال و عرصہ ہے، اور اس لئے کہ اس سے کہیں بھی اسی طرح یہ رنگ بھی کھانے، پینے، پہننے، دیکھنے کے ساتھ مواثرات اور مواضع کرنے میں دوسرے لوگوں کے ساتھ ہر ایک میں مختلف قسم کے تعلقات ہوتے ہوں گے، مگر وہی میں تو اس اور عموماً کسی سے بھی زائل نہیں ہو سکے، جو حق سبحانہ و تعالیٰ اس کے ہم اصحاب و انس کی شان میں خود ہی فرماتا ہے: *وَمَا جَعَلْنَاهُ حَسَدًا لِّأَنَّا نُنْزِلُ الْفُلُوحَ* (ہم نے اس کے لئے حسد نہیں بنایا کہ وہ ہم پر فلاح اور نجات کا کفار کا کرے، بلکہ یہ مآلِ ہدایت ہے) *لِّأَنَّا نُنْزِلُ الْفُلُوحَ* (ہم نے اس کے لئے فلاح نہیں بنایا کہ وہ ہم پر فلاح اور نجات کا کفار کا کرے، بلکہ یہ مآلِ ہدایت ہے) اور اس کی نظائر اس کے ظہور پر وہ محروم ہو گیا اور نہ آخرت کا خسار دہی اسے، یہاں اس ظاہر میں نے ابھل اور ابھل کو اسلام کی دولت سے محروم رکھنا، اور انھیں ہمیشہ

ہمیشہ کے خسارے میں ڈال دیا۔ سعادت مند وہی ہے جس کی نظر
اہل امت کی طرف مبنی سے کو نہ ہو گئی اور اس کی نظر کی بیزی ان
برہنگوں کی باطنی صفات تک پہنچ گئی اور ان کے باطن پر ہی لگی رہی۔
فَقَدْ كَسَبَ فِصْرًا ذَا يَلْتَمِحُ عِقَابُهُمْ وَ مَا يَنْصَحُونَ إِلَّا مُرَارَةً حِمْيَرُ
اہل امت، مصر کے دہائے سل کے عروج میں کہ محو میں رہ کر اب میں پڑے ہوئے
لوگوں کے لئے طوفانِ بجاہیں دے محو میں (سیدرہ برگوں) کے لئے رحمتِ جنس
پہن کی طرح ہیں)۔ صفاتِ بشریت کا معائنہ یعنی ظاہر و غریب ہی
بہ جس قدر اہل امت میں تھا۔ سوئی میں دوسرے لوگوں میں ظاہر نہیں ہوتی۔
اس کی وجہ یہ ہے کہ ظننت و رکودیت گرت بھڑی کی بھی نسوں ۵
نہ ہو، ہموار و صاف تھریے نام میں زائرہ نمایاں ہو کر نظر آتی ہے۔
اس کے بالمقابل ہموار اور غیر مستطبی مقام میں کئی ہی زیادہ
کہوں نہ ہو، نمایاں نظر نہیں آتی۔ لیکن صفتِ بشریت کی تاریکی اور
ظننت نام لوگوں میں اس کی محدود حیثیت۔ کھبت یعنی تمام لطائف
ظاہر و باطن میں سرایت کر جاتی ہے اور جسم، قاب اور روح تک
میں دل ڈر جاتی ہے اور خواص میں یہ ظننت محض ان کے جسم اور نفس
تک ہی محدود رہتی ہے وراخص خواص حضرات (خاص الخا ص) کا
نفس بھی اس ظننت سے محدود رہتا ہے صرف ان کا جسم ہی اس سے
متاثر ہوتا ہے اور بس۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ یہ ظننت عام
لوگوں میں نقصان اور خسارہ کا موجب ہوتی ہے اور خواص میں کمال اور

نرو تازگی کا باعث بن جاتی ہے۔ یہ خواص کی ظلمت ہی تو ہوتی ہے جو عوام کی ظلمتوں کو دور کرتی ہے، ان کے قلوب کو نصیصہ بھشتی اور ان کے نفوس کو تزکیہ عطا کرتی ہے۔ اگر یہ ظلمت نہ ہوتی تو خواص کو پھر عوام کے ساتھ کوئی مناسب ہی نہ ہوتی۔ اور افادہ اور استفادہ کی راہ ہی مسدود ہو جاتی۔ اور یہ قسمت، خواص میں اس حد تک قائم نہیں رہتی کہ مکدر کر دے بلکہ نہایت اور مستفاد جو اس کے بعد ہاتھ آتا ہے وہ اتنی ہی اور ظلمت و کدورت کو بھی دور کر دیا ہے اور مزید ترقی و عطا کرتا ہے۔ یہی ظلمت تو ہے جو ملائکہ میں مفقود ہے اور جس کی وجہ سے سب کی رنی کی راہ مسدود ہو گئی ہے۔ اسے ظلمت کہا تو مخرج من تحت الارض (مسیح و عیسیٰ و عیسیٰ و عیسیٰ سے ماہر و کئے) کی قسم سے ہے۔ جو پاپوں کی طرح سے بے خبر عوام پر اللہ کی سفایا بشرت کو خود اپنی صفت بننے پریت کے رنگ میں سمجھ لیتے ہیں اور اس وجہ سے محروم اور ذلیل و ثور رہتے ہیں۔ عجب کچھ ضرورتیں اس کرلیا ہیئت غلط ہوا کرتا ہے۔ ہر قسم کی نگ، لنگ خصوصیات ہیں اور ہر جگہ کی جدا جدا ضروریات ہیں۔ ورسلاشی ہوان پر جو ہدایت کی پیروی کریں اور نصرت محمد مصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہ وسلم کی پیروی کو لازم جانیں۔

۲۵۔ منہا

۵۔ علوم امکانی اور معارف و حویلی۔ یہی جب تک اور جتنے عرصہ تک علم و دانش ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ میں گرفتار اور اسو کے نقوش سے

مقتضیٰ رہتا ہے، ذلیل اور بے اعتبار (ناقابلِ لحاظ) رہتا ہے، ماسوا کو بھوں جا، اس راہ کی لازمی شرط ہے۔ اور ماسوا کا فنا ہو جا یا ہی اگلی منزل کی طرف قدم بڑھنا ہے۔ جس تک باطن کا آئینہ امکان کے رنگ اور میل سے بالکل ہی صاف نہ ہو جائے اس میں حضرت و جوب کا ظہور محال اور ناممکن ہے۔ کیونکہ علوم امکانی کا معارف و جوبی کے ساتھ ایک جگہ جمع ہو جانا ایسا ہی ہے جیسا کہ انسداد کا ایک جگہ پر جمع ہو جانا۔ (در اجتماع انسداد محال ہے)۔

سوال : یہاں ایک قوی سوال پیدا ہوتا ہے ورنہ یہ ہے کہ جب کارکنانِ قضا و قدر کسی عارف کو مقامِ بقا کے ساتھ مشرف فرماتے اور ناقص لوگوں کی کمال کے لئے اسے تمام مکالمات کی طرف (دائیں) بھیجتے ہیں تو جو (امکانی) علوم زائل ہو چکے تھے وہ کچھ واپس آجاتے ہیں اور اس صورت میں علوم امکانی اور معارف و جوبی ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ہم سے اسے جمع نہیں (وہ ضدوں کا اکٹھا ہو جانا) کہا۔

جواب : اس کا جواب یہ ہے کہ، قی یا شر خدا کے ساتھ باقی رہنے والا عارف اس وقت (جبکہ وہ ہدایت و ارشاد کے لئے عالم، مکان کی طرف واپس آتا ہے) برر خست کا حکم حاصل کر چکا ہوتا ہے۔ گویا کہ وہ وجوب اور امکان کے درمیان ایک رنخ کا درجہ رکھتا ہے اور دونوں مقامات کے رنگوں میں رنگا ہوا ہوتا ہے۔ اس صورت میں اگر دونوں مقامات کے علوم و معارف اس میں جمع ہو جائیں تو اس میں کیا اشکال ہو

کیونکہ اختصارِ ضدین کا محل یک نہیں رہا بلکہ گویا معدود محل بن گئے ہیں
لہذا اجتماعِ ضدین نہیں ہوا۔

۲۶۔ منہا

علم الاشیاہ کی واپسی | چیزوں کا علم خود ذہنِ فطانیں زائل ہو گیا تھا۔
نقص کا باعث نہیں۔ مرتبہ بقا میں گرا پس آجاتا ہے تو اس سے عارف
کے کمال میں کوئی نقص لازم نہیں آتا بلکہ اس رجوع ہی میں اس کی
کمال ہے۔ اور بلکہ اس کی تکمیل اسی رجوع کے ساتھ دایم ہے۔ کیونکہ
عارف مقامِ بقا میں داخل ہو جانے کے بعد حق تعالیٰ کے اخلاف کے
ساتھ متعلق یعنی آریستہ وہاں آتا ہے۔ اور چیزوں کا علم ذات واجب
میں عین کمال ہے اور اس کا عکس موجب نقصان ہے۔

(عربی بحر کا ترجمہ ملاحظہ ہو) سب سے پہلے اس عارف کا ہے جو
اضدادی ضد و ندی میں لگا ہوا ہوتا ہے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ ممکن
میں علم حاصل ہونے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ عالم کے ذہن میں معلوم
کی صورت کا حصول ہوتا ہے۔ لہذا لازمی طور پر عالم کی ذات اپنے
اند میں معلوم کی صورت کے حصول سے تشریز ہوتی ہے۔ اور حقیقت
علم زیار ہونا چاہیے، عالم کی تشریز ہوتی ہی جاتی ہے۔
جس کے نتیجہ میں اس عالم کے اندر حیرت و تعلق زیادہ وسیع اور
زیادہ پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ نقص بن جاتا ہے اور طالب
کیسے ضروری ہے کہ اس تمام علوم کی غی کرے اور سب اشیا کو

محول بنائے۔ لیکن ذاتِ واجب تعالیٰ میں علم کی یہ کیفیت نہیں ہوتی۔
 کیونکہ ذاتِ حق بسیاں اس سے منترہ ہے کہ اس میں اشیاء معلومہ
 کی صورتیں حلول کر سکیں۔ لہذا حق تعالیٰ کے علم کا حقیقی اشیاء کے
 ساتھ قائم ہونے ہی امشبہاتی تعالیٰ پر خود بخود مستکشف
 ہو جاتی ہیں۔ پس پاک ہے وہ ذات جو طرح طرح کے حول میلا
 ہونے سے اپنی ذات، صفات و افعال میں ہی تعبیر کو محمول نہیں
 کرتی۔ اور جو عارفِ خدائی اس ذات میں رنگِ حناء ہے، اس کا علم ہی
 اسی انداز کا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس میں بھی معلوم اس نسبت کی
 صورتیں حلول نہیں کریں۔ لہذا اس کے حق میں بھی کوئی ٹریڈ پرک
 نہیں ہوتی۔ اور اس وجہ سے کہ اس میں کوئی حصر محدود ہوا ہے
 اور نہ کوئی تلوث۔ لہذا وہ کوئی نقص نہیں ہونا بلکہ کمالِ بیجا
 ہے۔ یہ حکمت اور یہ زادِ حق اسرارِ اہل میں سے ہے، حق سبحانہ
 و تعالیٰ اپنے حبیبِ علیہ و علیہ الصلوٰۃ و السَّلَامات ائمہا
 و اکملہا کی رکت سے اپنے مندوں میں سے جسے چاہتے ہیں اس
 کے ساتھ مخصوص فرمالتے ہیں۔

۲۷۔ منہا

اطمینانِ نفس کے بعد اس فقر کو رجوع الی الحق کے ابتدائی زمانے
 مقامِ رضا کا حصول یعنی سلوک کی راہ میں قدم رکھنے کے وقت
 سے بارہویں سال میں مقامِ رضا سے مشرف فرمایا گیا۔ اول نفس کو اطمینان

کی دولت بخشی گئی اور اس کے بعد ہندو صحیح محض فضل خداوندی سے اس سعادۃ (مقامِ رضا) سے بہرہ اندوز فرمایا گیا۔ یہ فقہ اُس وقت تک اس دولت سے مشرف نہیں ہوا جب تک کہ پارگاہِ ایزدی جلِ سبطانہ کی رضا کا ایک پرتو (عکس) روشن ہو کر سامنے نہیں آیا۔ اس کے بعد نفسِ مطمئنہ اپنے مولیٰ سے راضی ہو گیا۔ اور اس کا مولیٰ نفسِ مطمئنہ سے راضی ہو گیا۔ اس نعمت پر اللہ سبحانہ کی حمد و ثناء کرنا ہوں۔ اسی حمد و ثناء جو بے پایاں اور پاکیزہ ہو اور اس کے اندر اور اس کے اوپر برکت ہی برکت ہو، ایسی حمد و ثناء کہ جس کی سہارا پر وہ دگاہِ بندہ مانے اور راسی ہو، اور درود و سلام ہو اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر چھ بھی ان کی ذات کے لائق ہو۔

۵۳ سوال: اگر لوگ سوال کریں کہ حبِ نفس (مطمئنہ) اپنے مولیٰ اور آقا سے راضی ہو گیا تو اس کے بعد دعا اور مصیبت و بلا کو دفع کرنے کی خواہش و طلب کے کیا معنی ہوں گے؟

جواب: اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ میں (یعنی حق تعالیٰ) کے فعل سے راضی ہونے سے بہت رازم نہیں کرتی کہ اس کی فوق سے بھی راضی ہو جائے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مخلوق سے راضی ہونا جو کفر اور معاصی کے رنگ میں ہو معیوب اور قبیح ہوتا ہے۔ لہذا قبیح کی بیدار نشی تو رضا ضروری ہے۔ لیکن اس کے بعد خود ہی خود اس قبیح مخلوق سے ناپسندیدگی اور کرم ضروری ہے۔ جبکہ خود اللہ تعالیٰ بھی قبیح سے راضی نہیں ہوتا

نوبتہ اس سے کس طرح راضی ہو سکتا ہے۔ بلکہ بندہ تو اس صورت میں شدت اور سختی پر پرامن ہے۔ لہذا مخوفی سے کراہت اور ناپسندیدگی اس کے فعل بیدائش سے رضا اور پسندیدگی کے منافی نہیں ہے۔ اس توجیہ کے بعد مصیبت و بلا کے دفعیہ کی طلب کے مسکن معنی پیدا ہو جاتے ہیں، اور جن لوگوں نے فعل (خلق) سے رضا اور مفعول (مخلوق) سے کراہت میں فرق نہیں کیا، وہ حصول رضا کے بعد کراہت کے موجود ہونے میں شک و شبہ میں پڑ گئے ہیں، اور ان کو رفع کرنے کے لئے انھوں نے اس طرح طرح کے تکلفات کئے ہیں۔ چنانچہ وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ کراہت کا پایا جانا، رضا کے حل کے منافی ہے۔ رضا کے مقام کے منافی نہیں ہے۔ لیکن صحیح بات وہی ہے جو میں نے اللہ سبحانہ کے اہل ایمان سے تحقیق کے ساتھ بیان کر دی ہے اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی یہ دی کرے۔

۲۸۔ منہا

قرارت خفایا امام! مجھے بد توں اس کی زد ہے کہ مذہب حنفی میں کوئی معمول وجہ ایسی نکلے کہ امام کے پیچھے سورہ فاحشہ کی قرأت کی جائے جبکہ ہمارے فیہ فرض ہے تو قرارت حقیقی کو چھوڑ کر قرارت حکمی کو اس کی جگہ دیدینا معقول معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اور ساتھ ہی حدیث نبوی میں بھی یہ بات آچکی ہے کہ کحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ لا صلوة الا یحییٰ الخ یکتاب (فاتحہ الکتاب) سورہ فاتحہ کے بعد کوئی نماز، نماز ہی نہیں، لیکن بیاب مذہب (حنفی) مجبوراً

ترک قرائت کرتا تھا۔ اور اس ترک کو نہ سنت و نہ مجاہدہ کی قسم سے شمار کرتا تھا، کیونکہ ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب میں جانا بھی (ایک گونہ) اتحاد ہی ہے۔ آخر کار حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے مذہب (حنفی) کی اس رعایت کی برکت سے مقتدی کے قرائت کو چھوڑ دینے کے بارے میں مذہب (حنفی) کی حقیقت کو واضح فرمادیا۔ اور پھر بصیرت کی نگاہ میں قرائت حکمی ہی قرائت حقیقی کے بجائے زیبا تر نظر آئی۔ کیونکہ امام اور مقتدی سب کے سب متفقہ طور پر مقام مناجات میں کھڑے ہوتے ہیں **يَا اَللّٰهُ الْمُنِيبُ** (مناجی رزقہ) (کیونکہ نماز پڑھنے والا اپنے پروردگار سے مناجات ہی کرتا ہے) اور انھوں نے امام کو اس سلسلہ میں اپنا پیشوار اور ترجمان یا نمائندہ بنایا ہے۔ لہذا امام جو کچھ پڑھتا ہے گو یا پوری قوم کی زبان سے پڑھتا ہے۔ بالکل اسی انداز سے جیسا کہ لوگوں کی کوئی جماعت (دفعہ) کسی ضرورت کے سلسلہ میں کسی عظیم الشان بادشاہ کے سامنے پیش ہوتی ہے اور ایک آدمی کو اپنا پیشوار (نمائندہ) بنالیتی ہے تاکہ وہ ان تمام لوگوں کی زبان سے (بادشاہ کے سامنے) عرض حاجت کرے۔ اس صورت میں گرد و سرگردان لوگ اپنے پیشوا کے بولنے کے باوجود خود بھی بولنا شروع کر دیں تو یہ بے ادبی اور گستاخی میں داخل ہو گا اور بادشاہ کی ناراضگی کا باعث بن جائیگا لہذا اس جماعت کا حکم حکمی جو ان کے پیشوار (نمائندہ) کی زبان سے ادا ہوتا ہے، ان سب کے حکم حقیقی سے بہتر ہے۔ بالکل یہی حال امام کی قرائت کے باوجود قوم کے قرائت کرنے کا ہے کہ یہ شور و شغب میں داخل

اور ادب سے دُور اور ترتر ہونے کا باعث ہے جو اجتماع کے منافی ہے۔
حنفی اور شافعی فقہ کے اکثر اختلافی مسائل اسی قسم کے ہیں کہ ان کا ظاہر اور
ان کی صورت امام شافعیؒ کی جانب کو ترجیح دینے والی معلوم ہوتی ہے
لیکن ان کا باطن اور ان کی حقیقت مذہب حنفی بنی کی مؤید ہے۔

کارکنانِ قصداً و قدرنے اس فقیر پر یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ علمِ کلام کے
اختلافات میں بھی حق، حنفی ہی کی جانب ہے۔ مثلاً حنفی، تکوین و صفات
حقیقہ میں سے شمار کرتے ہیں۔ حالانکہ بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ (یہ کوئی
حقیقی صفت نہیں ہے بلکہ) اس کا انجام قدرت اور ارادہ ہی کی صفات
ہیں۔ لیکن باریک بینی اور نور فراست سے معلوم ہو جاتا ہے کہ تکوین
(واقعی) ایک علیحدہ اور مستفصل صفت ہے۔ علیٰ ہذا ایضاً اس اور
فقہی اختلافات میں اکثر مسائل کے اندر حق فقہ حنفی کی طرف ہی متیقن
ہے۔ بہت کم مسائل میں جن میں کوئی تردد رکھنا ہے۔

باترید یہ کی تائید احوالِ سلوک کے درمیان حاساس میں ایک مرتبہ
حضرت یحییٰ عیسیٰ علی آلہ الصوات والتسلیمات نے واقعہ میں اس
فقیر سے فرمایا تھا کہ "تو علمِ کلام کے مجتہدین میں سے ہے" اسی وقت کہ
مسائلِ کلامیہ کے ہر مسئلہ میں اس فطرت کی خاص رائے و مخصوص علم
ہوتا ہے۔ اکثر اختلافی مسائل میں جس میں تزیید اور اتاعہ کے درمیان
جھگڑا ہے جب وہ مسئلہ ابتدائی طور پر آتا ہے تو حقیقت اشاعرہ
کی طرف سمجھ میں آتی ہے لیکن جب نور فراست سے باریک بینی کے ساتھ

غور کیا جاتا ہے تو واضح ہو جاتا ہے کہ حق مائتدییہ ہی کی طرف ہے۔ عظیم کلام کے تمام اختلافی مسائل میں اس فقیر کی رائے علمائے مائتدییہ کی رائے کے موافق ہے اور سچی بات یہ ہے کہ سنتِ سنیت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و احکم کی پیروی کی وجہ سے ان بزرگوں کی بڑی ہی شانِ عظیم ہے جو ان کے مخالفین کو میسر نہیں ہے کیونکہ انھوں نے فسفیافہ نکتہ آفرینیوں کی بڑی آمیزش کر ڈالی ہے۔ اگرچہ دونوں فریق اہل حق میں سے ہیں۔

امام اعظم کی عظمت ان بزرگوں کے بزرگ ترین امام، امام اہل بیت و امام اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی شان کے متعلق میں کیا لکھوں کہ وہ تو تمام مجتہدین میں خواہ امام شافعی ہوں یا امام۔ مکنا امام احمد ابن حنبل ہوں سب سے زیادہ عالم اور تقویٰ اور ورع میں سب سے بڑے ہوئے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ الْفُقَهَاءُ كُلُّهُمْ عِبَادُ آتَى حَنِيفَةً۔ اس سے فقہاء و صیغہ جس کے پروردہ ہیں منقول ہے کہ جب امام شافعی رحمہ اللہ علیہ امام اعظم کی قبر کی زیارت کے لئے جاتے تھے تو اسے اجتہاد کو چھوڑتے تھے اور اسی رائے پر عمل نہیں کرتے تھے۔

اس آیت کا اصل نام حال یہ ثابت ہے اور کیفیت و حقیقت ہے امام اہم اور امام صاحب القیامہ میں کو ذمہ و ولایت ہوئی۔ اور شیعہ بعد منسوخ سی حد میں باحقان فرمایا کہ اہل استاد حادھے اُن کے علاوہ اور بھی ائمہ اور تابعین سے آپ نے قبض حاصل کیا آپ کے شاگردوں میں امام ابو یوسف، امام محمد بن صالح و امام زفر سب کو زیادہ مشہور ہیں۔ فقہ کے چار اماموں میں آپ پہلے امام ہیں نہ نام دنیا کے اسلام کے اہمیت و جامع کا سواد اعظم آپ ہی کے مرتبہ کے ہوئے۔ مکنا فقہ پر کارِ خدا ہے

۲۹۔ منہا

حصولِ اجازت کمال پر کسی اب بھی توجہ نہ ملے کہ کوئی کامل بزرگ
 موقوف نہیں۔ کسی ناقص مرید کو طریقت کی تعلیم کی اجازت
 دیدہ نہ ہے اور اس ناقص سمجھ کے مرید کے اخصیاع کے نفس میں
 اُس ناقص کا کام بھی تکمیل کو پہنچ جائے۔ جسے خواجہ نصیر (فرید)
 نے مولانا یعقوب چرخ علیہ رحمۃ کو درجہ کمال تک پہنچنے سے پیشتر ہی
 طریقت کی تعلیم کی اجازت مرحمت فرمائی تھی اور وہ یہ تھا کہ "اے
 یعقوب! جو کچھ تجھے مجھ سے پہنچے ہے اسے وگوں تک پہنچ۔"
 حالانکہ مولانا موصوف کا کام اس کے بعد خواجہ عبداللہ بن عبد رقیس سرہ
 کی خدمت میں سہ سال تک پہنچا۔ اسی سے محمد بن مولانا عبدالرحمن حاکمی
 نصیحت اس میں مولانا کو دل خواجہ عبداللہ بن عبد رقیس سرہ کی طرف
 کے مریدوں میں نہ کر کے اس بھروسہ پر چاہے کہ وہ سرہ کی طرف سے
 نسبت دے جائے اور جب کوئی کامل بزرگ۔ یہی مرید کو جو درجہ کمال
 میں سے ایک درجہ کی استعداد رکھتا ہے، اس درجہ کے حاصل ہو جانے
 کے بعد طریقت کی تعلیم دینے کی جرات دیدہ نہ ہے وہ اجازت بھی
 اسی قسم کی ہے۔ اور وہ مرید ایک طرح سے کامل ہے اور ایک طرح
 سے ناقص ہے۔ اور اس مرید کا دل بھی اسی طرح پر ہے جو درجہ کمال
 ولایت میں سے دو درجوں باتیں درجوں کی استعداد رکھتا ہے، وہ بھی
 ایک کی طرف سے کامل ہے اور ایک کی طرف سے ناقص ہے۔ کیونکہ

نہایت الٰہیت یعنی آخری نقطہ کمال تک پہنچنے سے پہلے تمام درجے ایک جہت سے کمال کہے جا سکتے ہیں اور دوسری جہت سے نقص بھی کہا سکتے ہیں۔ اس کے باوجود تیغ کمال اپنے اس مہر کو اس کی استعداد کے مرتبہ کے حصول کے بعد طرقت کی تعلیم کی چوڑی دہکتا ہے۔ لہذا اجازت کمال مطلق رہتی کمال موقوف نہ ہو۔

۵۷

شہر کا زالہ اچھا رہنے کا نقص اگرچہ حجاب کے منافی ہے لیکن جب کوئی تہ کمال و دردمند ہو کہ کمال کرنے والی شخصیت کی نفس کو اپنا مناسب برسی ہے اور اس کے ہاتھ کو بنا ہوا ہے۔ ایسی ہے تراش نقص کا ضرر منعدی نہیں ہوا کرتا۔ اور تمام امور کی نفسوں کا اس حال ہی سب سے زیادہ جانے والے ہیں۔

۳۔ منہا

یادداشت کے تین درجہ یادداشت سے مراد حسیات، دانت، نفسی و تقدس کا درجہ حضور سے۔ اور یہ بات کبھی نہ بولیں جو مقام قسب پر فزونی ہوتے ہیں جمع قسب کی وجہ سے خیال میں آجاتی ہے کیونکہ جو کچھ انسان کی مجموعی حیثیت میں شامل ہے وہ سب جہ منہا قلب میں ہی باما جاتا ہے۔ اگرچہ دونوں کے درمیان جمل اور تفصیل کا فرق ہی ہے۔ بہر حال قسب میں بھی ذرا ترقی تعالیٰ و تقدس کا حضور بطور دوام ہی کے میسر ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات محسوس و ادراست کی صورت ہے۔ یادداشت کی حیثیت نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ

مذکور نے جو درجہ الہیات فی البزیت (آغاز میں انجام کی حلوہ قرانی) فرمایا ہے اس میں یادداشت کی اسی صورت کی طوٹ اشارہ فرمایا ہو۔ یادداشت کی حقیقت تو تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اگر حضرت ذات حق سے مراد، مرتبہ و جوب لیا جائے جس میں کہ ذات، تمام صفات و جوبہ کی جامع ہوتی ہے تو تمام امکانی مراتب کو طے کر لینے کے بعد محض اس مرتبہ کے نہوڈنگ رسانی حاصل کر لینے کے ساتھ ہی یادداشت کا حصول ہو جائے گا اور تجلیات صفائی میں بھی یہ معنی معقول ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں صفات کا پیش نظر ہذا ذات حق تعالیٰ کے حضور کے منافی نہیں ہے۔ اور اگر حضرت ذات حق تعالیٰ سے مراد، مجدد احدین کا مرتبہ لیا جائے جو تمام اسماء، صفات، نسبتوں اور تمام اعتبارات سے خالی ہے تو پھر یادداشت کا حصول، تمام مراتب اسماء، صفاتی، نسبتی اور اعتباری کو طے کر لینے کے بعد ہی منظور ہوتا ہے۔ اور اس فقیر نے جہاں کہیں بھی بیان کیا ہے "یادداشت" کے لفظ کو آخری معنوں ہی میں استعمال کیا ہے۔ اگرچہ اس مرتبہ پر حضور (کے لفظ) کا اطلاق بھی مناسب نہیں ہے جیسا کہ ارباب یادداشت پر مخفی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مقام، حضور اور غیبت دونوں سے بلند ہے۔ حضور کا لفظ ہونے کے لئے نعمات میں سے کسی ایک صفت کا بہتر نظریہ ضروری ہے۔ نیز کچھ لفظ حضور کے مناسب ہے و یادداشت کی دہی نصیر ہے جو معنی دوم میں لگی ہے یعنی

ذات حق سے مراد مرتبہ و جوب بسا اور اس مفروضہ کی بنا پر یادداشت کو
 انہما کہنا شہود و حضوری کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ اس مرتبہ سے اوپر تو
 شہود و حضوری کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اس کے بعد یا حیرت ہے
 یا جہل ہے یا معرفت ہے۔ (لیکن) وہ معرفت نہیں جسے تم معرفت
 سمجھ رہے ہو کیونکہ تمہاری وہ معرفت تو افعالی اور صفاتی معرفت ہے
 اور یہ مقام اسما و صفات کی معرفت سے کہنی ہی منزلیں اوپر ہے۔ اور
 ورود و سلام ہو برالہ شری علیہ وسلم پر اور آپ کی آن اظہر۔

۳۱۔ منہا

دس مقامات کو طے کئے بغیر اس راہ کی گمیں اور نہایت نہایت (معرف
 نہایت نہایت تک کی ممکن نہیں) کے آخری نقطہ تک وصول دس مشہور
 مقامات کو طے کر لینے پر منحصر ہے۔ ان میں سے پہلا مقام ”توبہ“ ہے
 اور آخری مقام رضا ہے۔ مراتب کمال میں کوئی مقام بھی مقام رضا سے
 بڑھ کر نہیں ہے حتیٰ کہ رتبہ اخذ کی بھی (اس سے بڑھ کر نہیں ہے)۔
 مقام رضا کی حقیقت یہ ہے کہ جو ہے آخرت ہی میں خوب پختہ ہوگی۔ دوسرے
 مقامات کا حصول آخرت میں نہیں ہوگا۔ وہاں ”توبہ“ کوئی معنی نہیں رکھی
 ”زہد“ کی وہاں گنجائش نہیں۔ ”توکل“ کی وہاں کوئی ضرورت نہیں رہتی۔
 ”صبر“ کا وہاں کوئی حتمال نہیں۔ ہاں ”شکر“ اگرچہ وہاں پایا جاتا ہے
 لیکن وہ شکر بھی رضا ہی کی ایک شاخ ہے، رضا سے الگ کوئی چیز نہیں
 ہے

سوال۔ اگر لوگ دریافت کریں کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک خود کامل اور دوسروں کو کامل بنانے والی ہستی میں دنیا کی طرف رجعت پائی جاتی ہے۔ اور ان کی بہت سی ایسی باتیں مشاہدہ میں آتی ہیں جو توکل کے منافی ہیں۔ بے صبری بھی جو صبر کے منافی ہے ان میں نظر آتی ہے۔ اور نا پسندیدگی بھی جو رضا کی ضد ہے ان میں باقی ملتی ہے۔ تو اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

جواب: اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ ان تمام مفادات کا حصول قلب اور روح کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور خاص الکمال و لوگوں کے متعلق ان مقامات کا حصول نفس مطہر میں بھی پایا جاتا ہے، لیکن جہاں تک قاب اور جسم کا حق ہے وہ اس حقیقت سے ضائع اور محروم ہی رہتا ہے۔ صرف انسانوں میں کہ نیر علی اور شدت پوشا جاتی ہے۔ کسی شخص نے سنی سے دریافت کیا کہ آپ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن آپ کی رفہ ہی تو محبت کے منافی ہے۔ سنی سے اس کے جواب میں شعر پڑھا

آہستہ فیاض و عافیت و نوری
و لا زری زانکہ فی التبت

یعنی اگر کسی کو عافیت و نوری کے صفات ملے تو اس کے لئے زری نہیں ہے۔
یعنی اگر کسی کو عافیت و نوری کے صفات ملے تو اس کے لئے زری نہیں ہے۔
یعنی اگر کسی کو عافیت و نوری کے صفات ملے تو اس کے لئے زری نہیں ہے۔
یعنی اگر کسی کو عافیت و نوری کے صفات ملے تو اس کے لئے زری نہیں ہے۔

یعنی اگر کسی کو عافیت و نوری کے صفات ملے تو اس کے لئے زری نہیں ہے۔
یعنی اگر کسی کو عافیت و نوری کے صفات ملے تو اس کے لئے زری نہیں ہے۔
یعنی اگر کسی کو عافیت و نوری کے صفات ملے تو اس کے لئے زری نہیں ہے۔
یعنی اگر کسی کو عافیت و نوری کے صفات ملے تو اس کے لئے زری نہیں ہے۔

دل، سر، عشق، محبت، یکن بدن، بے خبر ورنہ خود اپنے توانا ہے کس سے ہوتا حذر
 ابد اگر کسی کامل کے قالب (یعنی جسم) میں ان مقامات کے منافی
 چیزیں ظہور کریں تو اس بزرگ کے باطن کی طرف نسبت کرنے ہو
 ان مقامات کے حصول میں یہ چیزیں کوئی نقصان نہیں پہنچتی ہیں۔ اور
 غیر کامل ناقص آدمی میں ان مقامات کے نقص اس کی کلیت
 (مجموعی حیثیت) میں یعنی باطن اور ظاہر دونوں میں ظہور کرتے ہیں اور
 اسی آدمی ظاہر و باطن میں دنیا کا راجب بن جاتا ہے۔ اور توکل کھانہ
 چیزیں اس کی صورت اور حقیقت دونوں میں پائی جاتی ہیں اور اس کے
 قلب اور قالب (جسم) دونوں میں بے صبری اور انتظار ظاہر ہونے
 لگتا ہے۔ اور اس کے روح اور بدن دونوں میں کراہت و ناپسندیدگی
 ظاہر ہونے لگتی ہے۔ یہی چیزیں ہیں جنہیں حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے
 اپنے دل کے لئے عجائبات بنا دی ہے اور کمزوروں کو ان بزرگوں کے
 کمالات سے محروم رکھا ہے۔ اور ان چیزوں کو اولیاء کے اندر باقی رکھنے
 میں ایک دقیق حکمت ہے۔ اور وہ حکمت حق کا باطل سے متراز ہونا ہے
 جو کہ اس دنیا کے لئے جوابدہ اور آزمائش کا مقام ہے لازمی ہے۔ اور
 اولیاء کے اندر ان چیزوں کو باقی رکھنے میں دوسری حکمت ان کی ترقی ہے
 اگرچہ یہ چیزیں ان میں محض صورت کی حیثیت سے پائی جاتی ہیں۔ اگر یہ
 چیزیں اولیاء سے بالکل ہی محروم ہو جائیں (یعنی ان میں نہ پائی جائیں)
 تو ان کی ترقی کا راستہ بند ہو جائے۔ اور وہ بھی ملائکہ کی طرح ایک ہی

مقام میں قید ہو کر رہ جائیں۔ سلامتی ہو جس پر جو بہ بہت کی پیروی کرے اور
 حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو لازم جانے اور آپ کی
 آل پر کامل ترین اور مکمل ترین درودیں اور سلام ہوں۔

۳۲۔ منہا

اویسا را اللہ کے ظاہر باطن کا فرق بار اہل! یہ کیا چیز ہے جو تو نے اپنے اولیاء
 کے سلسلے میں کر دی ہے کہ ان کا باطن تو خالص کا آبِ زلال و مقطر اور
 صاف پانی ہے کہ جس نے اس سے ایک قطرہ بھی حکم لیا اُس نے
 حیاتِ ابدی (دائمی زندگی) پائی۔ اور ان کا ظاہر زہرِ قاتل ہے جس نے
 ان کے ظاہر کی طرف دیکھ وہ ابدی موت میں گرفتار ہو گیا۔ یہ وہ نزدیک ہیں
 کہ ان کا باطن رحمت ہے اور ان کا ظاہر زحمت ہے۔ ان کے باطن کو دیکھنے
 والے کا اپنی ہی شمار ہوتا ہے اور ان کے ظاہر کو دیکھنے والا بد محب ہوتا ہے۔
 بظاہر جو دکھانے والے ہیں لیکن حقیقت میں گہیوں بکشتے والے ہیں۔ بظاہر
 تو سام انسانوں میں سے ہیں لیکن باطن میں خاص فرشتوں میں سے ہیں۔
 ظاہری طور پر تو زمین پر ہیں لیکن حقیقت میں آسمانوں پر سیر کرنے
 والے ہیں۔ ان کے پاس بیٹھنے والے بد بختی سے نجات پاتے ہیں اور
 ان سے محبت رکھنے والے سعادت سے ہمکنار ہیں۔ ﴿وَقِيلَ حِزْبٌ مِّنْهُ﴾
 ﴿اَلَا يَرَوْنَ حِزْبَ اللّٰهِ الَّذِیْ هُوَ اَمْتَحُوْتُہٗ رَیْبٌ﴾ اللہ کے حواری ہیں۔ یاد رکھو،
 اللہ کے حواری کے لئے ہی علاج پانے والے ہیں اور اللہ کی رحمتیں اور سلامتیاں
 نازل ہوں ہمارے آئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تم کی آل پر۔

۳۳۔ منها

اولیاء اللہ کی پوشیدگی کا سبب

حصر حق تعالیٰ نے دلدارانہ کو کچھ اس انداز سے پردے میں چھپایا ہوا ہے کہ ان کے غائب ہونے کے باطن کے کمالات کی خبر نہیں ہوتی۔ ان کے سوا دوسرے لوگوں کو یوں کہے خبر ہو سکتی ہے۔ ان کے باطن کو جو نسبت کہ سب سے بڑی دہلیز اور مرتبہ بے حلوئی ہے کبھی سے حاصل ہو گئی ہے وہ بھی بے حلوئی ہے۔ اور ان کا باطن چونکہ عام امر ہے اس لئے اسے بھی اس بچوٹی سے حصہ ملتا ہے۔ اور ظاہر جو کہ امر چوں ہے (یعنی گرفتار اسباب غلطی) وہ اس کی حقیقت کو کیا جان سکتا ہے بلکہ کچھ بعد نہیں کہ وہ انتہائی جہانت و عدم مناسبت کی وجہ سے اس نسبت کے حاصل ہونے سے انکار کر دے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ نسبت کے حاصل ہونے کا اعتراض کر لے لیکن یہ نہ سمجھ سکے کہ اس نسبت کا تعلق کس کی ذات سے ہے۔ بلکہ کہ ایسا بھی ہو گا کہ وہ معنی حقیقی جس کے ساتھ حقیقت میں تعلق ہے کی نفی ہی کر دے گا۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ یہ نسبت بہت بلند ہے اور (اس کے مقابلے میں) ظاہر نہایت ہی پست چیز ہے اور باطن خود بھی اس نسبت سے مغلوب ہے اور وہ دیر دراز (دیکھنے اور سمجھنے) ہی سے چٹکارا یا چکاسے۔ وہ کیا جانے کہ وہ کیا رکھتا ہے اور کس کے ساتھ رکھتا ہے۔ لہذا یہ رسوائی اس کے کہ معرفت سے عجز کا اعتراض کیا جائے معرفت کی طرف راہ ہی نہیں ملتی اسی وجہ سے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے ”الحجر عن دراک
الادراک ادراک“ یہی ادراک کو حاصل کرنے سے عاجزی ہی ادراک ہے
یہاں خود ادراک سے مراد وہ خصوصی نسبت ہے جس کے ادراک سے
عجز ضروری ہے۔ کیونکہ صاحب ادراک مغلوب ہوتا ہے وہ اپنے
ادراک کو نہیں جان سکتا۔ اور دوسرے لوگ بھی اس کے حال کو نہیں
جانتے بیساکہ پہلے گزر چکا ہے۔

۳۴۔ منها

بدعت اعتقادی کا اخصان ایک شخص سو فیوں کے لباس میں ہوتے ہوئے
جو بدعت اعتقادی رکھنے میں مبتلا تھا یہ فقیر اس کے بارے میں منرد تھا
اتفاقاً ایک روز ایک دیکھتا ہوں کہ انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماتہ
علیہم باجمہم جمع ہیں اور سب اس شخص کے حق میں متفق ہو کر فرمایا ہے ہیں
کہ کہیں وینا (یعنی وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے)۔ اسی وقت اس دل میں
خبال آیا کہ ایک دوسرے شخص کے متعلق بھی جس کے حق میں یہ فقیر سرزد
تھا دریافت کر لوں۔ اس شخص کے بارے میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا کہ کاتب وینا (وہ شخص ہم میں سے تھا) ہم بدعت اعتقادی
سے اللہ سعاد کی پناہ مانگتے ہیں اور اس کے بزرگ انبیاء کے طعن سے
بھی پناہ مانگتے ہیں۔

۳۵۔ منها

مشابہات کی تاویل اس فقیر پر (کارکن قضا و قدر نے) ظاہر فرمایا کہ

الفاظ "قرب" اور "معیت" اور "احاطہ حق" سبحانہ و تعالیٰ جو قرآن مجید میں واقع ہوئے ہیں منجملہ تشابہات قرآنی کے ہیں جیسا کہ لفظ "یک" اور "ذو" وغیرہ اور یہی حال لفظ "اول" و "آخر" و "ظاہر" و "باطن" اور ان جیسے دوسرے الفاظ کا ہے۔ لہذا ہم حق سبحانہ و تعالیٰ کو "قرب" کہتے ہیں، لیکن ہم نہیں جانتے کہ قرب کیا چیز ہے۔ اسی طرح ہم اُسے "اول" کہتے ہیں، لیکن ہم نہیں جانتے کہ اول سے کیا مراد ہے۔ اور "قرب" اور "اولیت" کے جو معنی ہمارے علم و فہم کے احاطہ میں آتے ہیں حق سبحانہ و تعالیٰ اس سے منزہ (پاک) اور برتر ہے اور جو کچھ ہمارے کشف اور مشاہدہ میں سما سکتا ہے حق تعالیٰ اس سے بہت بلند و بالا اور پاک ہے، اور حق تعالیٰ کے قرب اور معیت کی جس کیفیت کو بعض خود ساختہ صوفیوں نے کشف کے طور پر دریافت کیا ہے ان پر وہ اسی کشفی معنی کے ہی ظلمے حق سبحانہ کو قرب اور ساتھ (مع) سمجھتے ہیں وہ مستحسن نہیں ہے۔ انھوں نے فرقہ مجتہد (وہ فرقہ جو خدا کے لئے جسم ثابت کرتا ہے) کے مذہب میں قدم رکھ دیا ہے۔ اور جو کچھ بعض علمائے اس کی تاویل میں فرمایا ہے اور قرب سے مراد علی قرب لے لیا ہے تو وہ اسی طرح پر ہے جیسا کہ انھوں نے بت کی تاویل قدرت سے کی ہے اور وجہ کی تاویل ذات سے کی ہے بیان لوگوں کے نزدیک جائز ہے جو تاویل کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ اور ہم تو تاویل کرنے کو جائز قرار نہیں دیتے اور اس کی تاویل کو حق سبحانہ و تعالیٰ کے علم کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ اور سلامتی ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

۳۶۔ منها۔

ابتلاع رسولؐ [یہ فقیر کبھی تو نماز وتر شروع رات میں ادا کریتا تھا اور کبھی آخری رات میں ادا کرتا تھا۔ دیکھا کہ ان قصداً و قدس نے ایک رات مجھے دکھایا کہ نماز وتر کو دیر سے ادا کرنے کی صورت میں، جب نماز سو جائے اور اس کی نیت پہنچتی ہے کہ آخری رات میں وتر کی نماز ادا کرے گا تو اس کے سیکس اعماں کو لکھنے والے فرشتے وتر کی نماز ادا کرنے کے وقت تک تمام رات نیکیاں اس کے نام پر لکھتے رہتے ہیں۔ پس جس قدم بھی وتر کی نماز کو تاخیر سے ادا کرے گا بہتہ ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود اس فقیر کو تو وتر کی تعمیل اور تاخیر میں بجز سداً بمنہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کے اور کوئی چیز منظور نہیں ہے۔ اور یہ فقیر کسی قضیت کو بھی پیروی کے برابر نہیں سمجھتا۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز کبھی اول شب میں ادا فرمایا کرتے تھے اور کبھی آخر شب میں۔ یہ فقیر اپنی سعادت اسی میں سمجھتا ہے کہ کسی بات میں آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا شبہ حاصل ہو جائے۔ اگرچہ یہ تشبہ صرف صورت کے طور پر ہی ہو۔ وگن بعض سنتوں کے سلسلہ میں شب بیداری کی نیت و اس جیسی باتوں کو دھن دیتے ہیں۔ ان لوگوں کی کوتاہ اندیشی سے تعجب ہوتا ہے۔ ہم تو ہزار شب بیداریوں کو بھی پیروی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نصف دائہ جو کے عوض نہ خریدیں۔ ہم ماہ رمضان کے عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کے لئے بیٹھے۔ دوستوں کو

جمع کر کے ہم نے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے سوا
 کوئی دوسری نسبت نہ کریں۔ کیونکہ ہمارے قتل اور اختطاع (رنسے انگ
 قتل) ہونا کیا ہو سکتا ہے۔ ہمیں (حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی) ایک
 پیروی نہ مل سکتی تھی تو ہم سو گز خاریاں قبول کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن
 حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے دوسرے کے غیر میں ہزار قتل اور اختطاع قبول نہیں
 آتا کہ دربرائے نگار بست ذرا ست۔ از بارغ بوستان ذہا سائے لالہ زار
 موجود ہیں مگر میں جو محبوب گلزارِ رحیمہ حاجت نہیں ہے کچھ اُسے باغِ دیہا کی
 شہ سحانہ ہمیں تب کی کہ من بعد عطا فرمائے۔ آپ پر اور آپ کی آل پر
 مکمل ترین اور کامل ترین درودیں اور سلام ہوں۔

۳۷۔ منہا

محبتِ اُنی و محبتِ صفائی کا شرف ایک مرتبہ کی بات ہے کہ میں درودیشوں
 کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھ ہوا تھا۔ اس فقیر نے اپنی اس محبت کے
 متعلق جو آں سرور علیہ و علی آلہ و سلموات و التسلیات کے غلاموں کے
 ساتھ نسبت رکھتا ہے کچھ اس طرح کہ دیا کہ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم
 کی محبت اس درجہ غالب ہو گئی ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کو بھی میں اس
 واسطے سے دوست رکھتا ہوں کہ وہ ربِّ محمد (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کا پروردگار) ہے۔ حاضرین میری اس بات سے حیرت میں رہ گئے۔ لیکن
 انہیں مخالفت کی مجال نہیں تھی۔ میری یہ بات حضرت رابعہ رحمہ کی
 بات کے بالکل برعکس ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ میں نے آں سرور

صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں کہا تھا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی محبت نے اس طرح غلبہ پالیا ہے کہ آپ کی محبت کے لئے جگہ ہی نہیں رہی۔ یہ دونوں باتیں اگرچہ شکر کی خبر دیتی ہیں۔ لیکن میری بات اصلیت رکھتی ہے۔ انھوں نے وہ بات یمن شکر میں کہی تھی اور میں نے (شکر سے نکلنے کے بعد) ابتلائے محمود ہوش آنے کے شروع میں کہی ہے۔ ان کی بات مرتبہ صفا میں ہے اور میری بات مرتبہ ذات سے لوٹ آنے کے بعد ہے۔ کیونکہ مرتبہ ذات تعالیٰ میں اس قسم کی محبت کی گنج نش نہیں ہے۔ تمام نسبتیں اس مرتبہ سے نیچے ہی رہ جاتی ہیں۔ وہاں تو سراسر حیرت ہے یا جہالت ہے بلکہ اس مرتبہ میں آدمی ذوق کے ساتھ محبت کی لٹی کرتا ہے۔ کسی طرح بھی اپنے کو خدا کی محبت کے لائق نہیں سمجھتا۔ محبت اور معرفت صرف مرتبہ صفات میں ہوتی ہے (مرتبہ ذات میں نہیں ہوتی) پس جسے لوگوں نے محبت دانی کہا ہے اس سے مراد صرف ذات احدیت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ ذات ہے جس کے ساتھ ذات کے کچھ اعتبارات بھی مناسبت ہوں۔ لہذا حضرت رابعیؒ کی وہ محبت مرتبہ صفات میں ہے۔ اور اللہ سبحانہ ہی صریح بات دل میں ڈالنے والے ہیں اور رعد و سلام ہوید البشر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اطہر علیہم السلام۔

۳۸۔ منہا

علیہ السلام علم باطن کی برتری | علم کی فضیلت، معلوم کے شرف اور رتبہ
انہا دایہ پیر و استاد۔ | کے اندازہ کے مطابق ہوتی ہے۔ معلوم

جس قدر اشرف ہو گا اس کا علم بھی اسی قدر بلند تر ہو گا۔ لہذا علم باطن جس کے ساتھ حضرات صوفیہ امتیاز رکھتے ہیں، علم ظاہر سے افضل ہو گا، جو علمائے ظواہر کا حصہ ہے۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ علم ظاہر کو علم جماعت^{۱۸} حیاکت دبال بنانے اور کپڑا بننے کے علم پر فضیلت ہوتی ہے۔ لہذا پیر کے آداب کی رعایت کہ جس سے علم باطن کو حاصل کرتے ہیں، اس استاد کے آداب کی رعایت سے کئی گنا زیادہ ہوتی جس سے کہ علم ظاہر کا استفادہ کرتے ہیں۔ اور اسی طرح علم ظاہر کے استاد کے آداب کی رعایت، اس استاد کے آداب کی رعایت سے کئی گنا زیادہ ہے جس سے بال بنانا اور کپڑا بنانا سیکھتے ہیں۔ اور یہی تفاوت علم ظاہری کی تمام اصناف میں جاری ہے چنانچہ علم کلام اور فقہ کا استاد علم خود صرف کے استاد سے زیادہ اولیٰ اور زیادہ مقدم ہے۔ اور خود صرف کا استاد، علوم فلسفہ کے استاد سے زیادہ اولیٰ ہے۔ اس لئے کہ علوم فلسفہ، علوم معتبرہ میں داخل نہیں ہیں۔ اس کے اکثر مسائل بے سود اور بلا حاصل ہیں اور بہت کم مسائل میں جنہیں اصول نے کتب اسلامیہ سے اخذ کیا ہے اور ان میں تصرفات کر ڈالے ہیں، وہ بھی جہل مرکب سے خالی نہیں ہیں۔ کیونکہ اس مقام میں عقل کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ نبوت کا انداز عقل نظری کے انداز سے بالکل الگ چیز ہے۔

جاننا چاہئے کہ پیر کے حقوق تمام حقوق والوں کے حقوق سے اوپر ہوتے ہیں بلکہ پیر کے حقوق کو دوسروں کے حقوق سے کوئی نسبت ہی نہیں ہو

۶۵ حضرت حق سبحانہ کے انعامات و رزق کے رسول علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ
 و تسلیما کے احسانات کے بعد سب کے حقوق کا درجہ ہے بلکہ سب کے
 پیر حقیقی تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی ہیں۔ اگرچہ طہری پیدائش
 والدین سے ہوتی ہے، مگر معنوی پیدائش پیر ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔
 ولایت صوری کی جہات و چند روزہ ہے مگر وہ دہانت معنوی کے لئے
 جہات ابدی ہے۔ پیر ہی کو بہت جواب ہے قلب و روح سے معنوی گہ گیوں
 کی صفائی کرتا ہے اور اس کے اندر دینی حصوں کو پاک و صاف کرتا ہے
 اُن تو جہات میں جو کہ بعض مریدوں کی نسبت واقع ہوتی ہیں محسوس ہونا
 ہے کہ ان لوگوں کی باطنی آتشوں کی تمہیر پاک کرنے میں ایک گونہ
 تلوت زدگی خود صاحب توجہ تک سرایت رہتا ہے اور اسے
 ایک عرصے تک مکرر دنگ رہتا ہے۔ پیر ہی ہے جس کے وسیلے سے
 لوگ خدا سے غز و صل تک پہنچتے ہیں جو تمام دنیوی و دنیوی سعادتوں سے
 بند تر چیز ہے۔ پیر ہی ہے جس کے وسیلے سے نفس امارہ جو اپنی ذات کے
 اعتبار سے خبیث واقع ہوا ہے تزکیہ ہوا کر لیا اور پاک و صاف
 ہو جاتا ہے۔ اور آئندگی سے ظہیران کے مقام تک پہنچتا ہے۔ اور جہلی
 (طبعی) کفر سے اسلام حقیقی تک رسائی پاتا ہے

گر جویم شرح میں بیحد شود

(ترجمہ) جو اس کی شرح کہوں ہے حساب ہو جائے

لہذا اگر پیر کسی مرید کو قبول کرے تو اسے یہ اپنی سعادت سمجھنی چاہئے

اور اگر وہ کسی مرید کو رد کرتا تو سے، اپنی بدبختی شمار کرتی چاہئے۔ ہم اس چیز سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ حق سبحانہ کی رضا کو یہی کی رضا کے پس پردہ رکھا گیا ہے۔ جب تک مرید اپنے آپ کو ہر کی رضا مندیوں میں گم نہ کرے حق سبحانہ کی رضا مندیوں تک نہیں پہنچ سکتا۔ مرید کی سب سے بڑی آفت پیر کو آزار دینے میں ہے۔ ہر غرض جو اس کے بعد ہو اس کا تدارک کر دینا ممکن ہے، لیکن آزار پیر کا تدارک کسی چیز سے بھی نہیں ہو سکتا۔ آزار پیر مرید کے لئے شقاوت اور بدبختی کی بنیاد ہے۔ اس سے حق سبحانہ و تعالیٰ کی پناہ مانگنا واجب ہے۔ اس میں بڑے فضل و احکام شرعیہ کی بجا آوری میں بڑا فخر و رسی کا نتیجہ اور ثمرہ ہوتا ہے۔ احوال اور وجدانیات، جن کا تعلق ملا باطن سے ہوتا ہے، ان کا نوپ دینا ہی کیا ہے۔ اگر باوجود پیر کی آزار رسانی کے احوال کا کوئی اثر باقی رہ جائے تو اسے استدراج (اور مہلت) میں سے شمار کرنا چاہئے۔ کہ آخر میں وہ لامحالہ خالی ہی لائے گا اور سوائے نقصان کے اور کوئی نتیجہ نہیں رہے گا۔ اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی بیروی کرے۔

۳۹۔ منہا

لطائفِ شہ کے مراتب | قلب کا تعلق عالمِ امر سے ہے، اسے عالمِ خلق و وابستگی اور فیصلی عطا کر کے عالمِ خلق کی طرف نیچے اتار دیا گیا۔ اور اس مقصد، گوشت کے ساتھ جو بایں پہلو میں ہوتا ہے خصوصی تعلق عطا کر دیا گیا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی بادشاہ کو ایک بھنگن کے ساتھ عشق پیدا ہو جائے اور اس عشق کی وجہ سے بھنگن کے گھر میں نزول فرمائے۔ اور روح جو

قلب سے لطیف تر ہے اصحابِ یٰمِین (دائیں جانب والوں) میں سے ہے۔ اور
 تین لطیفے جو لطیفہٴ روح سے اوپر ہیں وہ خیرُ الامور اور سطہا (مطالب
 میں بہترین، درمیانی معاملہ ہوتا ہے) کے شرف سے بہرہ اندوز ہیں۔ لطیفہ
 حقدِ لطیف نہ ہوتا ہے وہ وسط کے زیادہ مناسب ہے۔ لیکن اتنا ہے کہ
 لطیفہٴ یسر اور لطیفہٴ خفی، دونوں لطیفہٴ اخفی کی ہر دو جانب واقع ہیں۔ ان
 میں سے ایک دائیں طرف واقع ہے اور دوسرا بائیں طرف۔ اور لطیفہٴ نفس،
 جو اس کے قریب واقع ہے اور دماغ سے تعلق رکھتا ہے اور لطیفہٴ قلب کی
 ترقی اس پر منحصر ہے کہ وہ روح کے مقام میں اور روح سے اوپر کے مقام میں
 رسائی حاصل کرے۔ اسی طرح روح اور اس سے اوپر والے لطیفوں کی
 ترقی بھی اس پر منحصر ہے کہ وہ اوپر کے مقامات میں رسائی حاصل کر لیں۔ لیکن
 یہ رسائی شروع میں احوال کے طریقہ پر حاصل ہوتی ہے اور آخر میں مقام
 کے طور پر اور نفس کی ترقی اس وقت ہوتی ہے جب وہ شروع میں بطور
 احوال اور آخر میں بطور مقام کے قلب کے مقام میں پہنچ جائے۔ اور آخر کار
 ہر چہ کے چھ لطیفے مقامِ اخفی میں پہنچ جاتے ہیں اور سب کے سب ایک
 ساتھ مل کر عالمِ قدس کی طرف پرواز کرنے کا ارادہ کرتے ہیں اور لطیفہٴ قالب
 کو خالی چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن یہ پرواز بھی ابتداء میں بطور احوال کے ہوتی ہے
 اور آخر میں بطور مقام کے۔ اور اس وقت مقامِ فنا حاصل ہو جاتا ہے۔

۶۔ موت پہلے موت کا مطلب اور جسے صوفیہ نے موت پیش از موت
 دمرنے سے پہلے ہی مر جانا، کہا ہے اس سے مراد لطیفہٴ قالب کی اپنی چھ لطیفوں

(نیچے ورڈر ہو جائے) کے ساتھ انجام پائے گا۔ یعنی زریگی سے دوری میں جائیں گے اور تکمیل کا مقدمہ پیدا ہو جائے گا۔ اور اگر دہائی طرف واپس نہ کریں اور ڈٹو (قریب) کے بعد سدا کی (بست و دور ہوتا) حاصل نہ ہو سکے تو وہ ادبائے عزت ہو جائے گا اور عیسیٰ کی تربیت اور ناقص و گوں کی تکمیل اُس کے ہاتھ سے نہیں ہو سکے گی۔ یہ ہے گفتِ اشارہ اور کنیہ کے انداز میں ہدایت (آغاز) اور نہایت (انجام) کی بیکن ان منزلوں کو قطع کئے بغیر اس کو سمجھ لینا ناممکن ہے۔ ورنہ مٹی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام کی آداب الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرے۔

۴۔ منہا

کلام الہی (حضرت حق) نہ و تعالیٰ ازل سے ایک ایک ہی کلام کے ساتھ تشکیل ہے۔ یہ کلام ایسا ہے کہ اس کے ٹکڑے اور اجزاء نہیں کئے جاسکتے کیونکہ خاموشی اور گونگانا پن اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ازل سے اب تک وہاں ایک ہی آن (ساعت) رہتی ہو۔ کیونکہ اقدس ہی نہ کی ذات پر زیاہ جاری نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ ایک آن واحد میں ایک بسیط (غیر مرکب) کلام کے سوا اور کیا واقع ہو سکتا ہے اور اُس کلام واحد سے تعلقات کے متعدد ہونے کے اعتبار سے۔ کلام کی اس قدر قسمیں پیدا ہو گئی ہیں۔ مثلاً اگر اس کا تعلق ماضی (جسے حکم دیا جائے) کے ساتھ قائم ہو تو اس سے امر (حکم) پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اگر ماضی (جس سے ممانعت

فرمانی جائے) کے ساتھ ہو تو اس کا نام ہی "ممانعت" ہو جاتا ہے۔ اگر خبر
 دینے سے تعلق ہو تو خبر مبدع ہو جاتی ہے۔ اس ضمن میں زیادہ سے زیادہ
 یہ کہا جاسکتا ہے کہ گزشتہ ورآمدہ زمانے کے متعلق خبر دینا بہت سے
 لوگوں کو اشکال میں ڈالتا ہے اور انھیں دلائل کرنے والی چیز کا تقدم و
 تاخر مدلول (جس چیز پر دلالت کی جائے یعنی مراد) کے تقدم و تاخر کی طرف
 لیجاتا ہے لیکن یہ کوئی اشکال نہیں ہے۔ کیونکہ زمانہ گزشتہ رہا یعنی اور
 زمانہ آمدہ مستقبل، دلائل کرنے والی چیزوں کی مخصوص صفات ہیں
 جو اس آن دکھڑی کے بمقابلہ (بمقابلہ ہونے) کے لحاظ سے پیدا ہوئی ہیں
 لیکن مدلول جس چیز پر دلالت کی جائے یعنی مراد کے مرتبہ میں چونکہ وہ آن
 دکھڑی جو اپنی حالت میں ہے وہ کسی قسم کا آمدہ اس میں پیدا نہیں ہو ہے
 لہذا اس مرتبہ میں گزشتہ اور آمدہ زمانوں کی گنتی نہیں ہے۔ بلکہ
 معمول (مطلق و فلسفہ) نے کہا ہے کہ ایک ہی حقیقت (ماہیت) کے لئے
 وجود خارجی کے اعتبار سے لوازمات علیحدہ ہوتے ہیں اور وجود ذہنی کے
 اعتبار سے صفات جدا ہوتی ہیں۔ جبکہ ایک ہی چیز میں وجود اور ہوتیت
 (مرتبہ و قدر) کے مختلف ہونے کے اعتبار سے صفات اور لوازم کا متبائن
 اور متغائر ہونا (جدا جدا اور مختلف ہونا) جائز ہو سکتا ہے تو دلائل (دلائل
 کرنے والی چیز) اور مدلول (جس پر دلالت کی جائے) میں جو حقیقت
 ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں (یہ متبائن و تغائر) بطریق اولیٰ جائز ہونا
 چاہئے۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ ازل سے ابتدا تک ایک ہی آن دکھڑی ہے

تو یہ تعبیر کی تسکدامانی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ وہاں تو وہ حقیقت اس کی بھی گنجائش نہیں ہے یہاں تو زمانہ کی طرح وہ (یعنی آن و اہد کہنا) بھی گراں ہے۔
 دائرہ امکان سے باہر آ جانا چاہئے کہ ممکن جب قرب الہی جل سلاطاً ازل اور ابد متحد ہیں۔ کے مقامات میں دائرہ امکان سے باہر قدم
 ۶۹ رکھتا ہے تو وہ ازل ورا بد کو متحد پاتا ہے حضرت رسالت خاتمیت علیہ
 وعلی آل الصلوٰۃ والسلام والتحیہ نے سب معراج میں مقامات عروج کے
 اندر حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے شکم میں پایا تھا اور طوفانِ نوح
 بھی موجود تھا۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اور اہل بہشت کو بہشت میں دیکھا
 تھا۔ اور روز خیوں کو دوزخ میں۔ اور بہشت میں داخل ہونے کے وقت سے
 پانچ سو سال کے بعد جو (خدا کے ہاں کے حساب سے) آدھا دن ہوتا ہے
 حضرت عبدالرحمن ابن عوفؓ جو دولت مند صحابہ میں سے تھے علیہم ارضوان
 بہشت میں آئے تھے اور حضیرانہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے دیر میں آنے
 کی وجہ دریافت فرمائی تھی اور انھوں نے اپنا دربار گزارا دستوں اور
 آزمائشوں کا ہاں سنایا تھا۔ یہ سب کچھ ایک آن (کھڑی) ہی کے انداز میں
 مشہود ہوا تھا۔ اس میں گزشتہ اور آئندہ زمانے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اس
 فقیر کو بھی اللہ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے سے بعض اوقات
 یہ حالت پیش آئی ہے۔ اور میں نے ملائکہ کو عین سجود کی حالت میں
 پایا ہے جو وہ حضرت آدم علیہ السلام کو کر رہے تھے، کہ اب تک انھوں نے
 سجدہ سے سر بھی نہیں اٹھایا تھا۔ اور ملائکہ علیین کو جنہیں سجدہ کا حکم

نہیں دیا گیا تھا ان سجدہ کرنے والے فرشتوں سے الگ دیکھا کہ وہ اپنے مشہور جس کا وہ شاہرہ کر رہے تھے) میں فنا اور غرق ہیں اور وہ تمام حالات جن کا آخرت میں وعدہ فرمایا گیا ہے، وہ سب اسی آن (گھڑی) میں دکھائی دیئے۔ چونکہ اس واقعہ پر ایک مدت گزرنے لگی ہے۔ اس لئے میں نے احوالِ آخرت کی تفصیل بیان نہیں کی، کیونکہ مجھے اپنے حافظہ پر اعتماد نہیں رہا ہے۔

معراج نبوی اور خروج اولیاء | لیکن اتنی بات سمجھ لینی چاہئے کہ یہ حالات میں فرق ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اور

روح مدلول کو پیش آئے تھے اور جو مشاہدات ہوئے تھے وہ بصارت اور بصیرت دونوں سے ہوئے تھے۔ لیکن دوسرے لوگوں کو جو (بہر حال) طفیل ہیں، اگر یہ حالت بطور رعیت کے پیش آتی ہے تو وہ صرف روح تک ہی محدود رہتی ہے اور بصیرت کے ساتھ مخصوص ہوا کرتی ہے۔ (جسم اور ظاہری آنکھوں کے ساتھ نہیں)۔

وہ قائلہ کہ دوست دائم نرم و ترجمہ | اس بسکہ رسدیند ریائنگ بزم
صہ جس قافلے میں جانا بخود میں نصیب
عیدہ علی المصلوات والسیلمات اتمھا واکملھا۔

۴۱۔ منہا

تکوین حقیقی صفات میں ہے انکوں واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کی حقیقی صفات میں سے ایک مستقل صفت ہے۔ اشاعرہ (امام ابو الحسن شریعی رحمہ اللہ)

تکوین کی صفات اضافیہ میں سے شمار کرتے ہیں اور وہ قدرت اور ارادہ ہی کو
 ایجاد عالم (دنیا کو وجود بخشنے) میں کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ
 قدرت اور ارادہ کے سوا وہ تکوین ایک عبسہ جہتی صفت ہے۔ اس کی
 وضاحت یہ ہے کہ قدرت کے معنی یہ ہیں کہ اس میں فعل ترک یعنی کسی
 کام کا کرنا اور اسے چھوڑ دینا دونوں باتیں صحیح ہوں۔ اور "ردہ" کے معنی
 یہ ہیں کہ قدرت کی ان دونوں جہتوں، یعنی فعل اور ترک میں سے کسی ایک
 جہت کو مخصوص و متمصل کر لیا جائے۔ ہذا اس طرح قدرت کا درجہ ارادہ
 کے درجہ پر مقدم ہوتا ہے۔ اور "تکوین" جسے ہم صفات حقیقہ میں سے سمجھتے
 ہیں، اس کا درجہ قدرت اور ارادہ کے درجوں کے بعد آتا ہے۔ اس صفت
 کا کام، اس خاص کردہ جہت کو وجود میں لانا ہے اس قدرت و فعل
 (کرنے) کی جہت کو درست قرار دینے والی صفت (یعنی مضبوطی فعل) ہے
 اور ارادہ، فعل (کرنے) کی جہت کو خاص کرنے والی صفت (مختص
 فعل) ہے۔ اور تکوین، اسے وجود میں لانے والی ہے۔ ہذا تکوین کی
 صفت کو ماننے بغیر چارہ نہیں ہے۔ اس کی وہی صورت ہے جو استطاعت
 مع الفعل کی ہوتی ہے جسے علماء اہل سنت نے بندوں میں ثابت کیا
 ہے۔ اور کوئی شک نہیں کہ یہ استطاعت ثبوت قدرت کے بعد ہی
 ہو سکتی ہے۔ بلکہ ارادہ کے تعلق کے بھی بعد ہوتی ہے۔ اور وجود بخشی کا
 تحقق (ثبوت) اسی استطاعت کے ساتھ وابستہ ہے بلکہ وہ استطاعت
 ہی فعل کی جہت کو ضروری قرار دیتی ہے اور اس کے بالمقابل ترک

کی جہت وہی مفقود ہے۔ بلکہ یہی کی صفت کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ وجود بخشی اس کے ساتھ بطور ایجاب یعنی واجب اور ضروری قرار دینے کے ہوئی ہے۔ لیکن یہ ایجاب (ضروری قرار دینا) واجب تعالیٰ کی ذات میں کوئی ضرر نہیں دیتا کیونکہ اس کا ثبوت صفت قدرت اور صفت ارادہ کے محقق ہو جانے کے بعد ہوتا ہے جبکہ قدرت کے معنی فعل کرنے، اور ترک (چھوڑ دینے) کو صحت اور درستگی بخشنے کے ہیں۔ اور ارادہ کے معنی، قدرت کی کسی ایک جہت یعنی فعل یا ترک کی جہت کو خاص کر لینے کے ہیں۔ برخلاف اس کے جو حکم فلسفہ نے کیا ہے۔ اور انہوں نے شرطیہ اولیٰ (صحت فعل یعنی اگر چاہے تو پیدا کر سکتا ہے) کو واجب الصدق خیال کر لیا ہے اور شرطیہ ثانیہ (صحت ترک یعنی اگر نہ چاہے تو نہیں پیدا کر سکتا) کو مستحب الصدق قرار دے دیا ہے اور صفت ارادہ کی نفی کر دی ہے۔ اس قول کے مطابق ایجاب صریح لازم آتا ہے

تَعَالَى اللَّهُ شَمْعَانَهُ عَنْ ذَٰلِكَ عُمُوْا كَسِيْرًا (اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات اس سے کہیں بلند تر ہے)۔

وہ ایجاب جو ارادہ کے تعلق اور دوزیر قدرت جہتوں میں سے ایک جہت کی تخصیص کے بعد پیدا ہوتا ہے وہ اختیار کو مستلزم (لازم کرنے والا) ہے بلکہ اختیار کی تاکید کرنے والا ہے۔ اس کی نفی کرنے والا نہیں ہے۔ اور صاحب فتوحات کا کشف بھی حکم کی رائے کے موافق ہی واقع ہوا ہے۔ وہ قدرت کے سلسلہ میں شرطیہ اولیٰ کو واجب الصدق سمجھتے

میں اوشانی کو محتجہ الصدق۔ یہ تو ایجاب (لازم قرار دینے) کو تسلیم کر لینا ہوا۔ اس کے نتیجہ میں امانہ بالکل ہی بیکار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دربار کی جہنوں میں سے ایک جہت کو خاص کر لینا یہاں پایا ہی نہیں جاتا۔ اور اگر صفت تکوین میں اس مضمون (یعنی ایجاب) کا اثبات کریں تو اس کی گنجائش مشکل سکتی ہے کیونکہ وہ اس ایجاب کے شاہد سے مبرا اور پاک ہے۔ بہت ہی باریک بینی کا فرق ہے جس کو مجھ سے پہلے کسی نے بیان کرنے کی کم ہی سبقت کی ہے۔ علمائے ماتریدیہ نے بھی اگرچہ اس صفت (یعنی تنکیرین) کا اثبات فرمایا ہے لیکن ابھی اس باریکی نظر کی طرف نہیں گئے ہیں۔ انہیں (ماتریدیہ کو) بلند درجہ سنت مصطفویہ شی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام والقیہ کی پیروی نے ہی۔ . . . تمام تکلیفیں میں اس معرفت کے ساتھ متنازع بنا دیا ہے۔ اور یہ حقیر بھی انہی اکابر کے خوشہ چینوں میں سے ہے۔ اللہ سبحانہ ہمیں ان کے درست اور حق عقائد پر سید المرسلین علیہم علی آداب الصلوٰۃ والتسلیمات اتہا واکملہا کے طویل میں ثابت قدم رکھے۔

۴۲۔ منہا

رویت باری تعالیٰ آخرت میں مومنوں کے لئے خدا کے عز و جل کا دیدار ہونا، حق ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے کہ سوائے اہل سنت والجماعت کے اسلامی فرقوں اور حکمائے فلاسفہ میں سے کوئی شخص بھی اس کے جواز کا قائل نہیں ہے۔ ان کے انکار کی وجہ، غائب کو حاضر پر قیاس کر لینا ہے، جو بہر حال فاسد و

نقطہ ہے۔ نظائر نے وہی مہی جسد ہے جن اورے سکوت ہوئی اور دوست
 (دور) اس سے متعلق ہوئی وہ بھی ہے جس کی سید۔ اس پر مسان
 راجا ہے مگر اس کی کیفیت میں معال ہیں ہونا ہے کہ وہ کس طرح
 اور کونکر ہو گی) قدرت نے اس پر زما ت بھی ہوا ہے اولیٰ فیض ہے نہ مادہ
 ہے (جو کچھ ہمیں مت پرہ بہ ماہ وہ اگر جہد رکھ رہا جس میں
 ہے لیکن وہ ہے یہ سب بھی ہیں ہے۔ یہ کثرت ہوتی ہے کہ گو ماکہ
 کہ دس جن معانی نور نور سب و کل (مقام کے دو) منبہ میں
 حق سبحانہ و تعالیٰ کو اس کی آنکھوں سے ہی دیکھیں گے سب اور ک
 میں رکھیں گے ڈاکٹر ایضاً، ضہو ہیں رہا درک ہیں کر سب کی
 وہ صرف دو جہد ہی معنی رکھیں گے ایک واسطہ کا بھی علم کہ وہ
 کچھ رہے ہیں اور دوسرے وہ سب کہ سب رہا ہوئی ہے۔
 دوجیزوں کے لئے وہ، فی حسیہ درو سب کے ور میں وہ سب کے سب
 مفقود ہوں گے۔ یہ مسئلہ، سب میں کلام میں سب سے، ایک تر اور مشکل پر
 ہے عقل کا انداز اسے نام کرنے اور اس کی صورت کشی کرنے میں عاجزی
 جو علم اور صوفیہ اسرار کی بروی کرنے والے میں انھوں نے اپنے نویر
 فراست سے جو، نوایر نور ہی سے مستبس (مماصل کردہ) ہے اسے
 دریافت کیا ہے۔ ایسے ہی علم کلام کے اور بھی درجہ بہت سے مسائل
 ہیں جن کو ثابت کرنے سے عقل عاجز اور حیران رہ جاتی ہے علمائے اہلسنت
 کو تو صرف نویر فراست ہی حاصل ہے لیکن صوفیہ کو نویر فراست تو حاصل

ہے ہی مگر اس کے ساتھ ہی اس کو کشف اور نہرود بھی حاصل ہے۔

کشف اور فراست میں فرق کشف اور فراست کے درمیان ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ حدیثیات (انذار اور تحیین سے متعلق چیزوں) اور حیات میں ہے۔ فراست، نظریات (دلیل سے تعلق رکھنے والی چیزوں) کو حدیثیات بنادیتی ہے اور کشف انھیں حیات بنادینا ہے وہ تمام مسائل جن کے اہل سنت فاضل ہیں اور ان کے مخالفین جنہوں نے اپنے اوپر عقلی طریقہ کو لازم کر رکھا ہے، ان مسائل کے منکر ہیں، وہ سب اسی قسم کے ہیں کہ وہ سب نو فراست سے معلوم ہوئے ہیں اور کشف صحیح سے مشابہہ میں آگئے ہیں، اگر ان مسائل کو بیان کرنے میں کہیں کوئی وضاحت کی جائے تو اس سے مقصود محض اس کی صورت کسی اور تمبیہ ہونی ہے۔ بطور (فکر) اور دلیل کے ساتھ ان کو ثابت کرنا نہیں ہوتا، کیونکہ عقل کی فکر و نظرات کے اثبات اور صورت کثی میں محض ممانعت ہے۔ اہل علماء پر بڑا ہی تعجب ہوتا ہے جو ان مسائل کے مسئلہ میں خود کو مقام استدلال میں لا کھڑا کرتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ دلائل سے ان کا ثبات کر دیں اور مخالفین پر رحمت تمام کر دیں۔ مگر یہ باب میسر نہیں آتی اور تکمیل کو بھی نہیں پہنچتی۔ محض یہ سمجھ جیتے ہیں کہ جس طرح ان کے استدلال ت کھوٹے، کمزور اور ناقص ہیں اسی طرح ان کے مسائل بھی غلط، کمزور اور ناقص ہوں گے۔ مثلاً علمائے اہل سنت نے سنیطاع مع افضل (فعل کے ساتھ) وقت بھی رکھا، کاتبات کیا ہے۔ یہ مسئلہ

ان حق اور صحیح مسائل میں سے ہے جو فوراً اسب اور شفیق صبح سے معلوم ہوئے ہیں لیکن جو دلائل وہ اس کو ثابت کرنے کے لئے پیش کرے ہیں وہ بالکل ہی نہ کارہ اور ناقص ہیں۔ اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے ۹ دلائل وہ پیش کرتے ہیں ان میں سب سے قوی دلیل دلائل میں اعراض کا باقی رہنا ہے کیونکہ اگر عرض یا قی رہتا ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ عرض خود عرض ہی کے ساتھ قیام پذیر ہو جائے نہ اس ہونا ممکن نہیں ہے۔ اور چونکہ مخالفین نے اس دلیل کو اصل اور کارہ سمجھا ہے۔ لہذا انھوں نے یقین کر لیا کہ خود وہ مسئلہ بھی ایسا ہی، قص ہے۔ انھوں نے یہ بات نہیں سمجھی کہ اس مسئلہ میں اور اس جیسے دوسرے مسائل میں ال کارہ متناویہ فراغت ہے جو نوینوت سے متنبس (لاگبا) ہے۔ لیکن یہ خود ہماری کوتاہی ہے کہ ہم حدی (انداز حکمت) سے متعلق حضرات اور یہی باتوں کو مخالفین کی نگاہ میں لائی بنا کر پیش کرتے ہیں اور تکلفات کے ساتھ ان کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ ہماری حدی اور یہی چیزیں مخالفین پر عجیب نہیں ہوں گی، تو نہ ہوا کریں۔ ہم پر سوائے (واضح طور پر) بنادینے اور تسبیح کر دینے کے اور کوئی چیز فرض و لازم نہیں کی گئی۔ جو آدمی مسلمانوں میں حب و عداوت رکھتا ہے وہ بے اختیار اسے قبول کرے گا اور جو شخص بے نصیب وافع ہوا ہے سوائے انکار کے اس میں اور کسی بات کا انصاف نہ نہیں ہو سکے گا۔

۳۳۔ منہا

یقین کے درجہ کا حصول بعد ان تہ کریمہ و کتبہ نغمہ ریتک
 تحفہ روبرو ہر حال اپنے پروردگار کی نعمت کو سرا کرنا کرنا اس
 نعمت عظمیٰ کا اظہار کرتا ہوں کہ اس فقیر کو علم کلام سے تعلق رکھنے والے
 اعتقادات کی نسبت حواہل حق یعنی اہل سنت و جماعت کی راہوں کے
 موافق واقع ہوئے ہیں ایسا یقین حاصل ہو چکا ہے کہ اس کے منہاجہ میں
 وہ یقین بھی جو مجھے . . . واضح تر یہ بدسات کی سنت حاصل
 ہے، ظنیات بلکہ وہمیات کا حکم رکھتا ہے۔ مذہب میں اس یقین کا
 جو مجھے علم کلام کے ہر ایک مسئلہ کی نسبت حاصل ہے اس بھس کے ساتھ
 موازنہ کرتا ہوں جو مجھے وجود کتاب کی نسبت حاصل ہے تو ہے یقین کی
 بہ نسبت اس دوسرے یقین کے لئے بھس کا مفاد ہے جو مجھے انفس
 ہوتا ہے۔ ارباب عقول اس بات کو قبول کریں مار کریں کہ انفس ہے کہ
 وہ ہرگز قبول نہیں کریں۔ کیونکہ یہ بحث عقل کے اندازہ سے باہر
 انگ ہے۔ عقل قابل نہیں ہے اس مقام سے سوئے سنا کرنے کے
 اور کوئی حاراجی نہیں ہے۔ اس معاملہ کی حقیقت یہ ہے کہ جس کو نسب
 کا کام ہے۔ اور وہ یقین جو نسب کو مثلاً آفتاب کے وجود کے معنی حاصل
 ہوتا ہے وہ حواس کے واسطہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ حواس و سمور
 کا حکم رکھتے ہیں (جو ادھر ادھر سے معلومات حاصل کر کے حسب تک
 پہنچاتے ہیں) اور وہ یقین جو سب کلام کے کسی ایک مسئلہ کے متعلق قلب کو

حاصل ہوتا ہے وہ فقہائے راست اور فقیہ کسی خواص کے واسطے کے
ہے جسے اس نے طور بہا م کے مارگاہ و باب جبل و عدا سے بغیر کسی
واسطے کے خود حاصل اور اخذ کیا ہے۔ یہاں یقیناً اول کامر بہ علم ایضاً
کا ہوتا ہے اور عملیاتی کامر تہن یقیناً کا ہوتا ہے اور ان دونوں کے
درمیان میں کئی بڑا فرق ہے۔

سنیدہ کے وہ سند دہرہ

دیکھئے ہوتے ہیں جو کچھ

ترجمہ:-

۴۴۔ منہب

۴۵

فرا زاد دین و دلت صاحب کے سید و بھائی، محض فصل خود
حل سلطان سے تمام اداروں و آراءوں سے سالی ہونے لگے اور اسے
حق بھی۔ کے سوائے دوسری چیز کی طلب نہیں رہتی اور اس وقت اسے
وہ کچھ بصر آھا ہے جو اس کی سیدائش سے غنود تھا اور وہ سدگی
کی حقیقت کو سمجھتا ہے۔ اس سے بعد گردرب کا نام ہوتا ہے تو
اسے ناقص لوگوں کی تربیت کے لئے اس عالم کی طرف دایس کہنے
ہیں اور (حق تعالیٰ) اسے باس سے اسے ایک ابدہ عنایت کرنے اور
ایک اختیار عطا فرمے ہیں کہ وہ فوری و فوری تصرفات میں مختار اور
مجاز (اجازت یافتہ) ہو جاتا ہے جیسا کہ ایک اذن یافتہ علم (جسے
اس کے آقا نے تصرفات کرنے کا حق عطا فرمایا ہو) مختار اور اجازت یافتہ
ہوتا ہے۔ اس مقام میں جو کہ خدائی اذن کے ساتھ آراستہ و پیراستہ

ہو جانے کا مقام ہے، صاحب ارادہ جو کچھ چاہتا ہے وہ اس کے لئے حاجت
 ہے اور دوسروں کی مصیبتیں ہی اس کے پیش نظر رہتی ہیں۔ رکھنے
 جس کی مصیبتیں۔ (بعینہ اسی طرح) صاحب کہ وہ نبی کے ارادہ کی
 حالت ہوتی ہے۔ بلکہ بلند ترین مثال ہونا۔ نبی ہی کہئے بابت ہے
 اور قطعاً ضروری نہیں بلکہ جائز بھی نہیں کہ یہ صاحب ارادہ جو کچھ
 حاجت وہ وقوع میں بھی آجائے۔ کیونکہ اب سمجھا کہ اس کو
 برپا ہے نہیں کر سکتی۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ
 علیہ السلام کے حق میں بھی یہ فرمایا ہے کہ اِنَّكَ لَا تَهْدِي
 مَنْ اَشَاءَ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ ۗ وَمَا يُضِلُّ اللّٰهُ شَيْئًا
 وَهُوَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ ۗ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ۝ (ارادہ بوقصد اس پر ملتا ہے تو
 دوسروں کی، ہاں کیا محال ہے اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اس
 صاحب ارادہ کی تمام مراد پر راجح کا وہ ارادہ کرے) حق تعالیٰ و تقدس
 کی مراد کے مطابق ہوں۔ ورنہ کتب غلبہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام
 کے احکام و احوال پر حق سبحانہ کی طرف سے اعجاز و نزول نہ ہوتا۔
 جس کا حق سبحانہ فرمایا ہے مَا كَانَ لِيَّبِيْ لَآءٍ اَنْ يَّهْدِيَ لِيْ سَبِيْلًا
 نہیں ہوا اور اس سے مواظف طافراے کی بھی کوئی گنجائش نہ ہوتی جب کہ
 حق تعالیٰ نے فرمایا ہے عَمَّا لَيْتُ سَلِّكَ (خدا کے آیت کو معاف فرمادے)
 کیونکہ معافی کا تصور تو عصمت اور کمال میں ہی ہو سکتا ہے۔ اس کے
 ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہے کہ حق جل و علا کی تمام مرادات بھی معنی میں کا وہ

ارادہ فسرانے حق سے۔ کی مرضیات نہیں ہو کر تیں مثلاً کفر اور
معاصی (کہ ان کا ارادہ تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں، ورنہ نہ تو ان کا وجود ہو سکتا
اور نہ ہی بندوں سے ان کا صدور ہو سکتا، مگر چیزیں خود حق تعالیٰ
کی مرضیات میں سے نہیں ہیں و لا تسرن علی احب الیہ النکھر۔
اے اللہ تعالیٰ ہے سدا سے کہہ دے گا کہ وہ سرور) لہذا جبکہ خود اللہ تعالیٰ
کا ارادہ اس کی مرضیات کے خلاف ہو سکتا ہے تو صاحب ارادہ مسندہ
کا ارادہ بھی مرضی حق سے نہ کے خلاف ہو سکتا ہے۔ (مترجم)۔

۳۵۔ منها

کلام اللہ کی رہنمائی | اس کام (کا یہ سوک) میں بہار کلام اللہ پر
اور میرا پیر (شیخ) اس معاملہ میں قرآن مجید ہے۔ اگر قرآن کریم کی رہنمائی
نہ ہوتی تو معبود برحق کی عبادت کی جانب کوئی راہ بھی نہ کھل سکتی۔ اس
رہ میں ہر طائف اور طیف ترجیزاً اللہ تعالیٰ میں ہی خدا ہوں) کی صراط
لالی ہے اور راسخے پر چلنے والے کو اپنی پرستش میں گرفتار کر دیتی ہے
اگر وہ چیز "چوں" ہے تو اپنے آپ کو بے چوں ہونے کی صورت میں ظاہر
کرتی ہے۔ اور اگر "نسبہ" ہے تو اپنے آپ کو "سرہمہ" کی ہیئت میں
جسہ گریبناتی ہے۔ یہاں امکان اور حجب کے ساتھ ملا ہوا ہے اور حدوث
(حادث ہونا) قدیم (قدیم ہونے) کے ساتھ ضابطہ ہے۔ اگر باطل ہے
تو وہ حق کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور اگر گمراہی ہے تو وہ ہدایت کی
شکل میں نمایاں ہے۔ بیچارہ ساک۔ ایک اندر سے مسافر کا نمونہ بن جائے

کہ ہر ایک کی طرف ہذا آتی رہی مہربان ہے) کہتے ہو امتوجہ ہو جائے جو
 حق سبحانہ و تعالیٰ خود ہی تعریف کا یہ ستمیہ ایک در کلا شریفین
 آسمانوں میں کامیاب کرنے والا کے الفاظ سے فرما ہے اور اپنی شان میں
 رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (مشرقی اور مغرب کا پروردگار) فرماتا ہے۔
 عروج کے وقت جب ان صفات کو ان خیالی معبودوں پر پہنچا دیا گیا
 تو بے اختیار ان سب نے (ان اوصاف پر منطبق ہونے سے) انکار کر دیا
 اور وہ ختم ہوتے چلے گئے۔ نہ ہی یہ اس فقرے نے کہ لَا أُحِبُّ إِلَّا فِئْلَانِ
 (میں غروب ہو جانے و درعاب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا) کہتے ہوئے
 اس سب (خیالی معبودوں) سے منع فرمایا اور ذات واجب الوجود کے سوا
 کسی کو بھی اس قبیلہ توجہ نہیں بنایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا
 وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِیْ لَہٗ لَوْ اَنَّ سَاۡمَآئَہٗ تَهْدٰی حَلٰلًا مِّنْ رَّسُوْلٍ زَیِّنَا
 بِاَلْحَقِّ (اسی اللہ کے لئے ہم نے تمہیں میں جس سے ہمیں اس کی ہدایت فرمائی
 و اگر خدا ہمیں ہدایت نہ فرماتا تو ہم ہدایت نہیں پاسکتے تھے بلکہ ہمارے
 پروردگار کے تمام رسول بنی ناس لیکر چلے جاتے)۔

۴۶۔ منہا

حضرت خواجہ باقی باللہؒ ہم چار آدمی اپنے خواجہ (حضرت خواجہ باقی باللہ
 سے عقیدت) رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ایسے تھے کہ
 رگوں کی گاہوں میں باقی تمام دوستوں میں ہمیں خاص امتیاز حاصل
 تھا۔ حضرت خواجہ شیخ اور ہر صاحب کی نسبت ہم میں سے ہر ایک کا

اعتقادِ علیحدہ تھا۔ معاملہ بھی نہ تھا۔ یہ فقیرِ توفیقین کے ساتھ یہ
 سمجھا تھا کہ اس قسم کی محبت اور سچائی اور اس طرح کی تربیت
 ملک اور ہدایت میں مدد دے گی۔ علی آلہ الصلوٰۃ یہ مسلمان کے زمانہ
 کے بعد سے کبھی بھی کسی کو عمل نہیں ہوئی اور حق تعالیٰ کی اس
 نعمت کا شکر ادا کرتے تھے کہ اگرچہ خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام
 کے نزدیک محبت سے مشرف نہیں ہو سکا، مگر اس محبت کی سعادت
 سے محروم نہیں رہا۔ اور ہمارے حضرتِ توحید سے دوسرے تین دوسلوں
 کے متعلق ہوں فرما کرتے تھے کہ ”وہاں آدمی تو مجھے مناسب تکمیل سمجھتا
 ہے مگر صاحبِ ارشاد نہیں سمجھتا۔ اور اس کے نزدیک ارشاد کا مرتبہ
 مکمل سے زیادہ ہوتا ہے اور فہم آدمی محمد سے کوئی سروکار نہیں رکھتا“
 اور اس دوسرے کے متعلق فرما کرتے تھے کہ وہ ہماری نسبت نکو رہ
 رکھتا ہے۔ چنانچہ ہم میں سے ہر ایک کو اس کے اعتقاد کے اندازہ کے
 مطابق ہی حصہ ملا۔

شیخ کی محبت میں علو اچھا سا ہوا ہے کہ مرید کا اسے ہر کے افضل اور
 نہیں کرنا چاہیے۔ انہیں ہونے کے متعلق اعتقاد، محبت کے
 درجات اور اس مناسبت کے نتائج میں سے ہونا ہے جو قادرِ قادرہ پہنچا
 و اسفادہ (فائدہ حاصل کرنے) کا سبب بنتی ہے۔ لیکن نہ وہی ہے
 کہ آدمی اچھے پیر کو ان حصہ بہ حصہ مناسبت سے جس کی بزرگی اور عظمت
 شریعت میں مقرر ہو چکی ہے، کیونکہ یہ چیز محبت میں افراط کا باعث

موجباتی ہے اور یہ بات مذکور ہے۔ فرقہ تبعیہ کی قربانی اہل بیت کے ساتھ
 ہی افریقہ محبت کی وجہ سے ہے اور فزاری نے بھی اسی افراط محبت
 کی وجہ سے حضرت عیسیٰ بنیاد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کا بیٹا
 بنا دے وہ اس کی وجہ سے ابدی خسارہ میں پڑے ہیں۔ لیکن اگر ان
 حضرات کے علاوہ رجن کی فصیلت مندرجہ سے ثابت ہے، دوسرے
 لوگوں پر ذیہ کو فضیلت دے ویہ نیزہ بلکہ طاقت میں واجب
 ہے۔ اور یہ فصیلت دن کچھ مد کے اپنے صبار سے نہیں چھوڑا۔ بلکہ
 اگر مرد صاحب اسلحہ دے تو ہے اختیار اس میں یہ اعضاد پیدا ہو جاتا
 ہے، اور وہ اس کے دیتے سے یہ کے کدورت کا اکتساب کر رہا ہے۔ اگر
 یہ فضیلت دیا خود مد کے لئے انتہا سے ہو ورنہ کھلف کے ساتھ
 اس اعقاد کو سید کرے ویہ نیزہ نہیں ہے۔ ویہ کوئی نتیجہ بد کر سکتا ہے

۵۵

۳۷۔ منہا

در نفی و ثبات اس لئے طلب کر لیا کہ ان کے ساتھ ہی وہ بات
 میں سب سے بلند ترین درجہ یہ ہے کہ جو کچھ ضرورت میں اور کسب و مشاہدہ
 میں آئے، اگر وہ نیزہ محض اور بے کف محض ہی ہو، ان سب کو
 لا، جی جی کے تحت میں داخل کیا جائے وہ بات کی جانب
 میں کلہ مستحق (اللہ) کہ قلب کی موانع کے ساتھ زبان سے
 بر لنے کے موافق اور کسی چیز کا اس میں حصہ نہ ہو

غنا شکار کس دشواری باز چیں کایں ہمیشہ بدست دست دام را

اٹھائے دلِ معارف کسی ہاتھ آئی
نگاہ یہاں جو بس خانی ہاتھ چاہی
وَلَا تَكُنْ غَنِيًّا مِّنْ شَيْءٍ نَّهَىٰ وَارْتَمَتْ مُنَاجَاةُ الْمُتَضَلِّعِ
غَيْثٌ وَعَلَىٰ يَدِ الْمُتَوَكِّلِ وَالتَّوَكِّلُ
کی سردی کرے درِ حصر۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ دو کونہ کی جیسے۔

اس یہ دیکھ کر تریز معدودہ مادیات

۴۸۔ منہا

حقیقتِ قرآنی حقیقتِ کعبہ حقیقتِ قرآنی و حقیقتِ کعبہ ربانی کا درجہ
اور حقیقتِ محمدی حقیقتِ محمدی علی منظرِ بصیرۃ و اسلام
و لکنہ سے اور ہے۔ لہذا حقیقتِ قرآنی حقیقتِ محمدی کی امام اور
پیشوا ہوئی۔ اور حقیقتِ کعبہ ربانی حقیقتِ محمدی کی بنو ہوئی۔
سی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ حقیقتِ کعبہ ربانی کا درجہ حقیقتِ قرآنی
سے دیر ہے۔ وہاں بالکل ہی بے منتی اور بے رنگی کی کیفیت ہے۔
اور اس مقام میں سیومات اور اعتبارات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔
بلکہ اس بارگاہ میں تو تہذیب اور تمدن کی بھی کوئی مجال نہیں ہے۔

ع آجی ہم آئیں کہ تریز زبان ص

ترجمہ وہاں ہر چیز ایسی ہے کہ پارہاں کہے

یہ ایسی معرفت ہے کہ اہل استدس سے کسی نے بھی اس کے متعلق
لب کشائی نہیں فرمائی۔ اور اشارہ و کناہ میں بھی اس کے متعلق کسی نے
کوئی بات نہیں کہی اس فقر کو اس معرفتِ عظمیٰ کے ساتھ مندرج

وعیہ صلوٰۃ والسلام نزل فرمائیں - ۱ اور نزل فرمائے کے بعد
شرعیّت محمدی علیہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق عمل فرمائیں
اس وقت حقیقت عیسوی اپنے مقام سے عروج کے حقیقت محمدی کے
اس مقام پر حوٹالی جھڑا رہا، سفار ریائے کی (یعنی قیام پذیر
ہو جائے گی)

۴۹۔ منہا

کلمہ طیبہ کی فضیلت اگر کلمہ طیبہ لا اِلهَ اِلَّا اللّٰهُ نہ ہونا دوبارہ گاہ
فدس خداوندی جبل سلطانہ کی طرف راہ کون دکھانا؟ اور یہ حد کے
چوب سے نقاب کون اٹھانا؟ ورجبتوں کے دروازے کون کھولنا؟
صفات بشہ یہ کے پیدار کے بہار اس لا کے تینہ کو کام میں لا کر ہی
کھودے جاتے ہیں۔ ورجعلات کی بے شمار دہائیں اسی ہی کے سر
پر کی رک سے مسی ہوں میں اور اسی کلمہ صمد کا جزو یعنی معنی لا، باطل
معدوم و کھم کیا ہے و اس کا خروابان معبود برحق صمد نہ کو
مست مانت کر رہے و سب تک اسی کلمہ کی مدد سے امکانی جاب کو قطع
کرتا ہے اور عارف اسی کلمہ کی برکت سے وجوبی معراجوں کی طرف
ترقی کرتا ہے یہی کلمہ تو ہے جو تجباب فعال سے آدمی کو تجباب صفا
تک لیجانا اور تجلیات صفات سے تجباب دہان تک پہنچانا ہے

تا بجا روپ لا نزوئی راہ ترجمہ نرسی دہرائے لا اِلهَ
کے کی صمد و کھم و معنی صمد

شرح پنہی کا تو حاشا لا اللہ تک

وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ وَأَنزَلْنَا مِن بَعْدِهِ مِصْحَفًا
تَلْمِذَ وَعَلَىٰ آلِ الْعُسْرَةِ وَتَسْلِيمَاتٍ مِّنْهَا وَأَكْمَلَهَا
(اور سلامی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور نصرت کند مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کی پیروی کو اور صحت سے آج پر اور آپ کی آریہ مکمل ترین اور کامل ترین درود ہیں
اور سلام ہوں۔)

۵۔ منہا

معوذتین سے متعلق کشف احضرت مخدوم شیخ شرف الدین عینی
فرمائی ہے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ مخدومین (قل اعوذ برب الفلق)
اور قل اعوذ برب اللیل (س) کو درجہ نماز میں نہیں پڑھا جائے۔ کہو کہ حضرت
بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں سورتوں کے قرآن پڑھنے
میں جمہور کے مخالف ہیں۔ ہذا نماز میں جتنی قرات فرض ہے، اس
میں ان دونوں سورتوں کی قرات کو محسوب نہیں کرنا چاہئے۔ یہ پھر
بھی ان دونوں سورتوں کو نہیں پڑھا کر، کتابیہا شب کہ ایک دن،
کارکنان قضا و قدر نے اس فقیر پر ظاہر کیا کہ وہ یا معوذتین حاضر ہیں،
اور حضرت مخدوم سے فرض قرات میں ان کی قرات سے منع کر دینے
کے بارے میں شکایت کر رہی ہیں کہ ہمیں قرآن سے کیوں نکال دیا ہے۔
اسی وقت سے میں اس ممانعت سے باز آیا اور فرض قرات میں میں نے
ان کی قرات شروع کر دی۔ بہر مرتبہ جب میں ان دونوں سورۃ کریمہ کو
فرض قرات میں پڑھا ہوں تو عجیب احوال کا مشاہدہ کرتا ہوں۔

۵۱۔ منها

تقلیدِ اتباع کی فضیلت | صوفیہ کے طریق سے بلکہ ملتِ اسلام سے بڑا حصہ اسی شخص کیلئے جو جس میں تقلید کی فطرت اور پیروی کی عادت سب سے زیادہ ہے۔ یہاں تو کام کا دار و مدار صرف تقلید پر اور اس مقام میں معائنے کا انحصار محض پیروی پر ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی تقلید بلند ترین درجوں تک پہنچا دیتی ہے۔ اور اصفیا کی پیروی بڑی بڑی معراجوں تک لیجانی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں چونکہ یہ فطرت سب سے زیادہ پائی جاتی تھی تو بے توقف تصدیقِ نبوت کی سعادت میں انھوں نے سبقت فرمائی اور صدیقوں کے رئیس بنے۔ اور ابو جہل لعین چونکہ تقلید اور پیروی کی استعداد سب سے کمتر رکھتا تھا، لہذا اس سعادت سے بہرہ اندوز نہ ہو سکا اور ملعونوں کا پیشوا بنا۔

مرید جس کمال کو بھی حاصل کرتا ہے وہ اپنے پیر کی تقلید ہی سے حاصل کرتا ہے۔ پیر کی غلطی بھی مرید کے صواب (درست) سے بہتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سہو و سیماں کی آندہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یٰلَیْسَ ثَنَیُّ کُنْتُ سَهْوًا وَ تَحْتَمَدٌ (یعنی اے کانر میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سہو میں جانم اور حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ یٰلَیْسَ یَلَالِی جُنْدًا لِّلّٰہِ یُسَبِّحُ رَمْلًا) کا سین خدائے تعالیٰ

کے نزدیک میں ہے) چونکہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نجی (جشی) تھے، اس لئے وہ زبان میں مہملہ کے ساتھ آئندہ کہا کرتے تھے اور ضائے عزت و جلال کے نزدیک ان کا آئندہ کہنا آئندہ ہی تھا لہذا حضرت بلالؓ کی یہ غلطی دوسروں کے صواب سے بہتر ہوگی۔ ع

بر آئندہ تو خندہ زند آئندہ بلالؓ

ترجمہ: شہد پہ تیرے ہنستا ہے اسہد بلالؓ کا

میں نے ایک عزیز سے سنا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ بعض دعائیں مثلاً جو مشائخ سے منقول ہیں اور اتفاقاً ان مشائخ نے ان میں سے بعض دعاؤں میں کوئی غلطی کر دی ہے اور اسے تحریف کر کے (بجگا کر) پڑھ دیا ہے تو اگر ان کے پیروکار ان دعاؤں کو اسی تحریف کے ساتھ پڑھتے ہیں جس کے ساتھ ان کے مشائخ نے پڑھ دیا تھا، تو وہ دعائیں تاثیر بخشی ہیں اور اگر انہیں درست کر کے پڑھتے ہیں تو وہ تاثیر سے خالی رہ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے انبیاء کی تقیید و رہ اپنے اولیاء کی پیروی پر اپنے حبیب علیہ وسلم جیسے الانبیاء والمرسلین و علی متابعہم الصلوٰات والتسلیمات کی عظمت و حرمت کے طویل ثابت قدم رکھے۔

۵۲۔ منہا

تجلی ذات کے اعتبار سے | حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کے درجات کا تفاوت | تمام رسولوں کے سرور و سید المرسلین میں علیہ وسلم الصلوٰات والتسلیمات۔ باقی تمام انسانوں کا کیا سوال ہے۔

اور حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والتسلیمات والتحیات کو اگرچہ
تجلی ذات کے مقام سے ابقدر مرتبہ واستعداد حصہ حاصل ہے چنانچہ
حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے:
وَاصْصَبْ صَبْرًا لِّمَقِیَّتِی (اور میں نے تمہیں اپنے نفس کے لئے صبر و پابندی)
یعنی اپنی ذات کے لئے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو روح اللہ اور
اس کا کلمہ ہیں۔ اور ان کو اس مہر و عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ
بہت زیادہ نسبت ہے۔ لیکن حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام
بوجودیکہ وہ تجلی صفات کے مقام میں ہیں، لیکن بڑے تیز نظر ہیں، وہی
خاص شان جو ہمارے پیغمبر کو تجلی ذات کے مقام میں میسر ہوئی ہے،
حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تجلی صفات کے مقام میں حاصل ہوئی ہے۔
بوجود اس کے کہ دونوں میں استعداد کا تفاوت ہے۔ لہذا اس اعتبار سے
وہ حضرت عیسیٰ اور موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہو جاتے ہیں۔
اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے افضل ہیں اور
ان کا رتبہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے اوپر ہے۔ وہ تیز بصر اور ناقد نظر
ہیں۔ ان کے بعد حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور ملا
حضرت نوح (علیہ السلام) کا مقام اگرچہ صفات کے مقام میں حضرت ابراہیم
(علیہ السلام) سے بہت اونچا ہے لیکن حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اس
مقام میں ایک خاص شان اور تیزی نظر حاصل ہے جو کسی دوسرے کو نصیب
نہیں ہے۔ لیکن ان کی اولاد کرام کو بھی اس مقام میں بوجہ پیروی کرنے اور

اولاد ہونے کے حصہ ملا ہے۔ اور حضرت آدم (علیہ السلام) کا درجہ حضرت نوح (علیہ السلام) کے بعد ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء (علیہم السلام) پر درودیں اور سلام ہوں۔ یہ ان معلومات میں سے ہے جو مجھے میرے رب نے سکھائی ہیں اور جن کا اس نے مجھ پر اپنے فضل و کرم سے الہام فرمایا ہے۔ اور پورے علم تو لند بجا۔ کے پاس ہی ہے۔

۵۳۔ منہا

سیر اجمالی کا درجہ سیر تفصیلی | جس لک کی سیر اسماء و صفات کی تفصیل میں سے بلند ہے۔ واقع ہو گئی اس کے لئے بارگاہِ ذاب جل سلطانہ تک رسائی کی راہ بند ہو گئی۔ کیونکہ اسماء و صفات کی کوئی انتہا ہی نہیں کہ ان کو قطع کرنے کے بعد مالکِ مقبول تک پہنچ سکے۔ نتائج نے اسی مقام کے متعلق بتایا ہے کہ مراتب و صول کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ کیونکہ محبوب کے کمالات لامتناہی ہیں۔ اور اس جگہ و صول سے مراد و صول اسمائی و صفاتی ہی ہے۔ سعادت مند وہی مالک ہے جس کی سیر اسماء و صفات میں جمالی طریقہ پر واقع ہو۔ اور وہ سیری کے ساتھ بارگاہِ ذات تعالیٰ و تقدس میں واصل ہو جائے۔

وصولِ نہایت بعد جمیع لازم ہے | واصلانِ ذاب کو آخری نقطۂ وصول (یعنی نہایت الہیائیت) تک پہنچنے کے بعد دعوت و ارتد کے ساتھ واپس آنے لازمی ہے۔ اس مقام سے۔ وٹنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ان متوسط حضرات کے برخلاف ہے جنہیں انہی استعداد کی انتہا تک

پہنچ جانے کے بعد واپس آنا لازمی نہیں ہوتا ہو سکتا ہے کہ وہ واپس آجائیں اور (یہی) ہو سکتا ہے کہ وہ وہیں قیام کرنا قبول کر لیں۔ لہذا انتہی حضرات کے وصول کے مراتب کے لئے تو تکمیل و تمام کا تصور کیا جاسکتا ہے بلکہ لازم ہے لیکن متوسط حضرات کے لئے جو اسمانی اور صفائی تفصیل میں چلے گئے ہیں (وصول کے مراتب کی) کوئی انتہا نہیں ہے (کہ وہاں پہنچ کر وہ تکمیل حاصل کر سکیں)۔ یہ علم ان مخصوص علوم میں سے ہے جو خاص اس فقیرؒ کو عطا ہوئے ہیں اور صحیح علم و راستہ ہی نہ کے پتہ ہی ہے۔

۵۴ - منہا

مقامِ رضا کی برتری [مقامِ رضا تمام مقامات و درجہ سے اوپر ہے اور اس بلکہ مقام کا حصول، سوک اور صبر کی تکمیل کے بعد ہوتا ہے۔

سوال: اگر لوگ دریافت کریں کہ دین حق بچانے اور صفیت

حق تعالیٰ اور اقدس حق سے رضا تو جب ہے اور خود ایمان ہی میں ملحوظ ہے۔ لہذا عام مسلمانوں کو بھی اس سے چارہ نہیں ہے۔ تو سلوک و جذبہ کی تکمیل کے بعد اس کا حاصل ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟

جواب: اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ رضا کی ایک صورت

ہوتی ہے اور ایک حقیقت ہوتی ہے۔ اسی طرح جیسا کہ باقی ارکانِ ایمان کی صورت اور حقیقت ہوا کرتی ہے۔ بتدائی حالات میں صورت کا شخص ہوتا ہے اور نہایت حقیقت کا تحقق ہوتا ہے۔ جب آدمی سے کوئی بات رضا کے خلاف ظاہر نہ ہو تو ظاہرِ شریعت فیصلہ کر دیتی ہے کہ اس شخص کو

رضاعا صل ہے، تصدیق فیہی کی طرح کہ جب تصدیق کے منافی کوئی بات نہ پائی جائے تو حصول تصدیق کا فیصلہ کر دیے ہیں لیکن ہم (مسائلین و عارفین) جس چیز کے درپے ہیں وہ حقیقت رضا کا حصول ہے۔ محض صورت کا نہیں، اور اتنا بھی نہ سب زیادہ جائے والا ہے۔

۵۵۔ منہا

ترغیب اقبال سنت | کوشش کرنی چاہئے کہ سنت پر عمل کرنا اور
احترام ازاد برعت | بدعت سے بچنا مسرہو خصوصاً ایسی بدعت
سے جو سنت کو ختم کر دے والی ہو۔ حضور علیا صلوٰۃ والسلام کا ارشاد
مَنْ أَحْدَثَ فِي دِينِي مَا هَذَا فَبُذِرَ (یعنی جو محسوس ہمارے اس دین میں
کوئی نئی شے داخل کرے تو وہ قابل رد ہے) ایسی جماعت کے حال پر تعجب
ہوتا ہے جو کہ دین میں نئی نئی چیزیں داخل کرتے ہیں باوجودیکہ دین ہر
طرح مکمل ہو چکا اور وہ پائے تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور ان نئی داخل کی
ہوئی چیزوں (محدثات) کے ذریعے سے مکمل دین کی تلاطم کرتے
ہیں۔ انہیں یہ اندیشہ نہیں ہوتا کہ خدا نخواستہ اس کو ایجاد (مخترع) بات
کی وجہ سے کس سنت کی نفی (ختم) نہ ہو جائے۔ مثلاً عمامہ کا شملہ دونوں
بازوؤں کے درمیان چھوڑنا سنت ہے۔ لیکن بہت سے لوگوں نے شملہ کو
بائیں طرف چھوڑنا اختیار کر لیا ہے اور اپنے اس عمل سے انہیں مردوں
کے ساتھ تشبہ (مشابہت) اختیار کرنا منظور ہوتا ہے۔ اور بے شمار لوگ
اس فعل میں ان کی پیروی کر رہے ہیں۔ وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ اُن کا یہ عمل

سنت کی نفی کر رہا ہے اور سنت سے ہٹا کر انھیں بدعت میں مبتلا کر رہا ہے اور بالآخر حرمت تک پہنچا دیتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تشبہ (مشابہت) اختیار کرنا بہتر ہے یا مردوں کے ساتھ؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی تو ہیں جو ایسی موت سے مشرف ہو چکے ہیں جو موت سے بھی پہلے آتی ہے اگر وہ لوگ مردہ کے ساتھ ہی تشبہ کے متلاشی ہیں تب بھی ان کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشبہ ہی منزاوار ہو سکتا ہے۔ عجیب معاملہ ہے کہ میت کے کفن میں خود عمامہ پہنانا بھی بدعت ہے چ جائیکہ اس کا شمد چھوڑا جائے اور بعض علمائے متاخرین جو میت کے کفن میں عمامہ دینے کو جبکہ میت علمائے دین میں سے ہو، مستحسن قرار دیا ہے فقیر کے نزدیک تو کفن کی مسنون مقدمہ میں زیادتی کرنا نسخ یعنی سنت کو بدلنا ہے اور اہل سنت کو بدلنے کا مطلب فسق و فجور دینا ہے۔ اللہ سبحانہ ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند سنت کی پیروی پر ثابِت قدم رکھے۔ علی مصدرہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور فدائے تعالیٰ اس ہندہ پر اپنا رحم فرمائے جو میری اس دعا پر آمین کہے۔

۵۶۔ منہا

جَنّات کے حالات | ایک دن جنّات کے حالات کو س فقیر پر مشکف فرمایا گیا۔ اس فقیر نے دیکھا کہ جنّات گلی کوچوں میں انسانوں ہی کی طرح گھوم پھر رہے ہیں۔ اور ہر جن کے سر پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔ اور وہ جن اس مقررہ فرشتہ کے ڈیسے اپنا سر بھی نہیں اٹھا سکتا۔ اور اپنے دائیں بائیں

دیکھ بھی نہیں سکتا۔ وہ مقید اور محبوس (قیدیوں) کی طرح پر گھوم رہے تھے اور قطعاً کسی مخالفت کی مجال نہیں رکھتے تھے بجز اس کے کہ میرا پروردگار ہی کسی چیز کو چاہے۔ اور اس وقت کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مؤکل (مقررہ فرشتہ) کے ہاتھ میں لوہے کا ایک گرز ہے کہ اگر وہ اس جن کو ذریعہ مخالفت کا بھی احساس کرے تو ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کر دے۔

خدا نے کہ بالادست آفرید زبردست ہم زبردست آفرید
خدا نے بنایا ہے بالادست زبردست، الائے زبردست

۵۷۔ منہا

۵۷

دلی کو نبی بر جزئی فضیلت (دن جنہاں بھی حاصل کرتا ہے اور جس درجہ تک بھی پہنچتا ہے وہ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کے طفیل میں پہنچتا ہے۔ اگر نبی کی متابعت اور پیروی نہ ہوتی تو خود ایمان بھی حاصل نہ ہوتا۔ بلند ترین درجات تک راہ تو کہاں کھل سکتی تھی ہذا اگر دلی کو جزئی فضیلتوں میں سے کوئی ایسی فضیلت حاصل ہو جائے جو نبی کو حاصل نہیں تھی، اور اسے بلند درجات میں سے کوئی خاص درجہ میسر ہو جائے جو نبی کو میسر نہیں تھا، تو یقیناً نبی کو بھی اس جزئی فضیلت اور اس خاص درجہ سے پورا پورا حصہ حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ دلی میں اس کمساں کا حصول اس نبی کی پیروی ہی کے واسطے سے ہے اور یہ سب کچھ اس نبی کی اتباع سنت کے نتائج ہی کا ایک نتیجہ ہے۔ پس لامحالہ نبی کو اس کمساں سے مکمل حصہ حاصل ہوگا جیسا کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے

”مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا“ جس
کسی نے کسی اچھے طریقے کی سیوا رکھ دی تو اسے خود اس کا ثواب بھی ملے گا اور
ان لوگوں کے راہ بھی ثواب ملے گا جو اس طریقے پر عمل کریں گے۔ البتہ ولی اس کمال
کے حصول میں پیشرو ہوگا اور اس درجے تک پہنچنے میں مقدم ہوگا۔ اور ولی کی
نبی پر اس قسم کی فضیلت حاصل ہونے کو علی نے جائز قرار دیا ہے کیونکہ
یہ جزئی فضیلت ہے جسے کلی فضیلت کا مقابلہ کرنے کی مجال نہیں ہے
اور وہ جو صاحبِ فصوص الحکم نے فرمایا ہے کہ خاتم النبیا صلی اللہ علیہ وسلم
علوم و معارف کو خاتم الوہایت سے حاصل فرماتے ہیں، نو وہ بھی، اسی معرفت
کی طرف رجوع ہے۔ کیونکہ اس فقیر کو اس معرفت کے ساتھ امت زود ما گیا ہے
اور یہ سراسر شریعت کے موافق ہے اور فصوص کے شارحوں نے جو اس بات کہ
جمع قرار دینے کے لئے تکلف اختیار کیا ہے اور یہ ہے کہ خاتم ولایت دراصل
خاتم النبوت کا خزینہ در در خراجی ہونا ہے۔ اگر بادشاہ خود اپنے خزانے سے
کوئی چیز بیٹا ہے تو (ظاہر ہے کہ خراجی ہی سے لے گا) اس سے بادشاہ
کے مرتبہ میں کوئی نقص لازم نہیں آتا اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے
لے حضرت شیخ محمد بن علی بن علی قدس سرہ، درمختار شیعہ مدرس کے مشہور
مرتبہ میں پیدا ہوئے اور جمع ماہ شیعہ دہش میں وفات پائی علوم ظاہری و باطنی میں
کمال حاصل تھا اور فلسفہ اشراقیت کے ماہر تھے۔ آپ نے وحید و جوری کے طریقہ کو پیش کیا جس
کی کنہ و حقیقت کو پہلی طرح سمجھ سکے کی وجہ سے کافی شخص پیدا ہوئے ہیں جو حضرت مجدد
الغیاثی قدس سرہ نے وحید شہودی کا نظریہ پیش کر کے صواب اور واضح کیا۔ حضرت شیخ کی
تصانیف بہت ہیں ان میں بعض احکام اور فتوحات مکیہ مشہورہ راہ ہیں

حقیقت واقعہ وہی ہے جو میں نے تحقیق کر کے بیان کر دی ہے۔ اور اس تکلف کا منشا محض یہ کہ وہ لوگ معاملہ کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکے۔ اور اندر سچا نہ تمام حقائق امور کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اور درود و سلام ہو سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اطہر پر۔

۵۸ - منها

ولی کی ولایت نبی کی ولایت اولی کی ولایت اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ و ہی کا حصہ ہوتی ہے۔ اسلام کے اجزائے ولایت کا ایک حصہ ہے۔ ولی کو کہنے ہی بلند تر درجہات نصب ہو جائیں وہ سب درجہات اس فی کے اجزائے درجہات میں سے ایک جزو ہی ہوں گے۔ جزو کتنی ہی عظمت پیدا کر لے کل سے کمتری ہوگا۔ کیونکہ اکل عظم من المجزؤ (یعنی کل جزے بڑا ہوتا ہے) قضیہ برہمہ ہے۔ کوئی احمق ہی ہوگا جو کسی جزو کی بڑائی کا خیال کر کے اسے کل سے زیادہ حاسے۔ کیونکہ کل کے معنی ہی یہ ہیں کہ دوسرے اجزاء کے علاوہ اس میں یہ جزو بھی موجود ہے۔

۵۹ - منها

صفات باری تعالیٰ کی تین قسمیں صفات واجبی، تعالیٰ و تحدت، تین قسم کی ہیں۔ قسم اول، صفات اضافیہ ہیں جیسے خالق ہونا، رازق ہونا۔ اور قسم دوم صفات حقیقیہ ہیں، لیکن وہ اپنے اندر اضافت کا ایک رنگ رکھتی ہیں جیسے علم، قدرت، ارادہ، سمیع، بصیر اور کلام۔ اور قسم سوم، حقیقت محض ہے۔ جیسے حیات۔ پس اس میں اضافت کا کوئی امتزاج

نہیں ہے۔ اور اوصاف سے ہماری مراد عالم یعنی دنیا کے ساتھ تعلق ہونا ہے۔ اور تیسری قسم تنوع فسموں میں سب سے اعلیٰ اور تمام اقسام کی جامع برہن ہے اور اہیات صفات میں سے ہے۔ یہ صفت علم ہی جو معیت کے باوجود صفت حیات کی تابع ہے اور صفات اور شئیات کا یہ دائرہ صفت حیات پر ختم ہو جاتا ہے اور مطلوب تک رسائی حاصل کرنے کا دروازہ بھی یہی صفت ہے۔ اور چونکہ صفت حیات کا درجہ صفت علم سے اوپر ہے۔ اس لئے ہمیں اس مقام تک رسائی بھی علم کے مراتب کو طے کر لینے کے بعد ہی ہوگی خواہ وہ علم ظہری ہو یا علیم باطن، خواہ علم شریعت ہو یا علیم طریقت۔ اور وہ لوگ جو اس دروازہ میں داخل ہوتے ہیں وہ بہت ہی کم (کم سے بھی کم نہیں) بگیوں اور کھجوروں کے یکجہ سے لوگ اپنی لگا میں اندر ڈال لیتے ہیں (خود اندر نہیں بھیج سکتے) اور ایسے لوگ بھی بہت ہی کم ہیں۔ گر میں اس مقام کے اسرار میں سے کوئی نہ بھی بیان کروں تو گردن اڑا دی جائے گا۔

وَمِنْ تَعْلِيٍّ هَذَا مَا يَكُونُ صِفَاتُ
وَمَا كَمُتْهُ أَحْطَى لَدُنِّي وَاجْتَلَى

(ترجمہ) مہمان کو نہ ہی ان اسرار کے مشکل مگر اب ہے

چھپانا ان رموزِ قاص کا اہل ہے انجب ہے

اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو لازم جانے علیہ وعلیٰ آلہ وسلم والسلام۔

کشف میں آتا ہے وہ ان کی شبیہ اور مثال ہے اُس کی حقیقت نہیں ہے۔ بلکہ ان تمام باتوں کی حقیقت کی کیفیت نامعلوم ہے۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ حق تعالیٰ قریب ہے اور ہمارے ساتھ ہے لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ حق تعالیٰ کے اس قرب اور مقیبت کی حقیقت کیا ہے؟ اور بہت ممکن ہے کہ جو کچھ حدیث نبوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات میں آیا ہے کہ لَا تَجْعَلُوْا رَسُوْلًا حِکْمًا (یعنی ہمارے درکار نہیں ہوئے تھی ذرا ہلکا) کہ وہ صورتِ مثالی کے اعتبار سے ہو۔ کیونکہ کمالِ رُضد و خوشنودی کا حاصل ہونا مثال میں ہونے کی صورت میں ہی رکھا یا جاتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ ہاتھ، چہرہ، قدم اور انگلی کا اطلاق بھی مثالی صورت کے اعتبار سے ہی ہو۔ میرے پروردگار نے مجھے ایسی ہی تعلیم دی ہے۔ اور خدا اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے مخصوص فرماتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اور اس کی رحمتیں نازل ہوں ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کی آل پر در سلامتیاں اور برکتیں بھی نازل ہوں۔

۶۱۔ منہا

تنبیہ | احوال، وجدانات اور علوم و معارف کو بیان کرنے کے سلسلہ میں گراں رقم کی عبارت میں کوئی تناقض یا اختلاف معلوم ہو تو اسے، اوقات کے مختلف ہونے اور حالات و کیفیات کے جداگانہ ہونے پر محمول کرنا چاہئے۔ کیونکہ ہر وقت کے احوال اور وجدانات مختلف ہوتے ہیں۔ اور ہر حالت و کیفیت کے علوم و معارف جداگانہ ہوتے ہیں۔ لہذا

در حقیقت یہ کوئی تعارض یا اختلاف نہیں ہوتا۔ اس کی مثال احکام شرعیہ کی مثال کی طرح ہے کہ وہ منسوخ اور تبدیل ہونے کے بعد متضاد احکام نظر آتے ہیں۔ لیکن جب اوقات اور حالات کے اختلاف کو نظر میں رکھا جاتا ہے تو وہ تناقض اور اختلاف رفع ہو جاتا ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ سبحانہ کی بڑی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔ لہذا تم شک کرنے والوں میں سے نہ بنو۔ اور اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر اور سلامتیاں اور برکتیں بھی نازل فرمائے۔

ان عجیب و غریب اور بلند نکات کا جامع، بندہ ضعیف محمد صدیق بدخشی الکشی الملقب بالہدایۃ کہتا ہے کہ ان معارف عالیہ شریفہ کی تسوید سے جس کا نام "المبدأ والمعاد" ہے، اور خزاہ رمضان المبارک میں اعتکاف کے وقت سنہ ایکہزار انیس (۱۳۱۹ھ) میں فراغت حاصل ہوئی۔

رباعی

۵۰ ایں نسخہ کہ مبدأ و معاد است بنام زانفاس نفیس حضرت فخر کرام
چوں کردہایت اقتباس از سر صدق در سال ہزار و نودہ گشت تمام
(یعنی یہ نسخہ کہ جس کا نام مبدأ و معاد ہے حضرت فخر کرام (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کے فرمودات سے ہے۔ جب ہدایت (لقب جامع) نے اسے صدق و صفائی کی راہ سے اقتباس کیا تو وہ سنہ ایک ہزار و انیس میں مکمل ہو گیا۔)

لے از حضرت علامہ مولانا محمد رفیع صاحب دہلوی۔ چونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ یہ نسخہ رمضان المبارک ۱۳۱۹ھ میں فراغت حاصل ہوئی۔

۹۳ + ۱۰	۱۸۰ - ۱۷۹ + ۹۳ - ۷۳
۱۶۷ + ۵۵	۱۶۷ - ۱۶۶ - ۱۶۵ + ۵۵ - ۵۴
۲۰۰ - ۱۷۷ - ۱۱۱ + ۸۰ - ۷۹ - ۶۱	۱۷۲ + ۵۹
۹۷ + ۱۲	۲۰۸ - ۲۰۷ + ۸۰
۱۱۲ + ۱۲	۹۸ + ۱۳
۹۶ + ۱۱	۱۳۸ - ۱۳۷ + ۳۳ - ۳۱
۱۳۹ + ۵۵	۲۰۳ + ۷۷
۱۶۷ + ۵۵	۳۰ - ۱۲۹ + ۳۳
۱۲۲ + ۸۹	۱۸۱ + ۷۱
۱۵۷ + ۳۹	۲۱۷ + ۸۶
۲۱۱ + ۸۳	۱۳۹ + ۳۳
۱۰۷ + ۲۸ - ۲۰ - ۱۸	۴۱ - ۳۱ - ۳۰ - ۲۹
۱۲۲ - ۱۱۰	۲۰۹ - ۱۷۷ - ۱۳۳ - ۸۰ + ۸۱
۱۶۸ + ۵۶	۹۶
۹۴ + ۵۹ - ۲۳ - ۱۰	۱۶۸ + ۵۹
۱۶۸ - ۱۱۸ - ۱۱۷ - ۱۱۶	۱۸۸ + ۶۹
۱۸۸ + ۸۳ - ۶۹	۹۶ + ۱۱
۲۱۲ - ۲۱۱	۹۶ + ۱۱
۱۲۵ + ۱۳	۱۵۵ + ۳۸
۱۶۸ + ۵۹	۱۶۸ - ۹۳ + ۵۱ - ۱۰
۲۰۹ + ۸۱	۱۱۵ + ۲۳
۸۲ - ۷۹ - ۷۷ - ۵۵	۲۱۱ - ۲۰۹ - ۲۰۳ - ۱۶۷ +

ادارہ مجددیہ کی جملہ مطبوعات

گلدستہ مناجات	اثبات النبوة
مبدأ و معاد	انوار معصومہ
معارف لدنیہ	تبلیغ
معجم القرآن	حضرت مجدد الف ثانیؒ
مقامات زواریہ	حیات سعیدہ
مکتوبات حضرت مجدد قاری	ریحان نقاریہ
مکتوبات حضرت مجدد اردو ترجمہ	زبدۃ النقطہ کامل
مکتوبات معصومہ فارسی	شرح رباعیات
مکتوبات معصومہ اردو ترجمہ	طریقہ حج اور دعائیں
مکاشفات عینیہ مجددہ	عمدۃ السلوک
ہدایت الطالبین	عمدۃ النقطہ کامل

ادارہ مجددیہ

۱۲۵۵ھ - ناظم آباد - کراچی